عمران سیریز

اسمگلرز کنگ

مظہر کلیم ایم اے



اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کیلئے پبلشرز مصنف و پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

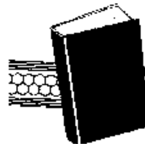
ناشران ---------- اشرف قریشی

---------- یوسف قریشی

پرنٹر ---------- محمد یونس

طابع ---------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت ---------- -/40 روپے



چند باتیں

محترم قارئین ۔ سلام مسنون !

آپ سے براہِ راست باتیں کرنے کے لئے پبلشر حضرات نے ہمارے لئے یہی ایک مہربانی کر رکھی ہے کہ ایک صفحے کی اجازت دے دیتے ہیں ۔ مگر قارئین کرام بھلا آپ خود انصاف کیجئے ۔ عمران کو تو ملیں دو ڈھائی سو صفحات اور بیچارے مصنف کے حصے میں صرف ایک صفحہ ۔ اور اس پر بھی سرخی جما دیتے ہیں "پیش لفظ" کی ۔ یعنی لفظ تو کہتا ہے عمران اور ہم اس لفظ سے پہلے صرف پیش ہی ڈال سکتے ہیں ۔ چنانچہ آج میں نے احتجاج کے طور پر اس صفحہ کا نام رکھ دیا ہے "میرا صفحہ"۔

خدا کرے کتابت ، پروف ریڈنگ اور چھپائی کے مراحل طے کرنے کے بعد جب یہ صفحہ آپ کے پاس پہنچے تو تب تک یہ میرا صفحہ ہی رہ جائے کہیں پبلشر کا صفحہ نہ بن جائے ۔

اب رہ گئی یہ بات کہ میں اس صفحہ کا کیا کروں گا ۔ تو محترم قارئین یہ میرا صفحہ ہے اور اس صفحے میں ظاہر ہے آپ سے بغیر پبلشر کی مداخلت کے آزادی سے باتیں کروں گا ۔ تو محترم قارئین ۔ پہلی بات جو میں آپ سے

براہِ راست کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ..... معاف کیجئے ابھی تو میں نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ آپ سے براہِ راست بات کیا کروں۔ تو محترم قارئین۔ فی الحال مجھے غور کرنے دیجئے اور آپ یہ نیا ناول "ڈراسکل کنگ" پڑھیئے۔ اس ناول کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا۔ آپ ہی ناول پڑھ کر مجھے بتائیے کہ آپ کو یہ ناول کیسا لگا۔ ویسے اگر آپ مجھے نجومی نہ سمجھ بیٹھیں تو اتنا بتا دوں کہ ناول آپ کو یقیناً پسند آئے گا۔ کیونکہ اس میں وہ سب کچھ ہے جسے پڑھنے کی آپ ہمیشہ خواہش رکھتے ہیں۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

انٹیلیجنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان ایک سرکاری دورے پر ملک سے باہر گئے ہوئے تھے اور ان کی واپسی دو ہفتوں بعد ہونی تھی۔ اس لئے انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض آجکل اونچی اڑانوں میں تھا۔ وہ ایک لحاظ سے پوری انٹیلی جنس کا کرتا دھرتا بنا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ جب جواب طلب کرنے والا ہی کوئی نہ ہو تو پھر سوپر فیاض کو من مانی کرنے سے کون روک سکتا تھا۔

سوپر فیاض اپنے دفتر میں میز پر دونوں ٹانگیں رکھے بڑے اطمینان سے غیر ملکی سگریٹ پینے میں مصروف تھا۔ ایک چپڑاسی بڑے مؤدبانہ انداز میں ناف پر دونوں ہاتھ باندھے تقریباً جھکا کھڑا تھا کہ سوپر فیاض کے منہ سے حکم برآمد ہوا اور وہ الٰہ دین کے چراغ کے جن کی طرح فوری طور پر اس کی تعمیل کرے۔ دفتر کا پورا عملہ سہما ہوا تھا کیونکہ سوپر فیاض عملی طور پر ڈائریکٹر جنرل تھا اور جب تک ڈائریکٹر جنرل واپس آتے سوپر فیاض انہیں جہنم میں پہنچا چکے ہوتے۔

"محمد دین"۔۔۔ سوپر فیاض نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے سامنے کھڑے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ظاہر ہے لہجہ دیسی افسروں جیسا ہی تھا۔

"یس سر"۔۔۔ محمد دین نے فوراً اٹینشن ہو کر باقاعدہ سیلوٹ مارتے ہوئے جواب دیا۔

"سرفراز کو بلاؤ — اور اسے کہو کہ شہر کے تمام ہوٹلوں، کیفوں، باروں، جوا خانوں اور نائٹ کلبوں کا ریکارڈ لے کر آئے" — سوپر فیاض نے کہا۔

"یس سر" — محمد دین نے بڑے مستعد لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

سوپر فیاض نے پروگرام بنایا تھا کہ ڈائریکٹر جنرل سر رحمان کی عدم موجودگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ یہی سوچ کر اس نے ریکارڈ کیپر سرفراز کو مع ریکارڈ طلب کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سرفراز ہاتھوں میں ایک ضخیم فائل اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور خوف کے تاثرات نمایاں تھے۔

"یس سر" — سرفراز نے اندر داخل ہو کر بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ریکارڈ لے آئے ہو —؟" سوپر فیاض نے اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

"یس سر" — سرفراز نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"میز پر چھوڑ جاؤ — اور سنو! — میں کسی کام میں کوتاہی برداشت نہ کروں گا۔ اب سر رحمان موجود نہیں ہیں جو تمہاری کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں — تم لوگوں سے ذرا سی کوتاہی ہوئی تو جوتے بھی ماروں گا اور کان سے پکڑ کر باہر بھی نکال دوں گا — سنا — اب گٹ آؤٹ" — سوپر فیاض نے اسے ڈانٹتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب" — سرفراز نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد سوپر فیاض سیدھا ہو کر بیٹھا اور اس نے فائل کھول لی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی انگلیاں تیزی سے فون کے ڈائل پر چل رہی

تھیں۔ اس نے تمام بڑے بڑے ہوٹلوں، کلبوں اور جوا خانوں کے منیجروں کو بھتہ کی رقم فوری طور پر ڈبل کرنے کے لئے کہا اور ساتھ ہی دھمکیاں بھی دے دیں کہ اگر وہ نہ مانے تو ان کے کاروبار غضب ہو جائیں گے۔

اور پھر اس نے ہوٹل نیاگرا کا نمبر ملایا۔ یہ ہوٹل دارالحکومت کا سب سے خوبصورت اور جدید ترین ہوٹل تھا اور ابھی حال ہی میں اس کا افتتاح ہوا تھا۔ نمبر ملتے ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"سوپر فیاض فرام انٹیلی جنس سپیکنگ" — سوپر فیاض نے منہ ٹیڑھا کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

"سوپر فیاض — یعنی جمعدار — نہیں بھئی ہمیں — فلش ٹھیک کام کر رہا ہے مجھے کسی جمعدار کی ضرورت نہیں ہے" — دوسری طرف سے ایک مسخری سی آواز سنائی دی اور سوپر فیاض کے جسم میں غصے کی شدت سے بارہ ہزار وولٹ کا کرنٹ دوڑ گیا۔

"شٹ اپ! — کون بول رہا ہے —؟ میں تمہیں کتے کی طرح بھونکنے پر مجبور کر دوں گا" — سوپر فیاض نے انتہائی غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

"بڑی انگریزی بولتے ہو جمعدار فیاض! — کہیں لندن کے فلش صاف کرتے کرتے واپس تو نہیں آ گئے —؟ اور باقی رہ گیا کتے کی طرح بھونکنا — وہ تو خیر بھونکتے ہی رہتے ہیں — میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار کسی انسان کو بھونکتے ہوئے سنا ہے" — دوسری طرف سے بڑے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"یو ڈرٹی سن آف بچ نان سنس! — میں تمہارے ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا" — اب تو سوپر فیاض کا غصہ کھولاؤ کے آخری درجے پر پہنچ

چکا تھا اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر دوسری طرف سے بولنے والے کی گردن پکڑے اور پھر جس طرح دھوبی کپڑے مروڑتے ہیں اسی طرح مروڑ کر رکھ دے۔

"شاتی شاتی — سوپر فیاض! — مجھے اتنی گاڑھی انگریزی نہیں آتی اور رہی ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجانے والی بات — تو میری طرف سے کسی بھی ہوٹل کے ساتھ جو مرضی آئے کرو۔ میرا کیا تعلق — ؟ اور ہاں بھئی سوپر! تم شاید آثار قدیمہ کے جمعدار ہو — بھئی آجکل ہوٹل کی تعمیر میں اینٹیں استعمال نہیں ہوتیں۔ سیمنٹ اور بجری اور سریا استعمال ہوتا ہے — اور دوسری بات یہ کہ تمہیں بجانے کے لئے اینٹ کہاں سے ملے گی — ؟ اب تو مدت ہوئی اینٹیں بنانے والے بھٹے بھی ختم ہو گئے ہیں" — دوسری طرف سے بڑے ناصحانہ انداز میں کہا گیا۔ اور شدید غصے کے باوجود سوپر فیاض پر پہلی بار یہ انکشاف ہوا کہ دوسری طرف سے بولنے والے کا ہوٹل جاگو سے کوئی تعلق نہیں۔

"ابے تو ہے کون — ؟ ذرا اپنا حدود اربعہ تو بتا — پھر میں دیکھتا ہوں کہ تو کتنے سانس لینے میں کامیاب ہوتا ہے" — سوپر فیاض غصے کی شدت میں ادب اخلاق بھول کر تو تڑاق پر اتر آیا۔

"واہ واہ! — اب بولی ہے نا تم نے سوپر دل والی زبان — لندن کا اثر دور ہو گیا نا — ویسے یہ تو بتاؤ سوپر صاحب! — ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس سر رحمان کہاں ہیں" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"وہ غیر ملکی دورے پر گئے ہوئے ہیں — مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ بس تم اپنا نام بتاؤ۔ پھر میں تمہیں دیکھ لوں گا — سر رحمان یہاں نہیں ہیں جن کا رعب مجھے دے رہے ہو" — سوپر فیاض نے ہری مرچیں چباتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا تو یہ بات ہے — میں بھی کہوں کہ تم اپنی اصلیت پر کیسے آ گئے — واہ بھئی واہ سوپر مزے آ گئے — اسی لئے ہوٹلوں کو فون کئے جا رہے ہیں سر رحمان کی عدم موجودگی میں بھتہ ڈبل کمانے کا پروگرام ہو گا" — دوسری طرف سے کہا گیا اور سوپر فیاض کا دماغ ایک بار پھر بھک سے اڑ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کون شخص ہے جسے اس کے تمام رازوں کا علم ہے۔

"بکواس مت کرو — تم اپنا نام بتاؤ — میں ابھی ایکسچینج سے تمہارا فون نمبر پوچھ لوں گا اور پھر دیکھوں گا کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچاتا ہے" — سوپر فیاض نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ مگر اس بار اس کے لہجے میں پہلے جیسی گھن گرج مفقود تھی۔

"یہی دعویٰ نمرود نے کیا تھا اور نتیجے میں ایک معمولی سے مچھر نے اس کا ناطقہ بند کر دیا — ویسے تمہارے نتھنے کا سائز کیا ہے سوپر فیاض! تاکہ اسی سائز کا مچھر میں ابھی سے پالنا شروع کر دوں" — دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور سوپر فیاض نے ایک جھٹکے سے کریڈل پر ہاتھ مارا اور پھر تیزی سے سنٹرل ایکسچینج کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے تقریباً دھاڑتے ہوئے کہا۔

"میں قائم مقام ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بول رہا ہوں — فون نمبر تین صفر تین صفر تین سے ابھی ابھی جس فون پر میری بات ہو رہی تھی اس کا نمبر بتاؤ" — سوپر فیاض نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات فون نمبر سکس زیرو مقرری فور نائین پر ہو رہی تھی" — دوسری طرف سے آپریٹر نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ کس کا فون ہے — ؟ جلدی بتاؤ — پورا نام و پتہ چاہیئے" — فیاض نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ فون نمبر ٹریس ہوتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی۔

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے جناب" ——— آپریٹر نے جواب دیا اور سوپر فیاض دانتوں سے ہونٹ کاٹنے لگا۔

"جناب یہ فون کسی فیاض حسین کے نام پر رجسٹرڈ ہے — اور پتہ ہے جناب! فلیٹ نمبر ایک سو گیارہ کنگ روڈ" ——— آپریٹر نے جواب دیا۔

اور سوپر فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دماغ میں کسی نے بارود بھر کر آگ لگا دی ہو۔ اس نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔

سوپر فیاض سمجھ گیا تھا کہ دوسری طرف سے بولنے والا عمران تھا جو آواز بدل کر بول رہا تھا۔ ظاہر ہے عمران جس فلیٹ میں رہتا تھا وہ فیاض کی ملکیت تھی۔ اور فون بھی اسی کے نام سے لگا ہوا تھا۔ عمران نے اس پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اب یہ فیاض کی بدقسمتی تھی کہ جاگورا ہوٹل کا نمبر ملاتے ملاتے غلطی سے اس نے عمران کا نمبر ڈائل کر دیا تھا اور دوسری طرف سے عمران نے ہی فون اٹھایا۔ اور جیسے ہی فیاض نے اپنا تعارف کرایا اس نے فوراً ہی آواز بدل کر اسے الو بنانا شروع کر دیا۔

"میں اسے کچا چبا جاؤں گا ——— اب موقع ہے کہ سر رحمان یہاں نہیں ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب یہ میرے ہاتھ سے کیسے بچتا ہے ——— ہتھکڑیاں ڈال کر حوالات میں بند نہ کیا تو فیاض نام نہیں" ——— فیاض نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے میز پر پڑی ہوئی گھنٹی پر زور سے ہاتھ مارا۔

"یس سر" ——— چپڑاسی نے تیزی سے اندر داخل ہو کر سیلوٹ جھاڑتے ہوئے کہا

"انسپکٹر عرفان کو کہو کہ چار آدمی تیار کرے اور ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا بھی جیب میں رکھ لو — جلدی" ——— سوپر فیاض نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"یس سر" ——— چپڑاسی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

فیاض نے سوچا تھا کہ بس جاتے ہی عمران کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال

دیگا اور اسے لا کر حوالات میں بند کر دے گا ——— بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا کم سے کم اس کی حسرت تو پوری ہو جائے گی۔

تھوڑی دیر بعد چپڑاسی نے جیپ اور آدمیوں کے تیار ہونے کی اطلاع دی اور سوپر فیاض تیزی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔



ہوٹل الاسکا کے ایک بڑے تہہ خانے میں ایک میز کے گرد دس کرسیاں موجود تھیں۔ تہہ خانے کے دروازے پر دو اشخاص ہاتھوں میں سٹین گنیں اٹھائے بڑے مستعد انداز میں کھڑے تھے۔ وہ دونوں شکل و صورت سے ہی چھٹے ہوئے غنڈے لگ رہے تھے۔ جس گیلری میں وہ دونوں کھڑے تھے۔ اس کے آخر میں ایک لوہے کا مضبوط دروازہ تھا جس کے باہر بھی دو مسلح اشخاص موجود تھے۔ آج اس تہہ خانے میں دارالحکومت میں موجود غنڈوں کے دس نامی گرامی گروہوں کے سربراہوں کا اجلاس ہونے والا تھا۔ عام طور پر یہ گروہ آپس میں ہی برسرپیکار رہتے تھے مگر گزشتہ دو ماہ سے کسی پراسرار شخص نے ان سارے گروہوں کے درمیان اختلافات ختم کرا دیئے تھے اور یہ اجلاس بھی اسی کی ہدایت پر ہو رہا تھا تاکہ ہر گروہ اپنا اپنا ایریا مخصوص کر لے اور کوئی گروہ دوسرے گروہ کے ایریا اور کاموں میں مداخلت نہ کرے۔ اس پراسرار آدمی کو اسکلز کنگ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کی ہدایت پر جب سب

گروہوں نے منظم ہو کر کام شروع کیا تو پورے دارالحکومت میں منشیات کی فراوانی ، سمگلنگ ، ڈاکہ زنی ، لوٹ مار اور قتل و غارت کا ایک طوفان سا آگیا اور پولیس باوجود کوشش کے کسی واردات کا بھی پتہ نہ چلا سکی کیونکہ سب گروہ ایک دوسرے کے حق میں بیان دیتے ۔ اس سے پہلے یہ ہوتا تھا کہ ہر گروہ دوسرے کے متعلق پولیس کو اطلاعات مہیا کرتا اور اس طرح پولیس انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتی مگر اب ایسا نہ تھا ۔ اس لئے پولیس بے بس نظر آتی تھی ۔

دس گروہوں کے سرداروں تو بڑے پھنے خاں تھے اور شاید وہ راسکلز کنگ کو بھی خاطر میں نہ لاتے ۔ مگر راسکلز کنگ نے بڑے پُراسرار طریقے سے پہلے ان کی کمزوریوں کا پتہ کیا اور پھر ان سب کے خلاف ایسا مواد اکٹھا کر لیا کہ اگر وہ راسکلز کنگ کا کہنا نہ مانتے تو پھر وہ ساری عمر جیل میں ہی سڑتے رہ جاتے ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ راسکلز کنگ کی ہدایات پر عمل کرنے لگے اور اب تو انہیں خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس طرح منظم ہو کر کام کرنے سے انہوں نے دونوں ہاتھوں سے دولت کمائی ہے اور پھر سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ راسکلز کنگ نے کبھی کوئی حصہ یا کمیشن نہ مانگا تھا اس لئے وہ مطمئن تھے بلکہ اب راسکلز کنگ کی ہر بات یوں مانتے تھے جیسے وہی ان کا سربراہ ہو ۔ اس طرح دیکھا جائے تو دارالحکومت کے تمام غنڈے ایک گروہ کی شکل اختیار کر گئے تھے اور ان کا سربراہ وہی پُراسرار شخص راسکلز کنگ تھا ۔

آہستہ آہستہ گروہوں کے سربراہ گیلری میں آنے شروع ہو گئے ۔ گیلری کے دروازے کے باہر جو مسلح شخص تھے وہ اس میدان کے پرانے کھلاڑی تھے اس لئے وہ ذاتی طور پر سب کو جانتے تھے ۔ ایک ایک کر کے سب اس تہہ خانے میں اکٹھے ہوتے چلے گئے اور آخر میں میزبان گروہ کا سربراہ رچرڈ تہہ خانے میں داخل ہوا ۔ ہوٹل الاسکا

اس کی ملکیت تھی اور یہی اس کا ہیڈ کوارٹر تھا ۔

سب کے اکٹھے ہونے کے بعد مسلح اشخاص ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور چند لمحوں بعد میز قیمتی اور غیر ملکی شراب سے بھر گئی ۔

" دوستو ! ـــ آپ سب کو معلوم ہے کہ ہم سب یہاں راسکلز کنگ کی ہدایت پر جمع ہوئے ہیں اور ہمارا مقصد اپنے اپنے کام اور ایریئے تقسیم کرنا ہے راسکلز کنگ کی ہدایت پر میں نے دارالحکومت کے نقشے کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور راسکلز کنگ نے بھی اس کی منظوری دے دی ہے ـــ یہی ہمارے مخصوص ایریئے ہوں گے ـــ کوئی گروہ دوسرے گروہ کے ایریئے میں مداخلت نہ کرے گا ـــ اور اگر کوئی شکایت پیدا ہو تو دوسرے ایریئے کے سربراہ کے نوٹس میں یہ شکایت لائی جائے گی اور وہ اسے دور کرنے کا پابند ہو گا ـ شدید اختلاف کی صورت میں آخری فیصلہ راسکلز کنگ کرے گا ـــ آپ لوگ یہ نقشہ دیکھ لیں اور اس کی رسمی منظوری دے دیں " ـــ رچرڈ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا ۔ اور پھر اس کے اشارے پر ایک مسلح شخص نے ایک کافی بڑا رول الماری سے نکال کر رچرڈ کے حوالے کر دیا ۔

یہ دارالحکومت کا کافی بڑا اور تفصیلی نقشہ تھا ۔ رچرڈ نے اسے سامنے دیوار پر لٹکا دیا ۔

نقشے پر سرخ رنگ سے موٹی موٹی لکیریں ڈال دی گئی تھیں ۔ اور پورے نقشے کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ۔ ہر حصے کے درمیان میں سرخ روشنائی سے موٹے موٹے نمبر لکھے گئے تھے جو ایک سے دس تک تھے ۔

" دوستو ! ـــ اس تقسیم کے مطابق میرا نمبر ایک ہے ـــ ہیری کے گروہ کا نمبر ۲ تھا مسن نمبر ۳ ـــ ڈالو نمبر ۴ ـــ کارک نمبر ۵ ـــ ایبل نمبر ۶ ـــ کراس نمبر ۷

چیلو نمبر ۸ ـــ شوبرز نمبر ۹ ـــ اور مارٹن نمبر ۱۰ ـــ کسی کو کوئی اعتراض ہے تو بتا دے" ـــ رچرڈ نے سب کے نمبر بتاتے ہوئے کہا۔

جن افراد کے نام رچرڈ نے لئے تھے وہ سب اس اجلاس میں موجود تھے۔ اور ان سب کی نظریں نقشے پر جمی ہوئی تھیں کہ وہ اس حد بندی میں کوئی سقم نکال سکیں۔ مگر یہ تقسیم کچھ اس مہارت سے کی گئی تھی کہ چاہنے کے باوجود بھی کوئی اعتراض نہ کر سکا اور سب نے رضامندی کے طور پر سر ہلا دیئے۔

"چلو ایک بڑا مسئلہ تو حل ہوا ـــ اب آیئے دوسرے نکتے پر ـــ راسکلز گنگ کے مطابق آئندہ جب ہم آپس میں بات چیت کریں گے تو ناموں کی بجائے ایک دوسرے کے نمبر پکاریں گے اور اپنی اپنی حدود میں ہر غیر قانونی کام کے لئے پوری طرح آزاد ہوں گے ـــ البتہ کسی ایسے کام کے لئے جس کا تعلق پورے ملک سے ہو۔ ہم ایک دوسرے کی امداد کریں گے ـــ اور جو جو گروہ اس کام میں ملوث ہوں گے انہیں باقاعدہ کمیشن ادا کیا جائے گا ـــ راسکلز گنگ تمام گروہوں کا سربراہ ہوگا ـــ اس کا حکم آخری ہوگا اور جو گروہ اس کے حکم سے سرتابی کرے گا اُسے عبرتناک سزا دی جائے گی" ـــ رچرڈ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔

"منظور ہے" ـــ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ تو یہ اجلاس کامیاب رہا" ـــ رچرڈ نے بڑے مطمئن انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر مسٹر رچرڈ! ـــ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں ہماری سرگرمیوں کی بنا پر خفیہ پولیس ہمارے پیچھے نہ لگ جائے" ـــ نمبر نو نے کہا۔

"گنگ نے اس کا انتظام کر لیا ہے ـــ خفیہ پولیس کا سپرنٹنڈنٹ نیاض خرید لیا جا چکا ہے۔ اُسے ہر گروہ کی طرف سے باقاعدہ حصہ ادا کیا جائے گا اور وہ ہماری

حفاظت کرے گا اور کوئی بھی قدم اٹھانے سے قبل وہ ہمیں اطلاع کرے گا تاکہ ہم اپنا بندوبست کر سکیں" ـــ رچرڈ نے جواب دیا۔

"بس پھر ٹھیک ہے ـــ پھر یہ شہر تو ہم سب کے لئے جنت بن جائے گا" ـــ نمبر نو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بن چکا ہے ـــ پولیس بے بس ہو چکی ہے ـــ ایک بھی واردات کا سراغ اُسے نہیں مل سکا" ـــ نمبر سات نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ایک بات اور ـــ راسکلز گنگ نے سختی سے کہا ہے کہ اس کا نام کسی کی زبان پر نہ آئے ـــ وہ اپنا نام پولیس یا خفیہ پولیس تک نہیں پہنچانا چاہتا" ـــ رچرڈ نے کہا اور سب نے سر ہلا دیئے۔

"ویسے ایک بات ہے رچرڈ! ـــ آخر گنگ کا اصل مقصد کیا ہے ـــ؟ وہ کمیشن بھی نہیں لیتا ـــ اور نہ ہی اس نے ہم سے کوئی کام لیا ہے؟" ـــ نمبر چھ نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ بات ہمارے سوچنے کی نہیں ـــ وہ اس بارے میں خود بہتر جانتا ہے۔ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ اس کے آنے سے ہمارا کام نہ صرف بڑھ گیا ہے بلکہ اب ہم پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں ـــ ویسے اگر وہ کمیشن طلب کرے تو ہم وہ بھی دینے کے لئے تیار ہیں ـــ اور رہا کوئی کام ـــ تو ظاہر ہے وہ ہم سب کا سربراہ ہے ہم سے جو چاہے کام لے سکتا ہے" ـــ نمبر تین نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ ہم اس بارے میں سوچ کر اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں ـــ؟ وہ مکمل طور پر پردے میں ہے ـــ اور سوائے آواز کے ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور ہمیں ضرورت بھی نہیں" ـــ نمبر چار نے کہا اور باقی سب نے سر ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر اور باتیں کرنے اور پینے پلانے کے بعد اجلاس برخاست ہو گیا اور ایک ایک کر کے سب رخصت ہو گئے۔

سب سے آخر میں رچرڈ باہر نکلا اور پھر گیلری میں سے ہوتا ہوا وہ اپنے مخصوص کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے رچرڈ نے ایک جدید ترین ٹرانسمیٹر الماری کے خفیہ خانے سے نکالا اور پھر ایک فریکوئنسی سیٹ کر کے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر میں سے چڑیوں کی چہکار کی سی آواز نکلی اور پھر آہستہ آہستہ مدھم ہوتی چلی گئی۔

"ہیلو کنگ سپیکنگ۔ اوور"—— ایک بھاری اور کرخت آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔

"رچرڈ سپیکنگ باس۔ اوور"۔—— رچرڈ نے قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر ایک کہو رچرڈ۔ اوور"—— کنگ نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سوری باس!—— آئندہ غلطی نہ ہو گی۔ اوور"—— رچرڈ نے جواب دیا۔

"اوکے!—— اجلاس کی رپورٹ دو۔ اوور"—— کنگ نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"اجلاس کامیاب رہا ہے باس!—— تمام ممبرز تقسیم پر راضی ہیں۔ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا—— اور باقی تمام پوائنٹس پر بھی رضامندی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اوور"۔ رچرڈ نے جواب دیا۔

"بہت خوب!۔ اچھا سنو نمبر ایک!—— میں تمہیں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔

تم تمام گروہوں کی خفیہ طور پر نگرانی کرو گے اور مجھے براہ راست رپورٹ دو گے—— مگر یہ سن لو کہ میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہ کروں گا۔ اوور"—— کنگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس!—— آپ بے فکر رہیں—— آپ کے احکامات کی پوری پوری تعمیل کی جائے گی۔ اوور"—— رچرڈ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میں ہر کام ٹھیک ٹھاک چاہتا ہوں اور بس۔ اوور"—— کنگ نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس!—— آپ کے ہوتے ہوئے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا—— پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی—— رہ گئی انٹیلی جنس—— تو اس کا بندوبست آپ نے کر ہی دیا ہے۔ اوور"—— رچرڈ نے کہا۔

"ہاں!—— ان کی طرف سے بے فکر رہو—— ان کے علاوہ اگر کوئی اور خطرہ ہو تو وہ مجھے بتا دو تاکہ میں اس کا انتظام بھی کر دوں۔ اوور"—— کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس اور تو کسی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ البتہ ایک احمق سا شخص ہے۔ وہ اگر ہماری لائن پر لگ گیا تو ہمیں دشواریاں پیش آ سکتی ہیں۔ اوور"—— رچرڈ نے رک رک کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"احمق سا شخص!—— کیا مطلب—— کھل کر بات کرو۔ اوور"—— کنگ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"باس!—— یہاں دارالحکومت میں ایک نوجوان رہتا ہے—— اس کا نام علی عمران ہے—— وہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان کا اکلوتا لڑکا ہے بظاہر بالکل احمق سا نوجوان ہے مگر انتہائی خطرناک، عیار اور ذہین ہے۔ مجھے دارالحکومت میں کام کرتے ہوئے بیس سال ہو گئے ہیں۔ میں نے بے شمار بین الاقوامی

مجرموں کا اس کے ہاتھوں خاتمہ ہوتے دیکھا ہے۔ اوور" ـــــ رچرڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ! ـــ مگر وہ کس محکمہ سے متعلق ہے۔ اوور" ـــــ کنگ کی آواز میں تشویش نمایاں تھی۔

"بظاہر تو اس کا تعلق کسی محکمہ سے نہیں ـــــ وہ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا دوست ہے ـــ وہی اس کا خرچہ اٹھاتا ہے۔ ـــ مگر جب بھی وہ کسی تنظیم یا شخص کے پیچھے لگ جاتے تو پھر عزرائیل کا کام کرتا ہے۔ اوور" ـــ رچرڈ نے جواب دیا۔

"تو کیا آج تک اس کے خاتمے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اوور" ــــ کنگ نے پوچھا۔

"بے شمار بار کوششیں کی گئیں ـــ مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی ـــ البتہ کوشش کرنے والے انجام کو پہنچ گئے۔ ویسے عام طور پر وہ مقامی زیر زمین سرگرمیوں میں دخل نہیں دیتا ـــ صرف بین الاقوامی تنظیموں اور مجرموں کے خلاف کام کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس سے فی الحال تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اوور" ـــ رچرڈ نے جواب دیا۔

"مگر میں ایسے شخص کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا ـــ اس کا کانٹا راستے سے نکالنا ہی پڑے گا ـــ اس کی رہائش گاہ جانتے ہو۔ اوور ـــ؟" کنگ نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"جی ہاں ! ـــ وہ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ایک سو گیارہ میں رہتا ہے۔ مگر اکثر فلیٹ سے غائب رہتا ہے۔ اوور" ـــــ رچرڈ نے جواب دیا۔

"اچھا تم ایسا کرو کہ اس کے فلیٹ کے سامنے جاکر ٹھہرو اور اس کی نگرانی کرو جیسے

ہی وہ فلیٹ سے باہر نکلے یا اندر جاتے اپنے سر پر اس طرح ہاتھ پھیرنا جیسے بال سنوار رہے ہو۔ اس کے بعد تم چلے جانا ـــ پھر میں دیکھ لوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اوور" ـــــ کنگ نے کہا۔

"بہتر باس ! ـــ کیا میں ابھی روانہ ہو جاؤں۔ اوور" ـــــ ؟ رچرڈ نے پوچھا۔

"نہیں ـــ پہلے تم اس کے فلیٹ پر فون کر کے پتہ کرو کہ آیا وہ فلیٹ میں ہے یا نہیں ـــ اور مجھے بتاؤ ـــ اگر وہ موجود ہو تو پھر وہاں چلے جانا۔ اوور" ـــــ کنگ نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس ! ـــ مگر میرا مشورہ ہے کہ آپ اُسے نہ چھیڑیں ـــ اگر ہمارا حملہ ناکام رہا تو وہ ہماری لائن پر لگ جائے گا۔ اوور" ـــــ رچرڈ سے فقرہ مکمل نہ ہو سکا۔

"تم بزدل ہو نمبر 1 ! ـــ اور میں بزدلی برداشت نہیں کر سکتا ـــ تم نے ایک عام سے شخص کو مافوق الفطرت سمجھ لیا ہے ـــ تم دیکھنا کہ اس کا حشر کیا ہوتا ہے۔ اوور" ـــــ کنگ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ! ـــ جیسا آپ چاہیں ـــ میں ابھی فون کر کے اس کا پتہ کرتا ہوں۔ اوور" ـــ رچرڈ نے کہا۔

"ٹرانسمیٹر آن رکھو اور فون کرو ـــ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔ اوور" ـ کنگ نے کہا۔

اور رچرڈ نے تیزی سے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور عمران کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ جلد ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"عمران صاحب ہیں ـ ؟ میں ایئرپورٹ سے بول رہا ہوں" ـــ رچرڈ نے

آواز تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"ایئر اور پورٹ سے ۔۔۔ تو کیا اب ہوائیں بھی بندرگاہیں بن گئی ہیں ۔۔۔ ؟ میں عمران بول رہا ہوں" ۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب ۔۔۔ آپ کا ایک مہمان ایئرپورٹ پر موجود ہے ۔۔۔ آپ ان سے یہاں آکر مل لیں" ۔۔۔ ریچرڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں نے سن لیا ہے ۔۔۔ تم نے اچھا کیا کہ اسے ایئرپورٹ جانے کے لئے کہہ دیا ۔۔۔ تم فوراً اس کے فلیٹ پر پہنچو۔ اوور" ۔۔۔ کنگ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر ٹرانسمیٹر سے چڑیوں کی چہکار سنائی دینے لگی۔

ریچرڈ نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے الماری میں رکھا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ اسے معلوم تھا کہ کنگ روڈ وہاں سے نزدیک ہے اور وہ چند ہی منٹ میں وہاں پہنچ جائے گا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہر ممکن جلدی سے کام لے رہا تھا تاکہ کنگ سے پہلے پہنچ جائے۔



عمران نے رابطہ ختم ہوتے ہی رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ آجکل وہ فارغ تھا اور اس فراغت کے دور میں وہ

تفریح کرتے کرتے جب بور ہو گیا تو اس نے مطالعے میں اپنے آپ کو غرق کر لیا۔ نجانے کہاں سے کتابیں بذریعہ ڈاک آ رہی تھیں۔ اور عمران اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھا کتابیں پڑھتا رہتا۔

سلیمان بے چارہ عمران کو سارا دن اور ساری رات چائے پلا پلا کر تنگ آ چکا تھا۔ کتابیں ختم ہی نہ ہو رہی تھیں۔

عمران نے ٹیلیفون ڈائریکٹری اپنے کمرے میں رکھا ہوا تھا اور جب کسی کتاب کے مطالعے سے تھک جاتا تو بین الاقوامی ڈائریکٹری سے بڑے بڑے کتب فروشوں اور پبلشروں کے ٹیلیفون نمبر چھانٹتا اور پھر کال بک کرا کے انہیں نئی نئی کتابوں کے آرڈر دیتا رہتا۔

اسے مطالعے میں غرق ہوتے ابھی صرف پندرہ روز ہی گذرے تھے کہ اس کے کمرے میں ہر طرف کتابیں ہی کتابیں بکھر گئیں۔

"صاحب ۔۔۔ خدا کے لئے اب ان کتابوں کو بند کر دیجئے" ۔۔۔ سلیمان نے ایک بار ہاتھ جوڑتے ہوئے انتہائی عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ایسے جاہل باورچی ۔۔۔ تم ان کتابوں کو کیا جانو ۔۔۔ ان کے پڑھنے سے دماغ میں روشنی آتی ہے" ۔۔۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جناب ۔۔۔ اب آپ کے دماغ میں اتنی روشنی بھر چکی ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں فیوز ہی نہ اڑ جائے" ۔۔۔ سلیمان نے مسمسی سی صورت بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

سلیمان نے بڑی خوبصورت بات کہی تھی اور عمران کی فطرت تھی کہ خوبصورت اور تکنیکی بات چاہے جس سے بھی سنتا اسی کی دل کھول کر تعریف کرتا۔

"اچھا جی ۔۔۔ اب ہم پر بھی جگت بازی شروع ہو گئی" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب! — آپ جو بازی جی چاہے کر لیجئے — مگر یہ کتاب بازی بند کر دیجئے — میرا تو چائے بناتے بناتے اور پلاتے پلاتے دماغ خراب ہو چکا ہے اور جب تک یہ کتاب بازی چلتی رہے گی — چائے بھی چلتی رہے گی — اور سلیمان غریب پر قہر خداوندی ٹوٹتا رہے گا" — سلیمان نے اسی طرح عاجزانہ لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"سوپر فیاض فرام انٹیلی جنس سپیکنگ" — دوسری طرف سے سوپر فیاض کی بڑی فاخرانہ آواز سنائی دی۔ اور عمران کو تو ایسا موقع اللہ دے۔ اس نے آواز بدل کر فیاض کے لئے لینے شروع کر دیئے۔

اور پھر جب فیاض نے جھنجلا کر رابطہ ختم کیا تو عمران تصور ہی میں اس کا اندازہ کر رہا تھا اور اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اب فیاض ہر ممکن طریقے سے اس کا کھوج لگانے کی کوشش کرے گا اور اُسے آسانی سے سنٹرل ایکس چینج سے عمران کا نمبر مل جائے گا — پھر ظاہر ہے کہ فیاض آندھی اور طوفان کی طرح اُڑتا چلا آئے گا۔ اور اب جبکہ سر رحمان ملک میں موجود نہیں ہیں وہ یقیناً عمران کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی آخری حد تک چلا جائے گا۔ چنانچہ جب رابطہ ختم ہوتے ہی عمران نے رسیور کریڈل پر رکھا تو اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

رسیور رکھتے ہی عمران تیزی سے اچھلا اور پھر سیدھا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے میک اپ کیا۔ لباس بدلا اور اپنے کمرے سے نکل کر سیدھا ڈرائینگ روم میں آگیا۔

"سلیمان — ابے او سلیمان! — جلدی سے آ — ورنہ باقی ساری عمر حوالات میں سڑتے گزر جائے گی" — عمران نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے ہانک لگائی اور سلیمان دوڑتا ہوا ڈرائینگ روم میں آیا مگر سامنے عمران کی بجائے ایک سنجیدہ سے شخص کو بیٹھے دیکھا تو ٹھٹھک گیا۔

"ابے دیکھتا کیا ہے — سوپر فیاض ہتھکڑیاں لئے بس اب پہنچنے ہی والا ہے تم ایسے کرنا کہ جب وہ آئے تو بڑی معصوم سی شکل بنا کر کہہ دینا کہ عمران صاحب تو بس ابھی ابھی نکل کر گئے ہیں اور میں ظاہر ہے عمران سے ملنے آیا ہوں اور اس کا انتظار کر رہا ہوں" — عمران نے اسے پورا ڈرامہ سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! — مگر میں مہمان کو چائے پلوانے کا پابند نہیں ہوں — پہلے کتابیں پڑھتے ہوئے آپ چائے پیتے رہے اور اب مہمان بن کر پینا شروع کر دیں" — سلیمان نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا — بس اب بھاگ کر جاؤ اور بیرونی دروازہ اندر سے کھول دو" — عمران نے کہا اور سلیمان بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کی چٹخنی کھول کر جیسے ہی سلیمان واپس مڑا۔ اسے اندر کمرے میں پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی سنائی دی۔

"ٹیلیفون یہیں اٹھا لا — دیکھو اب کون ٹپک پڑا ہے" — عمران نے بھی گھنٹی کی آواز سن لی تھی۔

سلیمان نے خاموشی سے ٹیلیفون سیٹ لا کر درمیانی میز پر رکھ دیا اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"عمران صاحب ہیں — ؟ میں ایئرپورٹ سے بول رہا ہوں" — دوسری طرف سے ایک اجنبی سی آواز سنائی دی۔

"ایئر اوہ پورٹ سے ۔۔۔ تو کیا اب ہواؤں میں بھی بندرگاہیں بن گئی ہیں ۔۔۔؟ میں عمران بول رہا ہوں" ۔۔۔ عمران نے حسب عادت مذاق کے بعد اپنا نام بتایا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ آپ کا مہمان ایئرپورٹ پر موجود ہے ۔۔۔ آپ اس سے یہاں آ کر مل لیں" ۔۔۔ دوسری طرف سے سپاٹ لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

عمران چند لمحے حیرت سے رسیور کو دیکھتا رہا۔ بات اس کے حلق سے نہ اتر رہی تھی۔ اس نے رسیور آہستہ آہستہ سے کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ ایئرپورٹ پر مہمان وغیرہ کا چکر شاید اس کی فلیٹ میں موجودگی کا پتہ کرنے کے لئے چلایا گیا ہے یا پھر کوئی شخص اسے کسی مقصد کے لئے ایئرپورٹ پر بلانا چاہتا ہے۔

ابھی عمران سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ اچانک سیڑھیوں پر دھم دھم کی آوازیں سنائی دیں۔ جیسے کئی آدمی انتہائی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے چلے آ رہے ہوں۔ سب سے آگے آنے والے کے قدموں میں ضرورت سے زیادہ ہی تیزی تھی اور پھر ایک دھماکے سے دروازہ کھلا اور سوپر فیاض ہاتھ میں ریوالور پکڑے آندھی اور طوفان کی طرح ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک غصے اور جوش کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے پیچھے چار اور آدمی ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے اندر داخل ہوئے۔

"کہاں ہے ۔۔۔؟ عمران کہاں ہے" ۔۔۔؟ سوپر فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم ۔۔۔ اس کے باورچی سے پوچھ لو" ۔۔۔ عمران نے لہجے کو بدل کر بناتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم کون ہو ۔۔۔؟ اور یہ عمران کہاں ہے" ۔۔۔؟ سوپر فیاض تیزی

سے اندر والے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

اسی لمحے سلیمان دروازے پر ظاہر ہوا

"عمران کہاں ہے" ۔۔۔؟ سوپر فیاض نے ریوالور کی نال سلیمان کے سینے پر رکھتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"تیسری جیب میں ہے جناب" ۔۔۔ سلیمان نے خلاف توقع انتہائی ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

اور دوسرے لمحے سوپر فیاض کا ہاتھ گھوما۔ مگر سلیمان تیزی سے نیچے جھک گیا اور سوپر فیاض کا ہاتھ فضا میں ہی گھوم گیا۔

"تم بدمعاش کمینے ۔۔۔ تم بھی عمران کے جوڑی دار ہو ۔۔۔ اسے گرفتار کر لو" ۔۔۔ سوپر فیاض نے جھلا کر پیچھے کھڑے ہوئے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ایک آدمی جو ہاتھ میں ہتھکڑیاں پکڑے ہوئے تھا تیزی سے آگے بڑھا۔

"ٹھہرو! ۔۔۔ کیا بات ہے ۔۔۔؟ کون ہو تم ۔۔۔؟ اور اسے کیوں گرفتار کر رہے ہو" ۔۔۔؟ اچانک عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ تھی۔

"تم کون ہو پوچھنے والے ۔۔۔؟ اسے بھی گرفتار کر لو ۔۔۔ اس نے مجھ پر غرانے کی جرأت کی ہے" ۔۔۔ سوپر فیاض جھلا کر عمران پر چڑھ دوڑا۔

"ہوش میں رہ کر بات کرو مسٹر! ۔۔۔ تم ایک شریف آدمی سے بات کر رہے ہو۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا حدود اربعہ کیا ہے" ۔۔۔؟ عمران نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا

اور سوپر فیاض نجانے اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی بے پناہ سنجیدگی سے مرعوب ہو گیا یا اس کے لہجے سے ۔۔۔ وہ عمران کو غور سے دیکھنے لگا۔ پھر قدرے

ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ فیاض ہوں فرام انٹیلی جنس" ـــــ سوپر فیاض نے اپنا تعارف کرایا۔

"اوہ! ـــ تو تم ہی ہو سپرنٹنڈنٹ فیاض! ـــ بہت خوب! ـــ یہاں کی حکومت نے واقعی چن کر تمہیں سپرنٹنڈنٹ بنایا ہے" ـــــ عمران نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ـــ؟ کیا تم اس ملک کے باشندے نہیں ہو" ـــــ؟ سوپر فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"مجھے کرنل فریدی کہتے ہیں ـــ اور میں آج ہی یورشیا سے آیا ہوں ـــ عمران سے ملنا ہے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کرنل فریدی" ـــ سوپر فیاض یوں چونکا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔ کرنل فریدی کے کارناموں سے کون واقف نہ تھا۔

"عمران تمہاری تعریفیں بہت کرتا تھا ـــ بہرحال آج تم سے ملاقات ہوگئی۔ مگر یہ قصہ کیا ہے ـ ـ؟ تم سلیمان کو کیوں گرفتار کر رہے ہو ـــ؟ اور پھر یوں عمران کے فلیٹ میں ہتھکڑیاں اور ریوالور لئے داخل ہوتے ـ ـ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی" ـــــ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــ جناب کچھ نہیں ـــ میں تو بس مذاق کر رہا تھا ـــ عمران اور میرے درمیان ایسی چھیڑ چھاڑ چلتی ہی رہتی ہے ـــ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ـــ آپ کے کارناموں کی دھومیں تو سنی تھیں۔ آج ملاقات بھی ہوگئی"۔ سوپر فیاض کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ ظاہر ہے کہ کرنل فریدی کے سامنے وہ عمران کی گرفتاری کا کیا جواز پیش کرتا۔ اور اُسے یہ بھی علم تھا کہ کرنل فریدی کے

تعلقات براہ راست اعلیٰ حکام سے ہیں

"اچھا اچھا تو یہ چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی ـــ بہت خوب ـــ عمران تو ابھی ابھی فلیٹ سے گیا ہے ـــ میرے پاس دس منٹ فالتو تھے ـ میں نے سوچا کہ انتظار ہی کر لوں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو" ـــــ سوپر فیاض نے تحمل سے انداز میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بڑے بے ڈھب انداز میں کرنل فریدی سے تعارف ہوا ہے۔

"ارے نہیں ـــ بس عمران سے ملنے آگیا تھا ـــ سر رحمان سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں انٹیلی جنس کے بارے میں ایک خصوصی پیغام اپنے ملک جاتے ہوئے صدر مملکت کو دیتا جاؤں ـــ چنانچہ میں یہاں ٹھہر گیا" ـــــ عمران نے کہا۔

"اوہ! ـــ انٹیلی جنس کے بارے میں سر رحمان کا خصوصی پیغام" ـــ سوپر فیاض کے بے اختیار کان کھڑے ہو گئے۔

"ہاں! ـــ ایک انتہائی خفیہ پیغام تھا ـــ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں بتا نہیں سکتا ـــ ویسے اتنا بتا دوں کہ اس کا مرکزی نقطہ تمہاری ذات ہی ہے"۔ عمران نے اُسے اور زیادہ پریشان کرنے کے لئے شوشہ چھوڑا۔

"میری ذات" ـــــ سوپر فیاض کا رنگ زرد پڑ گیا۔

"تم عمران کے دوست ہو اس لئے اتنا اشارہ کر دوں کہ یہاں کے ایک اعلیٰ ترین ہوٹل کے مالک نے جو سر رحمان کے ذاتی دوست ہیں۔ ان کے علم میں تمہارے متعلق کوئی بات ہوئی ہے جس کے متعلق انہوں نے فوری ایکشن کے طور پر پیغام بھیجا ہے جو میں نے صدر مملکت کو پہنچا دیا ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"جی ۔ جی ۔ جی ۔۔۔ مگر ۔۔۔" سوپر فیاض کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے ۔

"بہرحال میں میں کیا کہہ سکتا ہوں ۔۔۔ یہ تمہارے اپنے مسائل ہیں ۔ ویسے ایک بات کہہ دوں کہ اگر تم نے عمران کو درمیان میں نہ ڈالا تو پھر تمہارے لئے بڑی مشکل پیدا ہو جائے گی ۔۔۔ میرے نزدیک عمران ہی اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا ۔

"ہب ۔ ہب ۔ بہتر ۔۔۔ آپ میری سفارش کر دیجئے" ۔۔۔ سوپر فیاض نے التجائیہ لہجے میں کہا ۔

"دیکھو ۔۔۔ میں پانچ منٹ اور اس کا انتظار کروں گا ۔ پھر میں تو چلا جاؤں گا اگر اس دوران عمران آگیا تو میں ضرور سفارش کروں گا" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ۔

"اچھا جناب مجھے اجازت ! ۔۔۔ میں پھر آؤں گا ۔۔۔ آپ پلیز ضرور میری سفارش کر دیجئے" ۔۔۔ سوپر فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا ۔

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا ۔ اس کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ تھی ۔ اسے معلوم تھا کہ اب سوپر فیاض اس کے آگے ہاتھ جوڑنے پر مجبور ہو جائے گا ۔

"صاحب ! ۔۔۔ خوب بیوقوف بنایا" ۔۔۔ سلیمان جو دروازے میں کھڑا سب باتیں سن رہا تھا ، ہنستے ہوئے بولا ۔

"اسے شکر کرو کہ تمہاری جان بچوا دی ۔۔۔ ورنہ سوپر فیاض نے آج تمہیں ہتھکڑیاں لگا دینی تھیں ۔۔۔ بس اب جاؤ اس خوشی میں ایک چائے پلوا دو" ۔۔۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ڈریسنگ روم میں گھس گیا ۔ اس کے ذہن میں وہ کال کھٹک رہی تھی جس میں اسے ایئرپورٹ پر بلایا گیا تھا ۔

اور پھر جب تک عمران اپنے اصل روپ میں واپس ڈرائنگ روم میں آتا ۔ سلیمان نے چائے کی پیالی میز پر لا کر رکھ دی ۔

"سنو سلیمان ! ۔۔۔ میں ذرا ایئرپورٹ پر جارہا ہوں ۔۔۔ کوئی ٹیلیفون آئے تو اٹنڈ کر لینا" ۔۔۔ عمران نے چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے کہا ۔

"بہتر ۔۔۔ بس اب آپ جلدی سے چل پڑیئے تاکہ میں اطمینان سے حریرہ بادام تیار کر کے کھا سکوں" ۔۔۔ سلیمان نے بڑے معصومانہ لہجے میں کہا ۔

"ہوں ! ۔۔۔ تو یہ عیش ہو رہے ہیں ۔۔۔ میں بھی کہوں کہ آخر یہ باورچی خانے کا خرچ یکدم ڈبل کیوں ہو گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا ۔

"جناب آپ سے دن بھر جو بک بک جھک جھک کرنا پڑتی ہے ۔۔۔ اگر میں حریرہ بادام نہ کھاؤں تو اب تک پاگل خانے پہنچ چکا ہوتا" ۔۔۔ سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے باورچی خانے کی طرف بڑھتا چلا گیا

عمران مسکراتا ہوا مڑا اور پھر دروازہ کھول کر فلیٹ سے باہر نکلتا چلا گیا ۔

ریچرڈ جلد ہی کنگ روڈ پر عمران کے فلیٹ کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے گاڑی ایک ایسی جگہ پر کھڑی کی، جہاں قریب ہی بک سٹال تھا۔ کار سے نکل کر اس نے ایک اخبار خریدا اور پھر اخبار کی اوٹ سے اس نے عمران کے فلیٹ سے نکلنے والی سیڑھیوں پر نظریں جما دیں۔ اُسے معلوم تھا کہ راسکلز کنگ اُسے دیکھ رہا ہوگا۔ چونکہ جس بلڈنگ میں عمران کا فلیٹ تھا وہاں کئی دوسرے فلیٹ بھی تھے اس لئے عمارت کے دروازے سے کئی لوگ آ جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ریچرڈ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو عمارت سے باہر نکلتے دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں باہر آیا تھا۔ اس کے پیچھے چار افراد تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی وہ سب تیزی سے قریب کھڑی ہوئی جیپ کی طرف بڑھتے چلے گئے اور چند لمحوں بعد جیپ آگے بڑھ کر موڑ مڑ گئی۔

ریچرڈ عمران کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں عمران میک اپ میں نہ ہو۔ کیونکہ میک اپ میں عمران کو وہ شناخت نہ پہچان سکتا۔

مگر دوسرے لمحے ریچرڈ چونک پڑا۔ اُسے عمارت کے صدر دروازے سے عمران باہر نکلتا نظر آیا اور تھا بھی وہ اکیلا۔ ریچرڈ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اس طرح

سر پر پھیرنا شروع کر دیا جیسے اپنے بال سنوار رہا ہو۔

عمران صدر دروازے سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ وہ شاید ٹیکسی روکنا چاہتا تھا اب ریچرڈ کی تیز نظریں عمران کے ساتھ ساتھ ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ بار بار اپنا ہاتھ سر پر پھیر رہا تھا۔

سڑک پر کافی ٹریفک تھا۔ عمران کی تیز نظریں سڑک پر دوڑنے والی ٹیکسیوں پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور عمران کے بالکل سامنے سے گزرنے والی ایک بس کا شیشہ ٹوٹ گیا اور بس کے اندر سے ایک انسانی چیخ بلند ہوئی۔

ریچرڈ نے جیسے ہی گولی چلنے کی آواز سنی۔ اس نے عمران کو اچانک اپنی جگہ سے اچھلتے اور انتہائی تیزی سے قریبی مارکیٹ کے برآمدے کی ستون کی آڑ میں ہوتے دیکھا۔

بس ذرا دور جا کر رک گئی تھی اور اب وہاں ایک اودھم مچ گیا۔ لوگ جمع ہونے لگ گئے۔ یہ عمران کی خوش قسمتی تھی کہ اچانک سامنے بس آ جانے سے وہ بچ گیا تھا۔

ریچرڈ کی نظریں اس جگہ پر جم گئیں جہاں سے گولی چلائی گئی تھی۔ مگر جس سمت سے گولی آئی تھی وہاں ایک کیفے تھا۔ کیفے کی چھت پر کسی ٹوتھ پیسٹ کا بہت بڑا نیون سائن بنا ہوا تھا۔ وہاں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں سے گولی چلائی جا سکتی ریچرڈ کی تیز نظریں اسی کیفے پر جمی ہوئی تھیں۔ مگر وہاں ایسا کوئی آدمی یا جگہ نظر نہ آ رہی تھی جہاں سے دور مار رائفل سے گولی چلائے جانے کا امکان ہوتا۔ ریچرڈ کا ذہن چکرا گیا کہ آخر گولی کہاں سے چلائی گئی تھی۔

اب دکاندار بھی دوڑ دوڑ کر بس کی طرف جا رہے تھے اور پھر ریچرڈ نے

عمران کو ایک شخص کی آڑ میں ہو کر بس کی طرف بھاگتے دیکھا۔ مگر دوسرے لمحے اُسے اُس نیون سائن کے اوپر ایک شعلہ سا چمکتا نظر آیا۔ اور اُسی لمحے اُس نے عمران کو پھرتی سے نیچے گرتے دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے محسوس ہوا کہ عمران کو گولی لگ گئی ہے مگر دوسرے لمحے اس نے ایک اور شخص کو زمین پر گر کر تڑپتے دیکھا۔

عمران نے نیچے گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر ایک ہی چھلانگ میں وہ ایک اور ستون کی آڑ میں ہو گیا تھا۔

اب تو بازار میں بُری طرح بھگدڑ مچ گئی۔ رچرڈ کی نظریں نیون سائن بورڈ پر جمی ہوئی تھیں جہاں سے اس نے گولی چلنے سے چند لمحے قبل شعلہ چمکتے دیکھا تھا۔ مگر نیون سائن بورڈ پر اُسے ایسی کوئی جگہ نظر نہ آ رہی تھی جہاں سے کوئی شخص گولی چلا سکتا۔

رچرڈ نے عمران کو اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اُسے اچھل کر دوسرے ستون کے پیچھے چھپتے دیکھا اور اسی دوران ایک اور گولی چلی جو عمران کے بالکل قریب سے گزرتی ہوئی ایک دکان کے شوکیس کا شیشہ توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔

عمران اس بار بھی بچ گیا تھا۔

رچرڈ عمران کی قسمت پر حیــــران تھا کہ اُسی لمحے اُسے دُور سے پولیس کار کے سائرن سنائی دیئے۔ سائرن سنتے ہی وہ تیزی سے کار کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے اس کی کار تیز رفتاری سے مڑتی ہوئی جائے وقوعہ سے دور ہوتی چلی گئی۔ وہ ایسے خطرناک موقع پر پولیس کے سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔

راسکلز کنگ کا حملہ بُری طرح ناکام ہو چکا تھا اور اب رچرڈ کو خدشہ تھا کہ عمران کسی شکاری کتے کی طرح ان کی بُو پر نہ لگ جائے۔ وہ خاصی تیز رفتاری سے

کار دوڑاتا ہوا سیدھا اپنے ہوٹل پہنچا اور چند لمحوں بعد وہ اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ اسے کنگ کی طرف سے کسی کال کا انتظار تھا۔ اور پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ رچرڈ نے بڑی پھرتی سے رسیور اٹھالیا۔

"نمبرون سپیکنگ" ــــ رچرڈ نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

"کنگ سپیکنگ! ــــ تم واپس آ گئے ــــ کیا رزلٹ رہا" ــــ دوسری طرف سے راسکلز کنگ کی مطمئن آواز سنائی دی۔

"جناب! ــــ حملہ ناکام ہو گیا ہے ــــ عمران بچ گیا ہے اور اب مجھے خدشہ ہے کہ وہ ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ جائے گا" ــــ رچرڈ نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے اُسے یہ سن کر مایوسی ہوئی تھی کہ کنگ بذات خود حملہ کر رہا تھا جبکہ اس سے پہلے اس کا خیال یہی تھا کہ شاید کنگ بذات خود حملہ کرے۔ اور وہ نیون سائن پر نظریں اس لئے جمائے ہوئے تھا کہ شاید کنگ کی شکل نظر آجائے۔

"حملہ ناکام ہو گیا! ــــ کیا کہہ رہے ہو ــــ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے" ــــ؟ کنگ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب! ــــ آپ کے آدمی نے جگہ تو بڑی اچھی منتخب کی تھی اور شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا کیونکہ جب اس نے پہلی گولی چلائی تو اس وقت عمران سڑک کے کنارے ٹیکسی کے انتظار میں بڑے مطمئن انداز میں کھڑا تھا مگر جیسے ہی گولی چلی ایک قریبی روٹ سے اچانک ایک بس عمران کے سامنے آ گئی ــــ دوسری گولی کے وقت عمران نیچے گر گیا ــــ اور تیسری گولی اُسے چھو نہ سکی۔ اور ہونا بھی ایسا ہی تھا کیونکہ عمــــران پہلی گولی چلتے ہی سنبھل گیا تھا" رچرڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — اسے بیڈ لک ہی کہا جا سکتا ہے — بہرحال تم فکر نہ کرو۔ عمران گنگ کے ہاتھوں زیادہ دیر تک نہیں بچ سکتا — میں دیکھوں گا کہ قسمت اسے کتنی دیر محفوظ رکھتی ہے" — گنگ نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب! — مگر میں ایک بار پھر کہوں گا کہ آپ محتاط رہیں" — رچرڈ نے کہا۔

"شٹ اپ! — تم گنگ کو نہیں جانتے — جس کی موت کا فیصلہ گنگ کر لے اس کے سانس گنے جاتے ہیں — خبردار! آئندہ مجھے اس قسم کے مشورے دینے کی جرأت نہ کرنا" — گنگ کی سخت آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

رچرڈ نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اُسے اب گنگ سمیت اپنی عاقبت صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ عمران کو اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک بار وہ کسی کی راہ پر لگ جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اُسے نہیں روک سکتی۔ مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ گنگ اس کے بس سے باہر تھا۔ پھر چند لمحوں کے غور و فکر کرنے کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ چند روز کے لئے انڈر گراؤنڈ چلا جائے تاکہ اگر عمران کوئی کارروائی کرے بھی سہی تو اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سوچ کر اس نے رسیور اٹھایا اور اپنے خاص آدمیوں کو ٹیلیفون پر ہدایات دینے کے لئے تیزی سے نمبر گھمانے میں مصروف ہو گیا۔

عمران اپنے فلیٹ سے نکل کر سڑک پر آیا۔ اس کا ارادہ ٹیکسی کر کے ایئرپورٹ جانے کا تھا۔ وہ سڑک کے کنارے بڑا اطمینان سے کھڑا سڑک پر دوڑنے والی ٹیکسیوں کو گھور رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں قریبی بس سٹال پر پڑ گئیں۔ اس نے وہاں ہوٹل الاسکا کی سٹاف کار کھڑی دیکھی۔ کار کی نمبر پلیٹ پر ہوٹل الاسکا کا مخصوص نشان موجود تھا۔ اور پھر اس کی نظریں قریبی آدمی پر پڑ گئیں جو منہ کے سامنے اخبار رکھے کھڑا تھا۔ عمران نے تیزی سے منہ پھیر لیا مگر کن انکھیوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے اخبار ہٹا کر عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے ہوٹل الاسکا کے مالک کو پہچان لیا۔ رچرڈ کے متعلق وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ زیر زمین سرگرمیوں میں ملوث ہے مگر یہ بات بھی اُسے معلوم تھی کہ اس کی سرگرمیاں بڑی محدود رہتی ہیں۔ پھر یہ پُراسرار کال اور عمران کے فلیٹ کے باہر رچرڈ کی پُراسرار موجودگی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

اسی لمحے عمران نے قریبی بائی روڈ سے ایک بس کو نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا جیسے ہی بس اس کے سامنے پہنچی، اچانک عمران کے کانوں میں دُور مار رائفل کے چلنے کی مخصوص آواز اور پھر بس کا شیشہ ٹوٹنے اور انسانی چیخ سنائی دی اور عمران ایک لمحے میں سمجھ گیا کہ یہ حملہ اس پر کیا گیا تھا جو اچانک بس کے سامنے آنے کی وجہ سے

ختم ہو گیا۔ عمران تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور انتہائی تیزی سے قریبی مارکیٹ کے برآمدے کے ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ بس آگے جا کر رک گئی تھی اور اب وہاں ایک اودھم سا مچ گیا تھا۔

عمران کی تیز نظریں اس جگہ کا جائزہ لے رہی تھیں جہاں سے اس کے خیال کے مطابق فائر کیا گیا تھا۔ مگر سامنے ایک کیفے تھا جس کی سیدھی چھت اس طرف سے صاف نظر آ رہی تھی۔ کیفے کی چھت پر ایک ٹوتھ پیسٹ کا جہازی سائز کا نیون سائن جل بجھ رہا تھا۔

ستون کی آڑ میں چند لمحے رکنے کے بعد عمران نے مجرم کو سامنے لے آنے کی ایک اور کوشش کی اور ایک اور شخص کی آڑ لے کر وہ تیزی سے ستون کے پیچھے سے نکل کر بھاگا اور اسی لمحے عمران کو نیون سائن پر ایک ننھا سا شعلہ چمکتا نظر آیا اور عمران ایک جھٹکے سے نیچے گرا۔ دور مار رائفل کی مخصوص آواز ایک بار پھر سنائی دی اور پھر عمران کے پیچھے ایک اور شخص زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

اب عمران مجرم کی پناہ گاہ دیکھ چکا تھا۔ مجرم نیون سائن کے پیچھے بیٹھا فائر کر رہا تھا۔

عمران نے نیچے گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر ایک ہی چھلانگ میں وہ ایک اور ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اب تو بازار میں بری طرح بھگدڑ مچ گئی۔

عمران کی نظریں اس نیون سائن پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد عمران اچانک ستون کی آڑ سے نکلا اور بجلی کی سی تیزی سے ایک اور ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اسی لمحے نیون سائن پر ایک بار پھر شعلہ سا چمکا اور گولی عمران کے بالکل قریب سے نکلتی ہوئی ایک دکان کے شوکیس کے شیشے میں گھستی چلی گئی۔

عمران جیسے ہی اس ستون کی آڑ میں پہنچا۔ اس نے دور سے پولیس کاروں کے

سائرن تیزی سے نزدیک آتے ہوئے سنے۔ اور ایک لمحے کے لیے عمران کی نظریں بک سٹال کی طرف اٹھ گئیں۔ اس نے رچرڈ کو اخبار پھینک کر تیزی سے کار میں بیٹھتے اور پھر کار موڑ کر واپس جاتے دیکھا۔ اسی لمحے اس نے نیون سائن کے پیچھے سے ایک سائے کو نیچے کودتے اور پھر تیزی سے کیفے کی چھت پر بھاگ کر پچھلی گلی میں کودتے دیکھا اور عمران ایک طویل سانس لے کر ستون کی آڑ سے نکل آیا۔ مجرموں کا یہ اچانک حملہ ناکام ہو چکا تھا۔ اور اس سلسلے میں فی الحال اس کے سامنے ہوٹل الاسکا کا مالک رچرڈ ہی واحد کلیو تھا۔

پھر پولیس کے جائے وقوعہ کو گھیر لینے سے پہلے ہی عمران وہاں سے دور نکل گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ ایک خالی ٹیکسی میں بیٹھا دانش منزل کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں رچرڈ کے متعلق کھچڑی سی پک رہی تھی۔ وہ رچرڈ کی محدود سرگرمیوں سے متعلق اچھی طرح جانتا تھا۔ پھر یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ اس بار وہ ایسے کونسے گروہ سے منسلک ہو گیا ہے جس نے یوں دیدہ دلیری سے برسرِعام عمران پر حملہ کر دیا ہے۔

ٹیکسی عمران نے دانش منزل سے مقصودی دور پہلے رکوا لی اور پھر ڈرائیور کو کرایہ دے کر وہ نیچے اتر آیا۔ گو اس نے اپنے تعاقب کا دھیان تو رکھا ہوا تھا مگر اس کے باوجود ٹیکسی سے اتر کر وہ سیدھا دانش منزل کی طرف جانے کی بجائے ایک قریبی کیفے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے کے قریب بیٹھ کر چائے کا آرڈر دیا اور پھر اطمینان سے چائے کی چسکیاں لینی شروع کر دیں۔ چائے پینے تک اس کی نگاہیں دروازے کی طرف ہی رہیں مگر جب اس نے کسی مشکوک آدمی یا کار کو نہ دیکھا تو بل ادا کر کے وہ کیفے سے باہر نکلا اور اطمینان سے دانش منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد عمران بلیک زیرو کے سامنے موجود تھا۔

"بلیک زیرو! ذرا بی الیون ٹرانسمیٹر اٹھا لاؤ" ــــ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں خیریت" ــ ؟ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! ــ فی الحال تو نزلہ زکام پر ہی گزارا ہو رہا ہے ــ ویسے ٹائیفائڈ کا شدید خطرہ ہے اس لئے خیریت قطعی نہیں ہے" ــــ عمران نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا اور بلیک زیرو بڑے ندامت آمیز انداز میں اٹھ کر سٹور روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسے اپنے احمقانہ سوال کا اچھی طرح احساس ہو گیا تھا۔

"یہ لیجئے" ــــ بلیک زیرو نے واپس آکر بی الیون ٹرانسمیٹر عمران کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

عمران نے ٹرانسمیٹر آن کر کے ایک مخصوص فریکونسی سیٹ کی اور پھر ٹرانسمشن بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر میں سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور اس کے ڈائل پر سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ عمران کی نظریں اس بلب پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اچانک سیٹی کی آواز آنا بند ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بلب بھی سبز ہو گیا اور ایک آواز سنائی دی۔

"یس نمبر الیون مقری سپیکنگ، اوور"۔

"ایکسٹو اوور" ــــ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"یس سر اوور" ــــ دوسری طرف سے آنے والی آواز یکدم مودبانہ ہو گئی۔

"کوئی رپورٹ اوور" ــــ عمران نے کہا۔

"یس سر! ــ ایک بات ابھی ابھی میرے علم میں لائی گئی ہے کہ کل رات الاسکا ہوٹل کے خفیہ تہہ خانوں میں شہر کے تمام چوٹی کے بدمعاشوں کا اجلاس ہوا ہے جس

کی سربراہی ہوٹل الاسکا کے مالک رچرڈ نے کی ہے ــــ پوری تفصیلات تو معلوم نہیں ہو سکیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ سب نے مل کر ایک تنظیم بنائی ہے اور شہر کے مختلف علاقے آپس میں بانٹ لئے ہیں ــ اور اس سلسلے میں کسی راسکلز کنگ کا نام بھی سنائی دیا ہے۔ اوور" ــــ نمبر الیون مقری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"رچرڈ اس وقت کہاں ہے۔ اوور" ــــ ؟ عمران نے پوچھا۔

"وہ اپنے مخصوص کمرے میں ہے جناب! ــ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کار میں باہر سے آیا ہے۔ اوور" ــــ الیون مقری نے جواب دیا۔

"ہوں! ــ الیون مقری! اس اجلاس کی مجھے مکمل رپورٹ چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی اپنا کوئی آدمی رچرڈ کی نگرانی پر لگا دو ــ اس کی نقل و حرکت کی بھی مکمل رپورٹ مجھے ملنی چاہیئے۔ اوور" ــــ عمران نے الیون مقری کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب! ــ میں رپورٹ ملتے ہی آپ کو اطلاع کر دونگا۔ اوور" ــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوور اینڈ آل" ــــ عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"بلیک زیرو! ــ بین الاقوامی مجرموں کی کیٹلاگ لے آؤ ــ یہ راسکلز کنگ مجھے کچھ جانا پہچانا معلوم ہو رہا ہے ــ شاید اس کے متعلق کہیں میں نے پڑھا ہے"۔ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا اٹھ کر لائبریری کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ٹائیگر سپیکنگ" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"عمران سپیکنگ" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"یس سر" ـــــ ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر! ـــــ ہوٹل الاسکا میں کوئی ملازمت حاصل کرو اور وہاں رہ کر اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھو ـــــ کسی بھی خاص بات کی رپورٹ مجھے ملتی رہنا چاہیئے"۔ عمران نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا اور دوسری طرف سے عمران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

اسی لمحے بلیک زیرو ایک ضخیم سی فائل اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے فائل عمران کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے" ـــــ ؟

"ہاں! ـــــ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ایئرپورٹ پر بلانے والی کال سے لیکر اپنے پر ہونے والے حملوں کی تفصیل بلیک زیرو کو بتائی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی نظریں فائل کے اندراجات پر پھسلتی چلی جا رہی تھیں۔

تقریباً ایک گھنٹے تک عمران فائل کے مطالعے میں مصروف رہا۔ مگر پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کر دی۔

"اس فائل میں تو اسکلاڈگنگ کا کہیں کوئی ذکر نہیں ـــــ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں پڑھا یا سُنا ضرور ہے ـــــ بلیک زیرو ذرا انٹرنیشنل ایجنسی کی سپیشل برانچ میں کال بک کرا کر مسٹر مارکم سے میری بات کراؤ ـــــ حوالہ ایکسٹو کا دے دینا" ـــــ عمران نے کہا۔

بلیک زیرو نے تیزی سے فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر میز کی دراز سے ایک چھوٹی سی فائل باہر نکال لی۔ وہ اس میں انٹرنیشنل ایجنسی کی سپیشل برانچ کا نمبر دیکھنا چاہتا تھا۔ انٹرنیشنل ایجنسی بین الاقوامی مجرموں کے خلاف اقوام متحدہ کے تحت ایک تنظیم بنائی گئی تھی۔ اس کی عملی کارکردگی تو اتنی اچھی نہیں تھی مگر اس ایجنسی کے تحت بین الاقوامی مجرموں کے متعلق جو لائبریری بنائی گئی تھی، وہ بڑی جامع اور مکمل تھی اور مسٹر مارکم اس لائبریری کے انچارج تھے جنہیں مجرموں کا انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ زیادہ تر مجرموں کے کوائف انہیں زبانی ہی یاد رہتے تھے۔ اس تنظیم کا صدر دفتر جنیوا میں تھا۔

نمبر دیکھ کر بلیک زیرو نے سنٹرل ایکسچینج میں فون کیا اور ایکسٹو کا حوالہ دیکر جنیوا ایجنسی کی سپیشل برانچ کے نمبر پر فوری طور پر کال ملانے کے لئے کہا۔ اور شاید یہ ایکسٹو کا حوالہ ہی تھا کہ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ بعد ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس" ـــــ بلیک زیرو نے رسیور اٹھا کر محتاط لہجے میں کہا۔

"سر! ـــــ انٹرنیشنل ایجنسی کی سپیشل برانچ سے بات کریں" ـــــ دوسری طرف سے آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ بات کراؤ" ـــــ بلیک زیرو نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو سپیشل برانچ انٹرنیشنل ایجنسی" ـــــ چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو چیف آف سیکرٹ سروس پاکیشیا سپیکنگ! ـــــ مسٹر مارکم سے بات کرائیں" ـــــ بلیک زیرو نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے ــــ ایک منٹ ہولڈ آن کیجئے" ــــ دوسری طرف سے موٴدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

پھر تقریباً بیس پچیس سیکنڈ کے بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور پھر ایک باوقار مردانہ آواز سنائی دی۔

"یس مارکم سپیکنگ"۔

"مسٹر مارکم! ــــ میرا ایک ماتحت علی عمران آپ سے بات کرنا چاہتا ہے" ــــ بلیک زیرو نے اسی طرح باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ علی عمران فرام پاکیشیا! ــــ ضرور جناب! ــــ ان سے بات کر کے مجھے دلی مسرت ہو گی" ــــ دوسری طرف سے مارکم کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے عمران کا نام سنتے ہی اس کے دل پر پھلجڑیاں چھوٹنے لگی ہوں۔

"ہیلو مسٹر کارگم! ــــ کیا حال چال ہیں" ــــ عمران نے رسیور لیتے ہی اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہو ـ ہو ـ ہو! ــــ مجھی عمران! تمہاری خوش طبعی ابھی تک برقرار ہے ــــ ویسے اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرا نام کارگم نہیں مارکم ہے" ــــ مارکم نے بے اختیار ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یعنی آپ کو کم مار پڑتی ہے کارگم کرنے پر ــــ پھر تو آپ بڑے خوش قسمت ہیں ــــ بائی دی وے آپ نے اب تک کتنی کاریں گم کی ہیں اور اس کے نتیجے میں کتنے جوتے کھائے ہیں" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! ــــ تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے ــــ میں بڑا مصروف آدمی ہوں ـ ذرا جلدی بتاؤ کہ کیوں کال کی ہے" ــــ مارکم نے جواب میں کھسیانی ہنسی

ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا! ــــ تو اب جناب میں بہت سی صفات پیدا ہو گئی ہیں ــــ یعنی آپ آدمی بھی ہیں نیز سرے ــــ اور پھر مصروف بھی رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو جلدی بھی رہتی ہے اور جلدی کس کی یعنی کال کی ــــ کال آف نیچر کی جلدی تو نہیں رہتی ــــ آپ کال آف نیچر سمجھتے ہیں یعنی حاجت ضروریہ ــــ اور آسان لفظوں میں لیٹرین کی ضرورت" ــــ عمران کی زبان قینچی کی طرح چلنے لگی۔

"تم واقعی بدمعاش ہو ــــ تم سے باتوں میں جیتنا ناممکن ہے" ــــ مارکم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں! ــــ بدمعاش پر یاد آیا ــــ یہ بتاؤ کہ بدمعاشوں کے بادشاہ یعنی راسکلز کنگ کے متعلق کیا جانتے ہو" ــــ عمران نے کہا۔

"راسکلز کنگ! ــــ کیوں کیا وہ تمہارے ملک میں جا پہنچا ہے" ــــ مارکم نے یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"پہنچا تو نہیں ــــ بلکہ میں خود بننا چاہتا ہوں ــــ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ مجھ سے پہلے اس مملکت کا کنگ بھی موجود ہے ــــ میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں کہ اس کا حدود اربعہ کیا ہے" ــــ عمران نے اصل بات چھپاتے ہوئے کہا۔

"عمران! ــــ اگر راسکلز کنگ تمہارے ملک میں پہنچ چکا ہے تو پھر پوری طرح ہوشیار رہنا ــــ یہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس کا کوئی مستقل گروپ نہیں ہے البتہ جس ملک میں جاتا ہے وہاں اپنا گروپ بنا لیتا ہے اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس ملک کے بدمعاشوں کو بلیک میل کر کے ان سب کی ایک تنظیم بناتا ہے اور خود اس کا سربراہ بن جاتا ہے اور پھر ان کے

ذریعے سے اس ملک میں بدمعاشی ___ قتل و غارت ___ سمگلنگ ___ اور منشیات کی فراہمی کا بحران پیدا کر دیتا ہے ___ اس ملک کی پولیس ___ انٹیلی جنس ___ اور سیکرٹ سروس جب اس چکر میں پوری طرح مصروف ہو جاتی ہے تو یہ بڑی خاموشی سے اپنا مشن سرانجام دے کر وہاں سے غائب ہو جاتا ہے ___ انتہائی ظالم ___ چالاک ___ عیار ___ اور ذہین شخص ہے ___ خود ہمیشہ پردے میں رہتا ہے۔ اور کبھی سامنے نہیں آتا۔ اسی لئے آج تک نہ ہی پکڑا گیا ہے اور نہ ہی اس کے متعلق تفصیلی معلومات مل سکی ہیں" ___ مارکم نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتی۔

"اوہ! ___ بہت بہت شکریہ مارکم! ___ میرا خیال ہے کہ میں پہلے اس کا خاتمہ کروں ___ پھر خود کنگ بننے کا سوچوں۔ بھلا ایک ملک میں دو کنگ کس طرح ہو سکتے ہیں ___ اچھا خدا حافظ شکریہ" ___ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"میرا خیال ہے کہ راسکلز یہاں پہنچ چکا ہے اور یہ حملہ بھی اسی کی طرف سے کرایا گیا ہے" ___ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! ___ معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے ___ پھر الیون مقری کی اطلاع ہے کہ الاسکا ہوٹل میں بدمعاشوں کا اجلاس ہوا ہے صاف اس کی طرف اشارہ کرتا ہے" ___ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اور کے ___ پھر لوہے کو لوہا کاٹتا ہے ___ اب مجھے بھی بدمعاش بننا پڑے گا" ___ عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے" ___ ؟ بلیک زیرو نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"جیسے بدمعاش ہوتے ہیں اور میں نے کوئی سیٹنگ لگا لینی ہیں ___ تم ایسا کرو کہ پوری سیکرٹ سروس کو ہدایات دے دو کہ وہ سکہ بند بدمعاشوں کے روپ میں

ہوٹل شوبرا پہنچ جائیں ___ وہاں ان کے کمرے ریزرو ہوں گے ___ جولیا اس ہوٹل کی چیف منیجر ہو گی اور میں اس بدمعاشوں کی ٹولی کا سربراہ ___ میرا نام پرنس راسکل ہو گا ___ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے سامنے بدمعاشوں کا دیا کیسے جلتا ہے" ___ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر شوبرا ہوٹل ___" بلیک زیرو نے کچھ کہنا چاہا۔

"اس کی فکر نہ کرو ___ میں ابھی بندوبست کر دیتا ہوں" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"شوبرا ہوٹل" ___ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"اس الو کے پٹھے مارٹن سے بات کراؤ ___ میں پرنس راسکل بول رہا ہوں۔ جلدی" ___ عمران نے لہجہ بدل کر کہا۔ البتہ آواز میں زخمی چیتے کی سی غراہٹ نمایاں تھی۔

"ج ___ جی ___ اک ___ ایک ___ ہولڈ کریں" ___ دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا ___ جی ___ جی ___ لگا رکھی ہے تم نے ___ میں کہتا ہوں جلدی بات کراؤ" ___ عمران نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور دوسری طرف سے ہوٹل شوبرا کے مالک مارٹن کی آواز سنائی دی۔

"مارٹن سپیکنگ"

"بولتے رہو پیارے مارٹن! ___ تمہاری آواز سے مجھے عشق ہو گیا ہے ۔ واہ واہ

کیسی مدھر اور ترنم سے بھرپور آواز ہے ـــ جیسے کسی مندر میں کانسی کی گھنٹیاں بج رہی ہوں" ـــ عمران نے اچانک اپنے اصل لہجے اور خوشگوار موڈ میں کہا اور جینک زیر و حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا جو ایک لمحے میں گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیتا تھا۔

"اوہ عمران صاحب! ـــ آپ نے کیسے یاد فرمایا آج اپنے خادم کو" ـــ ؟ مارٹن نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں خدمت سے برخواست کرنے کے لئے ـــ آج سے تم ڈسمس ـ کیا سمجھے" ـــ عمران نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے! ـــ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی" ـــ ؟ مارٹن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"غلطی ہوتی تو پھر ڈسمس کیوں کرتا ـــ ہمارے ملک کا رواج تو یہی ہے کہ بغیر غلطی کے ڈسمس کر دیتے ہیں ـــ سنو مارٹن! ـــ تم ایسا کرو کہ دو چار ماہ کے لئے غیر ملکی دورے پر سیر و تفریح کے لئے نکل جاؤ۔ اس دوران تمہارے ہوٹل کا مالک مشہور بدمعاش اور غنڈہ پرنس راسکل ہو گا ـــ اور ظاہر ہے جب ہوٹل کا مالک پرنس راسکل ہو گا تو اس ہوٹل میں وہ سب کچھ ہو گا جو اب تک نہیں ہو رہا" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"ارے کیوں میرے ہوٹل کا کباڑہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں ـــ اب تک بڑی مشکل سے میں نے اس کی ساکھ اور عزت بنائی ہے" ـــ مارٹن نے مرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو ـــ جب تم واپس آؤ گے تو میں عزت اور ساکھ دو منزلہ تعمیر کر دوں گا ـــ فی الحال تم چھٹی کرو ـــ کل صبح پرنس راسکل چارج سنبھال لے گا۔ تمام عملے کو الرٹ کر دو ـــ اوکے" ـــ عمران نے کہا۔

"اچھا ـــ جیسے تمہاری مرضی ـــ اب میں کیا کر دوں ـــ ؟ ظاہر ہے تم باز تو نہیں آ سکتے" ـــ مارٹن نے جواب دیا۔

"اوکے! ـــ کل دس بجے چارج لینے آ جاؤں گا ـــ بائی بائی" ـــ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"بس یہ کام تو ہو گیا ـــ تم ٹیم کو بارہ بجے بھیج دینا مکمل ہدایات دے کر ـــ اب میں چلتا ہوں ـــ ذرا سوپر فیاض کی خبر لوں۔ اسے کرنل فریدی نے بڑی طرح ڈرا دیا ہے۔ نجانے اس غریب کا خوف کے مارے کیا حال ہو گا" ـــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

سوپر فیاض عمران کے فلیٹ سے واپس اپنے دفتر میں آ تو گیا مگر اس بار اس کی حالت پتلی تھی۔ نہ ہی اب وہ ٹھاٹھ کا انداز تھا اور نہ ہی وہ رعب داب وہ سر جھکائے کرسی پر یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے ابھی ابھی اس کا والد اُسے یتیم کر گیا ہو۔

محمد دین چپڑاسی حسب عادت بڑے مؤدبانہ انداز میں سامنے کھڑا تھا مگر اس کے چہرے پر بھی فیاض کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ فیاض سوچ رہا تھا کہ سر رحمان نے کرنل فریدی کے ذریعے آخر اس کے متعلق

صدر مملکت کو کیا پیغام دیا ہو گا۔ اب اتنی ہمت کا تو وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ صدر مملکت سے خود بات کرتا۔ وہ شدید الجھن میں تھا۔ گھوم پھر کر اُسے عمران کا خیال آ جاتا مگر پھر وہ سوچتا کہ اگر عمران چاہے کتنا ہی چالاک اور با اثر کیوں نہ ہو۔ صدر مملکت اور سر رحمان جیسے اعلیٰ حکام کے کاموں میں مداخلت تو نہیں کر سکتا۔

ابھی وہ اسی ادھیڑ بُن میں مصروف تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سوپر فیاض نے چونک کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ اس کا رنگ یکدم پیلا پڑ گیا۔ چہرے پر ویرانی سی چھا گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ صدر مملکت کا فون ہو گا اور ظاہر ہے اب اس کا نیا پانچہ ہونے والا ہے۔ بہرحال مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے بڑے ڈھیلے انداز میں رسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض سپیکنگ" ——— لہجہ ایسا تھا جیسے ابھی چند منٹوں میں وہ مرنے والا ہو۔

"راسکلز کنگ سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک گھمبیر آواز سنائی دی اور سوپر فیاض کی جان میں جان آ گئی۔

"کیا بات ہے" ——— اس بار سوپر فیاض کے لہجے میں مخصوص گھن گرج عود کر آئی تھی۔

"تم کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہو سوپر فیاض! ——— مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا پریشانی ہے" ——— راسکلز کنگ نے نرم لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ——— مگر تم نے مجھے دفتر کیوں فون کیا ہے ——— میں نے رچرڈ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مجھے دفتر فون نہ کیا جائے" ——— سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"سنو سوپر فیاض! ——— میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں ——— اس ملک کا صدر مملکت

بھی میرے پنجوں میں کسی چڑیا کی طرح دبکا رہتا ہے ——— آئندہ مجھ سے تیز لہجے میں بات کرنے کی جرأت نہ کرنا" ——— راسکلز کنگ نے غراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! ——— ایسی تو کوئی بات نہیں ——— بہرحال یہ دفتر ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے ——— اور سنو! کیا واقعی صدر مملکت سے تمہارے تعلقات ہیں" ——— سوپر فیاض نے مسمسے سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! ——— صدر مملکت کی ایک ایسی کمزوری میرے ہاتھ میں ہے کہ جب چاہوں وہ کسی خارش زدہ کتے کی طرح میرے پیچھے دم ہلاتا پھرے ——— کیوں کیا بات ہے" ——— راسکلز کنگ نے کہا۔

"وہ دراصل مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس سر رحمان نے میرے خلاف صدر مملکت کو کوئی خصوصی پیغام بھیجا ہے ——— بس یہی پریشانی ہے۔" سوپر فیاض نے جواب دیا۔ اس کی حالت اس وقت کسی ڈوبنے والے شخص کی سی تھی جو تنکے کا سہارا لینے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے۔

"اوہ! ——— پھر تو واقعی کوئی سیریس بات ہو گی ——— بہرحال اگر میں چاہوں تو تمہاری یہ پریشانی ٹل سکتی ہے" ——— راسکلز کنگ نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر تم میرا کام ضرور کرو ——— اور سنو! ——— میں نے رچرڈ سے تمہاری سرگرمیوں کو نظر انداز کرنے کا جو ماہانہ طے کیا ہے وہ میں تمہیں دونگا اور تم پر کوئی آنچ بھی نہ آئے گی ——— یہ میرا وعدہ ہے" ——— سوپر فیاض نے اسے پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاوضے وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں سوپر فیاض! ——— البتہ تمہارا کام ایک شرط پر ہو سکتا ہے" ——— راسکلز کنگ نے جواب دیا۔

"کونسی شرط پر" ۔۔۔ سوپر فیاض نے پُرجوش انداز میں پوچھا۔

"علی عمران کو جانتے ہو" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے پوچھا۔

"عمران کو ۔۔۔ ہاں ہاں ! ۔۔۔ جانتا ہوں۔ کیوں کیا بات ہے" ۔۔۔ سوپر فیاض نے بُری طرح چونکتے ہوتے پوچھا۔

"اگر تم اپنا کام کرانا چاہتے ہو تو تمہیں عمران کو ہلاک کرنا پڑے گا" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔ کیا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا" ۔۔۔ سوپر فیاض کا اپنا دماغ راسکلز کنگ کی بات سن کر جھک سے اُڑ گیا تھا۔

"کیوں ۔۔۔ اس میں دماغ کی خرابی کی کونسی بات ہے" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے سخت لہجے میں کہا۔

"ایسا سوچنا ہی حماقت ہے ۔۔۔ اور سنو ! ۔۔۔ اگر تم نے عمران سے ماتھا لگا لیا ہے تو پھر سمجھو کہ تمہارے دن گنے جا چکے ہیں ۔۔۔ میری بات مانو تو فوراً اس ملک سے نکل جاؤ ورنہ یقین کرو تمہاری لاش پر آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ ہو گا" ۔۔۔ سوپر فیاض نے پُرزور لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کوشش آپ نان سنس ! ۔۔۔ عمران جیسے لوگ میرے سامنے مکھیوں سے بھی حقیر ہیں ۔۔۔ تم نہیں جانتے کہ راسکلز کنگ کیا ہے ۔۔۔ میں نے تو تمہیں صرف اس لئے آفر کی تھی کہ میں تمہیں پریشانی سے بچاؤں اور تم میرا کام کر دو۔ ورنہ میں جب چاہوں اور جس وقت چاہوں عمران کے بدن میں ایک چھٹانک سیسہ اتار دوں" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے پورے جلال سے کہا۔

"یہ تمہاری بھول ہے راسکلز کنگ ! ۔۔۔ عمران کے مقابلے میں بڑے بڑے جغادری مجرم آئے اور خارش زدہ کتوں کی طرح مارے گئے ۔۔۔ تمہاری تو حیثیت

ہی کچھ نہیں" ۔۔۔ سوپر فیاض نے پُرزور لہجے میں عمران کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"سنو ! ۔۔۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ میں تمہاری آنکھوں کے سامنے عمران کو ہلاک کر دوں گا۔ بس تم اتنا کرو کہ جب تمہاری عمران سے ملاقات ہو تو تم ریچرڈ کو فون کر دو اور کوڈ ورڈ میں بتا دو کہ تم کہاں ہو۔ اس کے ٹھیک پانچ منٹ بعد عمران اس دنیا سے فارغ ہو چکا ہو گا اور اس کے معاوضے میں تمہاری پریشانی صدر مملکت سے کہہ کر میں دُور کر دوں گا" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے جواب دیا۔

"اوکے ! ۔۔۔ مجھے یہ شرط منظور ہے ۔۔۔ مگر یقین رکھو تم عمران کا بال بھی بیکا نہ کر سکو گے" ۔۔۔ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

"تم اس بات کی فکر نہ کرو ۔۔۔ اگر میرا حملہ ناکام رہا تو پھر بھی تمہارا کام ہو جائے گا" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے جواب دیا۔

"اوکے" ۔۔۔ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

اور پھر راسکلز کنگ نے رابطہ ختم کر دیا اور سوپر فیاض نے رسیور کریڈل پہ رکھ دیا۔

اب سوپر فیاض کی حالت پہلے سے قدرے بہتر ہو گئی تھی مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ عمران اگر راسکلز کنگ کے پیچھے لگ گیا ہے تو یقیناً وہ اسے ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا ۔۔۔ اور اگر اس دوران عمران کو پتہ چل گیا کہ میں نے راسکلز کنگ سے جھوٹ وصول کیا ہے تو وہ مجھے جھاڑ کر پیچھے پڑ جائے گا۔ آخر سوچ سوچ کر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اشاروں اشاروں میں عمران کو راسکلز کنگ کے متعلق بتا دیا جائے۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک دروازے کا پردہ ہٹا اور عمران اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم یا اخی" ـــــ عمران نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سوپر فیاض کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"تم ـــ کاش تم مجھے فلیٹ پر مل جاتے تو یقین کرو اس وقت حوالات میں ہوتے" ـــــ سوپر فیاض نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو میں آیا ہوں ـــ مجھے کرنل فریدی سے اطلاع ملی تھی کہ تم ہتھکڑیاں اور ریوالور لے کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرنے میرے فلیٹ پر گئے تھے میں نے سوچا کہ میں خود ہی چھیڑ چھاڑ کے لئے پہنچ جاؤں ـــ اب بتاؤ کہ چھیڑ چھاڑ ہو گی کیسے" ـــــ عمران نے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا

اوہ! ـــ تم نے فون پر مجھے تنگ کیا تو مجھے غصہ آگیا تھا ـــ بہرحال کوئی بات نہیں ـــ آؤ چل کر کسی کیفے میں چائے پئیں ـــ یہاں دفتر میں تو چائے کے نام پر جوشاندہ ملتا ہے" ـــــ سوپر فیاض نے شوخ لہجے میں کہا۔

"یعنی تم مجھے چائے پلواؤ گے ـــ اور وہ بھی خود ہی آفر کر رہے ہو ـــ! یا حیرت! آج سورج کس طرف سے نکلا تھا" ـــــ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ـــ تم میرے دوست ہو ـــ کرنل فریدی نے میرے متعلق کچھ کہا تھا" ـــــ سوپر فیاض نے ندامت آمیز ہنسی ہنستے ہوئے جواب دیا۔

آہ ارے ہاں بھئی! ـــ اگر تم اس چکر میں چائے پلوا رہے ہو تو پھر رہنے دو۔ وہ کام نہیں کر سکتا۔ سعد منکت اپنے کاموں میں مداخلت برداشت نہیں کرتے بتقاضائے ڈیڈی ـــ خدا کی پناہ" ـــــ عمران نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"ارے چھوڑو اس بات کو ـــ اس کا میں نے انتظام کر لیا ہے" ـــ فیاض نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بات ہے! ـــ بڑے لمبے ہاتھ ہو گئے ہیں تمہارے ـــ چلو کوئی بات نہیں خود ہی بھگتو گے ـــ چلو چائے پلواؤ" ـــــ عمران نے بھی لاپرواہی سے جواب دیا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آخر فیاض اتنا مطمئن کیوں ہے؟

"ٹھہرو! ـــ میں ایک فون کر لوں" ـــــ سوپر فیاض نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ہیلو ـــ سوپر فیاض بول رہا ہوں ـــ بھئی فی الحال ملاقات کینسل کر دو۔ میرا ایک دوست عمران آگیا ہے اور ہم چائے پینے کیفے سلور سینڈ جا رہے ہیں"۔ سوپر فیاض نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا اور پھر دوسری طرف سے کچھ سنے بغیر اس نے رسیور رکھ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ چلیں" ـــــ فیاض نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی تیز نظروں نے جانچ لیا تھا کہ سوپر فیاض نے ہوٹل الاسکا کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ مگر یہ بات عمران کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ آخر فیاض نے خاص طور پر عمران کا نام لے کر پیغام کیوں دیا ہے۔ بہرحال وہ خاموش رہا۔

دفتر سے باہر آکر سوپر فیاض نے گیراج سے اپنی کار نکالی اور عمران کو لے کر انٹیلی جنس کی عمارت کے کمپاؤنڈ سے باہر آگیا۔ اس کا رخ سلور سینڈ کی طرف تھا۔ جو فیاض کے دفتر سے چار پانچ میل کے فاصلے پر ایک جدید ترین کیفے تھا۔

"یار سوپر! ـــ ایک بات بتاؤ! ـــ سنا ہے کہ آجکل شہر میں غنڈہ گردی اور بدمعاشی کا طوفان آیا ہوا ہے" ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں

پوچھا۔

"کیا کہا۔۔۔ غنڈہ گردی اور بدمعاشی کا طوفان۔۔۔ ارے نہیں۔ سوپر فیاض کے ہوتے ہوئے ایسا نہیں ہو سکتا"۔۔۔ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ مگر لہجے کا کھوکھلا پن نمایاں تھا۔

"کمال ہے۔۔۔ میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ بدمعاشوں نے اپنا بادشاہ بھی منتخب کر لیا ہے۔۔۔ اسے راسکلز کنگ کہتے ہیں۔۔۔ ارے ارے سٹیئرنگ سنبھالو"۔۔۔ عمران نے فقرہ مکمل کرنے سے پہلے ہی چیخ کر کہا اور سوپر فیاض نے یکدم لہراتی ہوئی کار کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیا۔ اگر ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو ایک بہت بڑے ٹرک سے خوفناک ٹکر ناگزیر ہو چکی تھی۔

راسکلز کنگ کا نام سنتے ہی فیاض کے ہوش اڑ گئے۔ اس کا چہرہ یکدم زرد پڑ گیا۔ دوسرے لمحے فیاض نے کار ایک طرف روکی اور پھر اس نے تیزی اور پھرتی سے جھک کر عمران کے پیر پکڑ لئے اور ایک لمحے کے لئے تو عمران بھی بوکھلا گیا۔

"ارے ارے میرے پیر کیوں پکڑ رہے ہو۔۔۔ کیا جرابیں اتارنے کا ارادہ ہے۔۔۔ بھئی بڑی مشکل سے ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور سے اڑائی ہیں"۔۔۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے جوتیاں مارو عمران!۔۔۔ مجھے مار ڈالو۔۔۔ میں کمینہ ہوں۔۔۔ میں لالچ میں اندھا ہو گیا ہوں۔۔۔ مجھے مار ڈالو۔۔۔ بس مجھے مار ڈالو"۔۔۔ فیاض نے عمران کی گود میں سر رکھ کر باقاعدہ بین کرنا شروع کر دیا۔

"ارے ہوا کیا ہے۔۔۔ بھئی کچھ بتاؤ تو سہی۔۔۔ نا رو۔ اچھے بچے ڈریا نہیں کرتے"۔۔۔ عمران نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔ ویسے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ سوپر فیاض نے آج تک ایسی حرکت کبھی نہ کی تھی اور

اس لمحے تو عمران پر واقعی حیرت کا دورہ پڑ گیا جب اس نے فیاض کی آنکھوں سے بڑے تسلسل سے آنسو بہتے دیکھا۔

"ارے آخر ہوا کیا ہے۔۔۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔۔۔ بھئی اگر کرنل فریدی والی بات پر رو رہے ہو تو فکر نہ کرو۔۔۔ میں نے اس کا بندوبست کر لیا ہے۔ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا"۔۔۔ عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"عمران!۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔ میں تمہیں مقتل کی طرف لے جا رہا تھا"۔ فیاض نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"مقتل کی طرف۔۔۔ مگر اتنی دور جانے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔ تم جہاں آنکھ مار دو وہیں مقتل بن جاتا ہے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو عمران!۔۔۔ ایک بین الاقوامی مجرم آجکل ہمارے ملک میں آیا ہوا ہے اس کا نام راسکلز کنگ ہے۔۔۔ ہوٹل الاسکا کے مالک رچرڈ کی معرفت اس نے مجھ سے بات کی ہے کہ اگر میں شہر میں ہونے والی سمگلنگ اور منشیات کی ریل پیل کو نظر انداز کر دوں تو وہ مجھے ایک لاکھ روپے ماہانہ ادا کریں گے"۔۔۔ فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"چلو وصول کر لو۔۔۔ مگر سنو! ہوگا ففٹی ففٹی۔۔۔ آجکل میں بڑی کڑکی میں جا رہا ہوں"۔۔۔ عمران نے حسب عادت جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو تو۔۔۔ ابھی تمہارے آنے سے پہلے اس کا فون آیا تھا۔۔۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کے صدر مملکت سے خصوصی تعلقات ہیں۔۔۔ کرنل فریدی کی بات نے مجھے پریشان کر دیا تھا چنانچہ میں نے اس کا تذکرہ اس کے ساتھ کیا تو اس نے اس کام کو کرنے کے لئے ایک شرط عائد کر دی کہ میں تمہیں ہلاک کر دوں جس پر میں نے اسے خوب لتاڑا اور صاف انکار کر دیا اور اسے کہا کہ عمران سے ما تھا

نہ لگاؤ ورنہ تمہاری لاش پر آنسو بہانے والا بھی کوئی نہ ہوگا" ــــ سوپر فیاض نے کہا۔

"واہ ــ کیسے کوئی نہیں ہوگا ــ تمہارا دم سلامت رہے ــ آخر ایک لاکھ روپے ماہانہ کے خاتمہ پر تم آنسو بھی نہ بہاؤ گے" ــــ عمران نے کہا۔

"میں بڑی سنجیدگی سے بات کر رہا ہوں ــ جب میں نے انکار کر دیا تو اس نے ایک اور شرط پیش کر دی کہ جب بھی میری تم سے ملاقات ہو۔ میں ہوٹل الاسکا میں فون کر کے کوڈ ورڈ میں بتا دوں ــ بس اس کے پانچ منٹ بعد وہ تمہارا خاتمہ کر دے گا ــ ابھی یہ بات ختم ہوئی ہی تھی کہ تم آ گئے ــ میں چونکہ کرنل ــ میری والی بات پہ پہلے ہی پریشان تھا اس لئے میں نے ہوٹل الاسکا فون کر کے تمہارے متعلق بتا دیا اور جان بوجھ کر کیفے سلور سینڈ کا نام لیا تاکہ ہمارے وہاں تک پہنچنے سے پہلے وہ اپنا انتظام کر لے ــ مگر عمران! یقین جانو مجھے اپنی کمینگی کا احساس ہو گیا ہے ــ بس تم مجھے جوتیاں مارو" ــــ فیاض نے ایک بار پھر عمران کی گود میں سر رکھ کر "مجھے جوتیاں مارو" ــــ کی گردان شروع کر دی۔

عمران کا ہاتھ تیزی سے اپنے پیر میں پہنے ہوئے گم بوٹ کی طرف بڑھا اور پھر اس سے پہلے کہ سوپر فیاض سر اٹھاتا۔ عمران کا ہاتھ واپس آیا تو جوتا اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے تڑاک سے جوتا فیاض کے سر پہ مار دیا اور فیاض جوتا کھاتے ہی یوں اچھلا کہ اس کا سر کار کی کھڑکی سے جا لگا۔

"کک ــ کیا ــ تمہاری یہ جرأت کہ مجھے جوتے مارو ــ میں تمہیں جیل میں سڑا دوں گا ــ تم ــ میں" ــــ فیاض کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"کمال ہے یار! ــ تم بھی کس گرگٹ کی نسل سے تعلق رکھتے ہو ــ خود ہی تو

کہہ رہے ہو کہ جوتیاں مارو اور پھر پہلے ہی جوتے پر بدل گئے" ــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

"چلو نیچے اترو ــ دفع ہو جاؤ ــ غضب خدا کا ــ تم نے واقعی مجھے جوتا مار دیا ــ یعنی کہ سپرنٹنڈنٹ انٹیلی جنس اب تم جیسے ٹٹ پونجیے سے جوتے کھائے ــ میں تمہیں گولی مار دونگا" ــــ فیاض نے بڑے غصے میں ریوالور نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"اچھا بھئی ــ ناراض نہ ہو ــ چلو میں جوتا نہیں مارتا ــ کسی دکان پر چل کر جوتی خرید لیتے ہیں وہی مار کر تمہاری خواہش پوری کر دونگا" ــــ عمران نے جوتا پیر میں پہنتے ہوئے کہا

"یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے! ــ میں دیکھتا ہوں کہ تم راسکلز گنگ سے کیسے بچتے ہو" ــــ فیاض نے جھنجلا کر کہا اور پھر ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"ارے ارے رکو ــ بھئی وہ مجھے مار ڈالے گا ــ مجھے یہیں اتار دو" عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"نہیں ــ اب تمہیں مرنا ہی پڑے گا ــ فیاض کو جوتے مارنے والا زندہ نہیں رہ سکتا" ــــ فیاض نے جھنجلا کر کار کی رفتار اور تیز کر دی۔

"چلو ــ جیسی تمہاری مرضی ــ کم از کم میرے مزار پر قوالی تو کروا دوگے نا" ــ عمران نے بڑے اطمینان سے سیٹ کی پشت سے سر ٹیکتے ہوئے کہا۔ مگر اس کی نظریں بیک مرر پہ جمی ہوئی تھیں۔ اس نے سرخ رنگ کی ایک سپورٹس کار کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تھا اور کار میں سوار دونوں آدمیوں کو بھی اس نے پہچان لیا تھا۔ ان دونوں کا تعلق پیشہ ور قاتلوں کے گروہ سے تھا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض نے کار کیفے سلور سینڈ کے سامنے روک دی اور عمران نے سرخ کار کو بھی اپنے پیچھے رکتے دیکھا۔

جیسے ہی کار رکی، عمران نے دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا اور پھر بجائے نیچے اترنے کے پہلے سے بھی زیادہ جھٹکے سے دروازہ بند کر کے سر نیچے کر لیا۔ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ جیسے ہی عمران نے دروازہ کھولا، پچھلی کار میں بیٹھے ہوئے شخص نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ باہر نکالا۔ اس کے ہاتھ میں بھاری ریوالور موجود تھا۔

عمران نے دروازہ کھول کر اپنے نیچے اترنے کا انہیں ڈاج دیا تھا اور وہ اس ڈاج میں آگئے۔ کیونکہ اس سے پہلے کہ عمران دروازہ بند کرتا، ایک دھماکہ ہوا اور گولی عمران کی کار کے دروازے سے رگڑ کھاتی ہوئی نکل گئی۔

سوپر فیاض اسی لمحے دروازہ کھول کر نیچے اتر چکا تھا۔ عمران نے نیچے جھکتے ہی فیاض کی طرف کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور وہ اڑتا ہوا فیاض سمیت سڑک پر جا گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ فیاض سنبھلتا، عمران نے ایک اور چھلانگ لگائی اور اچھل کر سڑک کے دوسرے کنارے پر جا گرا اور عین اسی لمحے ایک بھاری ٹرک اس جگہ سے گزرنے لگا۔ اگر عمران کو ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ یقیناً اس ٹرک کے نیچے آکر رگڑا جاتا۔ مگر عمران کے اندازے غلط ثابت نہیں ہوتے۔ اس نے ٹرک کو آتے دیکھ کر جان بوجھ کر چھلانگ لگائی تھی۔ وہ ٹرک کی آڑ لے کر سنبھلنا چاہتا تھا اور وہی ہوا۔ اس سے پہلے کہ ٹرک گزرتا، عمران سڑک کے کنارے پر موجود ایک درخت کی آڑ لے چکا تھا۔

پھر جیسے ہی ٹرک گزرا، عمران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور نے شعلہ

اگلا اور سرخ کار کا اگلا ٹائر دھماکے سے پھٹ گیا۔

سرخ کار میں موجود دونوں آدمی عمران کو اس طرح باہر نکلتے اور پھر ٹرک کے سامنے سے چھلانگ لگا کر دوسری طرف جاتے نہ دیکھ سکے۔ وہ شاید اسی خیال میں تھے کہ عمران ابھی تک کار میں ہے اس لئے وہ ریوالور سنبھالے تیار بیٹھے تھے۔ مگر جب ان کی کار کا ٹائر برسٹ ہوا تو وہ بری طرح چونکے۔ ان میں سے ایک نے کار چلانے کی کوشش کی مگر بے سود۔ عمران کی دوسری گولی کھڑکی توڑ کر ڈرائیور کی گردن میں پیوست ہو گئی۔

ڈرائیور کی دوسری طرف بیٹھا ہوا غنڈہ تیزی سے نیچے اتر کر بھاگنے لگا مگر عمران کے ریوالور نے ایک اور شعلہ اگلا اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح ہوا میں لہراتا ہوا نیچے آگرا۔

بازار میں فائرنگ کی اچانک آوازوں اور ان غنڈوں کی موت سے بھگدڑ سی مچ گئی۔ دونوں غنڈوں کے ہلاک ہوتے ہی عمران تیزی سے درخت کی آڑ سے نکلا اور پھر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا فیاض کی کار کی طرف بڑھا۔

سوپر فیاض بڑے حیرت بھرے انداز میں کھڑا آنکھیں جھپکا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں اب تک سچویشن نہیں آئی تھی۔

"سوپر فیاض! — یہ دونوں پیشہ ور قاتل اور اشتہاری مجرم ہیں — ان کی ڈرامائی موت پر کل ملک کے تمام اخبارات سوپر فیاض کی جرأت اور بہادری کے قصیدے گا رہے ہوں گے — کیا سمجھے" — عمران نے بڑے مطمئن انداز میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ہاں — واقعی یہ تو مشہور قاتل ہیں" — سوپر فیاض نے جیب سے ریوالور نکال کر تیزی سے ان کی طرف لپکتے ہوئے کہا۔

"اور سنو! ـــ اپنے راسکلز کنگ سے کہہ دینا کہ عمران جوتے مار کر بھی زندہ رہنا جانتا ہے ـــ بائی بائی" ـــ عمران نے ہانک لگاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے نیاحش کی کار کے سٹیرنگ پر بیٹھا اور نیاحش بائیں بائیں کرتا رہ گیا مگر عمران نے کار کو فل سپیڈ پر دوڑا دیا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد عمران کی کار اس سڑک پر آگئی جہاں ہوٹل بلاسکا موجود تھا۔ اس نے کار ہوٹل کے پارکنگ میں روکی اور پھر تیزی سے نیچے اتر کر مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

مین گیٹ سے گزر کر وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر پر کوئی نیا کاؤنٹر مین موجود تھا۔

"فرمایئے" ـــ کاؤنٹر مین نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"باس سے ملنا ہے۔ ـ کنگ کا ایمرجنسی پیغام ہے" ـــ عمران نے بڑے راز دارانہ انداز میں کہا۔

"اوہ! ـ مگر باس تو ـــ" کاؤنٹر مین نے ہچکچاتے ہوئے کہنا چاہا۔

"ارے انتہائی ایمرجنسی ہے ـ ہر قیمت پر کنگ کا پیغام باس تک پہنچنا چاہیئے ورنہ غضب ہو جائے گا" ـــ عمران نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا ـ آؤ میرے ساتھ" ـ ـ کاؤنٹر مین نے بوکھلا کر کہا اور پھر ایک بیرے کو اشارہ کرکے کہ وہ اس کی جگہ سنبھالے وہ تیزی سے کاؤنٹر سے باہر آگیا۔

کاؤنٹر سے باہر نکلتے ہی وہ ایک قریبی راہداری میں مڑ گیا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ راہداری کے آخر میں موجود ایک ٹوائلٹ کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور عمران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ ٹوائلٹ کے اوپر "خراب ہے" کا بورڈ

لگا ہوا تھا۔

عمران کے اندر داخل ہوتے ہی کاؤنٹر مین نے سوئچ بورڈ کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبایا تو وہ کمرہ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرہ رکا اور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ وہ دونوں باہر آگئے۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے آخر میں سٹیل کا بنا ہوا ایک دروازہ تھا جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ کاؤنٹر مین دروازے کے سامنے جاکر رک گیا۔

"باس! ـ کنگ کا ایک آدمی آیا ہے ـــ انتہائی ایمرجنسی پیغام ہے اس لئے میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں" ـــ کاؤنٹر مین نے دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا۔

عمران جان بوجھ کر کاؤنٹر مین کے عین عقب میں کھڑا تھا تاکہ اگر اندر سے باہر دیکھا جائے تو اس کی شکل نظر نہ آئے۔

"کنگ کا ایمرجنسی پیغام ـــ اچھا ٹھیک ہے ـ اسے اندر بھیج دو اور تم جاؤ" ـ دروازے کے اوپر لگے ہوئے ایک نظر نہ آنے والے سپیکر سے رچرڈ کی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی سرخ بلب بجھ گیا۔

"اندر چلے جاؤ" ـــ کاؤنٹر مین نے کہا اور خود تیزی سے واپس مڑ گیا۔

عمران بڑے اطمینان سے قدم بڑھاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے رچرڈ بیٹھا ہوا تھا۔

جیسے ہی عمران اندر داخل ہوا۔ رچرڈ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تت ـ تم ـ تم کیسے آگئے" ـــ؟ رچرڈ کی آواز میں شدید حیرت تھی۔

"میں تمہیں اور تمہارے باس راسکلز کنگ کو پیغام دینے آیا ہوں کہ تمہارا دوسرا حملہ بھی ناکام ہو گیا ہے ـــ دونوں پیشہ ور قاتلوں کی لاشیں کیفے سی سینڈ کے

سامنے پڑی ہوئی میں؟" ——— عمران نے بڑے اطمینان سے میز کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

رچرڈ کا رنگ عمران کی بات سنتے ہی زرد پڑ گیا۔

"مم ــ مگر ــ میں تو ــ ــ" رچرڈ نے کچھ کہنا چاہا۔

"بکنے کی ضرورت نہیں ہے ــ مجھے سب معلوم ہے اور اگر میں چاہتا تو تمہاری لاش بھی اس وقت یہاں پڑی ہوتی ــــ مگر تم جیسی چھوٹی مچھلیوں پر ہاتھ اٹھانا میری توہین ہے اس لئے اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنے باس کو فون کر کے میرا پیغام دے دو" ——— عمران نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے اطمینان جھلک رہا تھا۔

"مگر مجھے اس کا فون نمبر معلوم نہیں ــ وہ خود ہی فون کرتا ہے ــ یقین جانو میرا اس میں کوئی قصور نہیں ــــ مجھ میں اتنی جرأت ہی نہیں کہ میں تم پر ہاتھ اٹھا سکوں" ——— رچرڈ نے قدرے سنبھلتے ہوئے کہا۔ وہ اب واپس کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"مجھے معلوم ہے ــ اسی لئے تو تم اب تک زندہ ہو ــ مگر اب تمہیں تمام تفصیل بتانا پڑے گی ــ ورنہ یاد رکھو تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ ہڈیوں سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہو جائے گا" ——— عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"یقین جانو عمران ــ مجھے کچھ نہیں معلوم ــ میں تو ــــ" رچرڈ نے میز پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بکومت ــــ سیدھی طرح سب کچھ بتا دو ورنہ ــــ" عمران کسی زخمی درندے کی طرح غرایا۔

"اچھ ــ اچھا ــ میں بتاتا ہوں ــ بتاتا ہوں" ــــ رچرڈ نے سہمے ہوئے لہجے

میں کہا اور اس کا ایک ہاتھ نامعلوم طور پر میز کے کنارے کی طرف کھسک گیا۔

عمران جو رچرڈ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں اچانک ابھرتی ہوئی چمک دیکھ کر چونکا ــــ مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتا اچانک اس کی کرسی کے نیچے فرش انتہائی تیزی سے ہٹ گیا اور عمران اچھل کر سر کے بل نیچے بننے والے خلا میں گرتا چلا گیا۔ اس نے میز کو پکڑنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اتنا اچانک گرا تھا کہ بالکل نہ سنبھل سکا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی انتہائی گہرے اور اندھے کنوئیں میں گرتا چلا جا رہا ہو۔ اس نے اپنے ہوش و حواس قائم رکھے اور حفظ ما تقدم کے طور پر اپنے دونوں ہاتھ سر سے آگے کر لئے اور انہیں ایک مخصوص انداز میں موڑ لیا۔

چند لمحوں بعد اس کے ہاتھوں کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور ساتھ ہی وہ قلابازی کھا کر نیچے گر گیا۔ اب وہ پختہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس طرح گرنے سے گو اسے چوٹیں تو ضرور آئیں مگر یہ چوٹیں قابل برداشت تھیں۔ اگر وہ ذرا سی لاپرواہی کرتا تو یقیناً اتنی بلندی سے نیچے پختہ فرش پر گرنے سے اس کی ہڈیاں چورے میں تبدیل ہو چکی ہوتیں۔

ابھی عمران فرش پر گرا صورت حال کو ذہنی طور پر قبول کر ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی ناک سے تیز بو کا بھبکا سا ٹکرایا۔ عمران نے اپنا سانس روکنے کی کوشش کی کیونکہ وہ بیہوش کر دینے والی گیس کی بو کو پہچان گیا تھا مگر اچانک گرنے اور چوٹوں کی وجہ سے وہ بروقت اپنے سانس کو کنٹرول نہ کر سکا اور زود اثر گیس اس کے دماغ پر چڑھتی چلی گئی اور چند لمحوں بعد وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکا تھا۔

ٹائیگر عمران کا فون ملتے ہی ہوٹل الاسکا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوٹل الاسکا کا پرچیز آفیسر اس کا دوست تھا۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ وہ وہاں فوری طور پر ایسی ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس سے وہ رچرڈ کی نگرانی کر سکے۔ اور اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ جب ٹائیگر نے اپنے دوست سے ملازمت کی بات کی تو اُس نے بتایا کہ رچرڈ کے پرسنل سیکرٹری کی پوسٹ خالی ہے اگر وہ چاہے تو وہاں ملازم ہو سکتا ہے۔ ٹائیگر کو بھلا اور کیا چاہیئے تھا اس نے فوراً حامی بھر لی۔ اور پھر پرچیز آفیسر کی سفارش پر ہوٹل کے منیجر نے اُسے [illegible] کی سیٹ دیدی۔

رچرڈ نے خود بھی ٹائیگر کا انٹرویو لیا اور پھر وہ مطمئن ہو گیا اور اس نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس طرح ٹائیگر رچرڈ کا پی اے بن گیا۔

رچرڈ ہوٹل کے نیچے بنے ہوئے ایک خفیہ تہہ خانے میں منتقل ہو چکا تھا اور ظاہر ہے ٹائیگر کو بھی وہیں منتقل ہونا پڑا۔ رچرڈ کے کمرے کی بغل میں اس کا کمرہ تھا اور رچرڈ کو ملنے والی تمام ٹیلیفون کالیں ٹائیگر کے توسط سے ہی اس تک پہنچتی تھیں۔ مگر ٹائیگر اور رچرڈ کے کمرے ایک دوسرے سے بالکل جدا تھے۔ اور ان کے درمیان کوئی دروازہ نہ تھا۔ ٹائیگر تمام ہدایات فون پر

ہی رچرڈ سے لیتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ٹائیگر اور رچرڈ کا صرف ٹیلیفون پر رابطہ قائم تھا۔ مگر اس طرح ٹائیگر کو ایک فائدہ تھا کہ رچرڈ کے سامنے آئے بغیر وہ اس کی تمام مصروفیات سے واقف ہو جاتا تھا۔

آج بھی وہ اپنے کمرے میں بیٹھا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا کہ اچانک کال کا اشارہ ہوا۔ ٹائیگر نے تیزی سے کال رچرڈ سے کنکٹ کی اور پھر بٹن دبا کر خود بھی سننے لگا۔

یہ کال کسی کنگ کی طرف سے تھی جس نے رچرڈ کو ہدایت کی تھی کہ جب بھی سوپر فیاض کی کال موصول ہو، وہ مخصوص فریکوئنسی پر ٹرانسمیٹر کے ذریعے کال کو منتقل کر دے اور رچرڈ نے حامی بھر لی تھی۔

کال کے خاتمہ کے تقریباً پانچ منٹ بعد ہی سوپر فیاض کی کال آ گئی جس میں اس نے عمران کے ساتھ سنور سینڈ میں چائے پینے کا تذکرہ کیا تھا۔ ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ ڈیوٹی سے فارغ ہوتے ہی وہ عمران سے بات کر کے اُسے سوپر فیاض کے متعلق بتا دے گا۔ مگر ابھی ڈیوٹی کے ختم ہونے میں کافی دیر تھی اس لئے وہ خاموش بیٹھا رہا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد رچرڈ نے اُسے فون کیا۔

"ہیلو خالد! ــــ کنگ کا فون جیسے ہی آئے۔ مجھے فوری طور پر کنکٹ کرا دینا۔ اِٹ اِز ایمرجنسی" ــــ رچرڈ نے کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔

ٹائیگر نے یہاں اپنا نام خالد بتایا ہوا تھا۔ وہ رچرڈ کی اس کال پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ خلاف معمول رچرڈ بے حد گھبرایا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی اہم اور خلاف توقع واقعہ پیش آ گیا ہو۔ مگر کوئی ایسی بات اس کے ذہن میں نہ آ رہی تھی۔ بہرحال وہ چوکنا ہو گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی

گنگ کی کال آگئی۔

ٹائیگر نے فوری طور پر رچرڈ سے کنکٹ کیا اور خود بھی گفتگو سننے میں مصروف ہو گیا۔

"ہیلو گنگ سپیکنگ" ــــــ گنگ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"باس! ــــ میں نمبر ایک بول رہا ہوں ــــ مجھے آپ کی طرف سے کال کا شدت سے انتظار تھا" ــــــ رچرڈ نے تیز مگر گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں ــــ؟ کیا بات ہے" ــــ؟ گنگ نے پوچھا۔

"باس! ــــ عمران پر دوسرا حملہ بھی ناکام ہو گیا ہے ــــ دونوں حملہ آور ہلاک ہو گئے ہیں" ــــ رچرڈ نے کہا۔

"ہاں! ــــ مجھے رپورٹ مل گئی ہے ــــ یہ کم بخت عمران تو واقعی بیحد سخت جان واقع ہوا ہے ــــ بہرحال وہ میرے ہاتھوں بچ نہیں سکتا" ــــ گنگ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"باس! ــــ میں نے عمران کو قابو میں کر لیا ہے ــــ وہ اس وقت بے بسی کے عالم میں میرے پاس بیہوش پڑا ہوا ہے" ــــ رچرڈ نے قدرے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ــــ؟ عمران تمہارے پاس موجود ہے" ــــ؟ گنگ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"ہاں باس! ــــ ہمارے آدمیوں کو ختم کر کے وہ سیدھا میرے پاس آیا۔ کاؤنٹر مین کو چکر دے کر وہ یہاں نچلے تہہ خانے میں پہنچ گیا ــــ وہ مجھ سے آپ کے متعلق تفصیلات پوچھنا چاہتا تھا ــــ چنانچہ میں نے اُسے تہہ خانے کے

نیچے بنے ہوئے خفیہ کنوئیں میں گرا دیا اور پھر بیہوش کر دینے والی گیس بھی چھوڑ دی تاکہ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے" ــــــ رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ ابھی تک زندہ ہے" ــــ؟ گنگ کی تیز آواز سنائی دی۔

"یس باس! ــــ وہ آسانی سے مرنے والا آدمی نہیں ــــ بہرحال اس وقت وہ تہہ خانے میں بیہوش پڑا ہوا ہے ــــ اس لئے مجھے آپ کی طرف سے کال کا شدت سے انتظار تھا" ــــ رچرڈ نے جواب دیا۔

"تم فوری طور پر اُسے گولی مار دو ــــ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر ــــ اور پھر اس کا سر کاٹ کر اپنے کمرے میں لے آؤ۔ میرا آدمی تم سے وہ سر لے آئے گا" ــــ گنگ نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اب اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں باس! ــــ اگر وہ زندہ نکل گیا تو کم از کم میری موت یقینی ہے" ــــ رچرڈ نے جواب دیا۔

"اُسے کسی قیمت پر زندہ نہیں رہنا چاہیئے ــــ میں آدھے گھنٹے بعد اپنا آدمی بھیج دونگا ــــ تم کاؤنٹر پر ہدایات دے دو۔ اس بار کوڈ عمران کا سر ہوگا" ــــ گنگ نے جواب دیا۔

"بہتر جناب!" ــــ رچرڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

ٹائیگر جو خاموش بیٹھا یہ سب گفتگو سن رہا تھا۔ رابطہ ختم ہوتے ہی تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ کم سے کم وقت میں رچرڈ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا تاکہ رچرڈ کے عمران تک پہنچنے سے پہلے ہی اس تک پہنچ جائے۔

دروازے سے نکل کر وہ تیزی سے بائیں طرف مڑا اور پھر بجائے ایک

لمبا چکر کاٹ کر رچرڈ کے کمرے تک پہنچنے کے وہ رچرڈ کے کمرے کی دیوار کے قریب پہنچا۔ اس دیوار کے قریب ایک کھردری اینٹوں کا ستون چھت تک چلا گیا تھا اس ستون کے اوپر ایک بڑا سا ایئر کنڈیشنڈ رکھا ہوا تھا۔ جس کی ہوا ایک بڑے سے سوراخ کے ذریعے رچرڈ کے کمرے کے اندر جاتی تھی۔

ٹائیگر بندر کی سی تیزی سے اس ستون پر چڑھتا چلا گیا۔ کھردری اینٹوں کی وجہ سے اُسے اوپر جانے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ ایئر کنڈیشنڈ کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایئر کنڈیشنڈ کو بجلی سپلائی کرنے والی تار پر ہاتھ ڈالا اور پھر پوری قوت سے ایک جھٹکا دیا۔ بجلی کی تار جس پر دبیز ربڑ چڑھا ہوا تھا خاصی موٹی تھی اور ایئر کنڈیشنڈ کے اندر مضبوطی سے نصب تھی اس لئے بجائے اس کے وہ تار ٹوٹ جاتی، زبردست جھٹکا لگنے سے ایئر کنڈیشنڈ اڑتا ہوا ستون سے نیچے ایک زوردار دھماکے سے جا گرا اور اس کے نیچے گرتے ہی ٹائیگر بڑی پھرتی سے اوپر چڑھا اور دوسرے لمحے وہ ایئر کنڈیشنڈ کی جگہ والے چوڑے سے سوراخ میں داخل ہو گیا۔

سوراخ میں سے ٹائیگر نے دوسری طرف جھانکا تو اس نے رچرڈ کو بڑے حیرت آمیز انداز میں اسی سوراخ کی طرف دیکھتے پایا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ شاید ایئر کنڈیشنڈ گرنے کے دھماکے سے چونکا تھا۔

"خالد تم ـــــ؟" رچرڈ نے ٹائیگر کی شکل سوراخ میں دیکھتے ہی حیرت بھرے انداز میں کہا۔

مگر ٹائیگر اسے سنبھلنے یا سوچنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا۔ اس نے سوراخ میں سے ہی چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے وہ پنجوں کے بل فرش پر آ گرا۔ اور اب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"کیا بات ہے ـــــ؟ اس طرح کیوں آئے ہو" ـــــ؟ رچرڈ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ ریوالور ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ مگر شاید اس کے ذہن میں اس بات کا تصور تک نہ تھا کہ ٹائیگر عمران کا ساتھی ہے اس لئے اس نے ریوالور ویسے ہی ہاتھ میں پکڑ کر لٹکایا ہوا تھا۔

"عمران کہاں ہے ـــــ" ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رچرڈ پر چھلانگ لگا دی۔

مگر رچرڈ بھی بے حد پھرتیلا تھا۔ اس نے انتہائی تیزی سے پہلو بچایا اور ٹائیگر کمرے کے درمیان میں پڑی میز پر جا گرا۔ رچرڈ نے بڑی پھرتی سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو سیدھا کیا مگر ٹائیگر میز پر گرتے ہی چکنی مچھلی کی طرح پھسلتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔ اور پھر دو کام بیک وقت ہوئے ادھر رچرڈ کے ریوالور نے شعلہ اگلا۔ اُدھر ٹائیگر انتہائی تیزی سے میز کے درمیانی خلا سے اس طرف نکل آیا۔ اور پہلی گولی میز کی سطح پر لگ کر اچٹ گئی رچرڈ نے دوسری گولی چلانی چاہی مگر ٹائیگر نے انتہائی پھرتی سے اس کی دونوں ٹانگیں کھینچ لیں اور رچرڈ دھڑام سے فرش پر آ گرا۔ جھٹکا لگنے سے اس کا ریوالور بھی اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اور پھر ٹائیگر نے وہیں سے چھلانگ لگائی اور تقریباً اڑتا ہوا عین اس جگہ جا گرا جہاں ریوالور پڑا ہوا تھا اور پھر وہ دونوں اکٹھے ہی اٹھ کھڑے ہوئے مگر اس بار ریوالور ٹائیگر کے ہاتھ میں تھا اور رچرڈ خالی ہاتھ تھا۔

"بتاؤ عمران کہاں ہے" ـــــ؟ ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ گولی رچرڈ کا آدھا کان غائب کر گئی ـــ اور رچرڈ نے چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے اپنا کان پکڑ لیا۔

"بتاؤ کہاں ہے — جلدی" — ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رچرڈ کا دوسرا آدھا کان بھی غائب کر دیا۔

"کک — کون — عمران" — رچرڈ نے سخت جانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

اور اسی لمحے ٹائیگر نے بجائے اسے گولی مارنے کے اس ہاتھ کو جس میں اس نے ریوالور پکڑ رکھا تھا، بجلی کی سی تیزی سے گھمایا اور ریوالور کا بٹ پوری قوت سے رچرڈ کی ناک پر پڑا۔ اس کی ناک سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا اور وہ ایک دھماکے سے پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ ضرب اتنی قوت سے لگی تھی کہ اس کے ناک کی ہڈی پچک گئی تھی۔

"بتاؤ — ورنہ میں تمہاری ہڈیاں چور چور کر دوں گا" — ٹائیگر نے پوری قوت سے اس کی پسلیوں میں لات مارتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر کی بھرپور لات نے نہ صرف رچرڈ کی چیخیں نکلوا دیں بلکہ اس کی دو تین پسلیوں کا بھی کباڑہ کر دیا۔ ٹائیگر پر تو وحشت سوار تھی، اور پھر اس نے دوسری بار لات اٹھائی ہی تھی کہ رچرڈ چیخ پڑا۔

"ٹھہرو — بتاتا ہوں — وہ نیچے کنوئیں میں ہے" — رچرڈ نے کراہتے ہوئے کہا۔

"وہ تو مجھے معلوم ہے — کنوئیں کا دروازہ کھولو — جلدی کرو" — ٹائیگر نے لات کا ایک اور بھرپور وار کرتے ہوئے کہا اور رچرڈ کی ایک بار پھر چیخیں نکل گئیں۔

"میز کے دائیں کنارے پر لگا ہوا سفید بٹن" — رچرڈ نے تیسری بار لات کو اٹھتے دیکھ کر چیخ کر کہا اور ٹائیگر بڑی پھرتی سے میز کے کنارے کی

طرف دوڑ پڑا۔

میز کے دائیں کنارے پر واقعی ایک سفید بٹن موجود تھا۔ ٹائیگر نے تیزی سے وہ بٹن دبا دیا۔

بٹن دبتے ہی رچرڈ کے قریب ہی فرش کا ایک تختہ تیزی سے ہٹتا چلا گیا۔ ٹائیگر بٹن دبا کر واپس لوٹا تو اس نے رچرڈ کو بیہوش پڑے دیکھا۔ شاید اس کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔

کنواں خاصا گہرا تھا۔ اس کے نچلے حصے میں گہری تاریکی تھی۔ کنوئیں کے اندر دیوار کے ساتھ ہی ٹائیگر نے ایک پتلی سی لوہے کی سیڑھی نیچے جاتی دیکھی اور پھر وہ تیزی سے اس سیڑھی کے ذریعے نیچے اترتا چلا گیا۔

کافی گہرائی میں جا کر فرش آیا اور اب چونکہ ٹائیگر کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئی تھیں اس لئے اس نے فرش پر بیہوش پڑے ہوئے عمران کو دیکھ لیا۔

ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے عمران کو اٹھا کر کندھے پر لادا اور ایک بار پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیں۔ مگر ابھی وہ آدھی سیڑھیاں ہی چڑھ سکا تھا کہ اچانک ایک تیز سرسر کی سی آواز گونجی اور کنوئیں کے اوپر والا فرش برابر ہو گیا۔

اب عمران اور ٹائیگر دونوں ہی کنوئیں میں قید ہو چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ یا تو رچرڈ کو خلاف توقع ہوش آ گیا تھا یا پھر کمرے میں کوئی اور آدمی آ پہنچا ہے۔

ٹائیگر نے فرش برابر ہونے کے باوجود اپنے قدم نہ روکے اور وہ اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اسے خطرہ تھا کہ رچرڈ کنوئیں میں بیہوش کر دینے والی گیس نہ چھوڑ

دے۔ اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ اوپر جانا چاہتا تھا۔

فرش کے قریب پہنچ کر ٹائیگر رک گیا۔ اب ایک تو اس کے کاندھے پر عمران کا وزن لدا ہوا تھا اور دوسرا وہ پتلی سی سیڑھی پر کھڑا تھا چنانچہ اس کے لئے توازن برقرار رکھنا ہی مسئلہ بن گیا تھا۔ کجا وہ باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پیر مارتا۔

ابھی ٹائیگر سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہیں کہ اچانک اس کے پیروں کے نیچے موجود سیڑھی انتہائی تیزی سے نیچے سمٹنی شروع ہو گئی اور ٹائیگر کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور عمران سمیت ہوا میں چکراتا ہوا کنوئیں کے فرش کی طرف گرنے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ سے چونکہ عمران کا بازو پکڑا ہوا تھا اس لئے عمران کا جسم اس سے علیحدہ نہ ہو سکا اور وہ دونوں اکٹھے ہی قلابازیاں کھاتے ہوئے سر کے بل فرش کی طرف گرتے چلے گئے۔

ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے فرش کے قریب جا کر عمران کا ہاتھ چھوڑ دیا اور خود دونوں ہاتھوں اور پیروں کے بل زمین پر جا گرا۔ اس کی پشت اوپر کی طرف تھی اور جسم کمان کی طرح جھکا ہوا تھا

جیسے ہی ٹائیگر کے دونوں ہاتھ اور پیر فرش سے لگے۔ عین اسی لمحے عمران کسی بھاری بوری طرح ٹھیک اس کی پشت سے آ ٹکرایا اور پھر اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے جسم کو سیدھا کر لیا۔

اب ٹائیگر نیچے فرش پر پیٹ کے بل پڑا ہوا تھا اور عمران اس کے اوپر تھا اگر ٹائیگر ایسا نہ کرتا تو یقیناً عمران پہلے نیچے گرتا اور ٹائیگر اس کے اوپر ۔۔ اس طرح ٹائیگر تو یقیناً بچ گیا مگر بیہوش عمران کا بچنا محال تھا جب کہ اس ترکیب سے نہ صرف ٹائیگر نے اپنے آپ کو بچا لیا تھا بلکہ عمران کو بھی شدید

چوٹ لگنے سے محفوظ کر لیا تھا۔

نیچے گرتے ہی ٹائیگر تیزی سے اٹھا اور عین اسی لمحے اس کے کانوں سے عمران کی کراہ ٹکرائی۔ جھٹکا اور چوٹ لگنے سے شاید عمران ہوش میں آ گیا تھا۔

" عمران صاحب ۔۔ عمران صاحب ۔۔۔ ہوش میں آیئے ۔۔ ہم شدید خطرے میں ہیں " ۔۔۔۔ ٹائیگر نے عمران کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی رچرڈ کنوئیں میں بیہوش کر دینے والی گیس چھوڑ دے گا اور پھر وہ بے بس ہو جائیں گے۔

" ٹائیگر تم " ۔۔۔۔ اچانک عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" ہاں ۔۔۔ عمران صاحب ! ۔۔۔ ہم اس کنوئیں میں قید ہیں اور رچرڈ شاید بیہوش کر دینے والی گیس دوبارہ چھوڑنے ہی والا ہے " ۔۔۔۔ ٹائیگر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" تمہارے پاس غبارے ہیں " ۔۔۔۔ ؟ عمران نے قدموں کے بل کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

" غبارے " ۔۔۔۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ہاں بھئی رچرڈ گیس چھوڑے گا تو ہم غبارے بھر لیں گے ۔۔ چلو کچھ بچت ہو جائے گی ۔۔۔ آجکل تو گیس والے غبارے بازار میں بڑے مہنگے بک رہے ہیں " ۔۔۔ عمران ہوش میں آتے ہی اپنی عادت سے باز نہ رہ سکا۔

" عمران صاحب ! ۔۔ یہ مذاق کا وقت نہیں " ۔۔۔ ٹائیگر نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تو پھر کس چیز کا وقت ہے ۔۔ تم ہی بتاؤ " ۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں گہرا اطمینان جھلک رہا تھا۔

" باہر نکلنے کا "۔۔۔ ٹائیگر نے بدستور جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تو چلو پھر باہر نکلتے ہیں "۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ایک ہاتھ بڑھایا اور کنوئیں کی دیوار پر پھیرنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے جھکا اور اس نے بڑی پھرتی سے اپنے دونوں بوٹ اتارے اور ان کی نوکیں فرش سے مخصوص انداز میں ٹکرائیں۔ بوٹ کی نوکوں سے خنجر جیسے تیز مگر پتلے سے پھل باہر نکل آئے۔

" میری کمر سے لپٹ جاؤ "۔۔۔ عمران نے کہا اور ایک ہاتھ بڑھا کر پوری قوت سے جوتے کی نوک دیوار پر ماری۔ بوٹ کی نوک سے نکلا ہوا تیز پھل دیوار کے رخنے میں گھستا چلا گیا اور عمران نے اچھل کر دوسرا بوٹ بھی دیوار میں پیوست کر دیا۔

اب ٹائیگر بھی بات کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ وہ عمران کی کمر سے لپٹ گیا۔ اور عمران نے اپنا ایک پیر بوٹ پر رکھ دیا۔ بوٹ کسی سیڑھی کے ڈنڈے کی طرح اکڑا ہوا تھا۔ عمران نے اوپر والا بوٹ پکڑا اور اپنا جسم اوپر کی طرف اٹھایا۔ جیسے ہی اس کا جسم اونچا ہوا۔ ٹائیگر نے پھرتی سے نچلا بوٹ نکال کر عمران کے دوسرے ہاتھ میں پکڑا دیا اور عمران نے ہاتھ بلند کر کے اسے اور اوپر دیوار میں پیوست کر دیا اور پھر ایک جھٹکے سے اچھل کر وہ بوٹ پکڑ لیا۔ اب وہ خاصی بلندی پر آ گئے تھے۔

ٹائیگر نے اسی طرح ایک ہاتھ عمران کی کمر کے گرد رکھا اور دوسرے ہاتھ سے نچلا بوٹ نکال کر عمران کے دوسرے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور اس طرح بوٹوں کے سہارے چڑھتے ہوئے وہ تھوڑی دیر بعد فرش کے قریب پہنچ گئے۔ اب عمران

ایک ہاتھ سے بوٹ پکڑے لٹک رہا تھا۔ اس کا ریڈی میڈ ذہن تیزی سے فرش کا ڈھکنا کھلوانے کی ترکیب سوچ رہا تھا کہ اچانک ان کے سروں پر موجود فرش تیزی سے ہٹتا چلا گیا اور رچرڈ کا چہرہ خلا میں نظر آیا۔ وہ شاید نیچے جھانک رہا تھا۔ عمران کا دوسرا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے اس نے رچرڈ کی گردن پکڑ کر اندر کی طرف ایک زوردار جھٹکا دیا اور رچرڈ کا جسم ایک زوردار جھٹکے سے کھسک کر خلا میں آیا اور پھر نیچے کنوئیں کی تہہ کی طرف گرتا چلا گیا۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کنواں گونج اٹھا۔

چند لمحوں بعد نیچے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور رچرڈ کی چیخیں کراہوں میں بدل گئیں اور چند لمحوں بعد کراہیں آہستہ ہوتی ہوتی سکوت میں بدل گئیں۔

عمران نے بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ سے کنارے کو پکڑا اور پھر دوسرا ہاتھ بھی بوٹ کو چھوڑ کر کنارے کو پکڑ لیا۔ گو ٹائیگر اس کی کمر سے لٹکا ہوا تھا مگر عمران کے بازوؤں میں اتنی طاقت تھی کہ وہ بازوؤں کے بل اوپر اٹھتا چلا گیا اور پھر ٹائیگر کا ہاتھ بھی کنارے پر پڑ گیا اور اس نے عمران کو چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے کنارہ پکڑ لیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ دونوں ہی اوپر اٹھتے ہوئے کمرے میں پہنچ گئے۔

کمرے کے فرش پر لیٹ کر وہ دونوں چند لمحوں تک سانسیں درست کرتے رہے۔ پھر وہ دونوں ہی بیک وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔

کمرہ خالی تھا اور فرش پر رچرڈ کے گھسٹنے کی وجہ سے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ ان نشانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ رچرڈ ہوش میں آتے ہی میز کی طرف بڑھا اور اس نے فرش کو برابر کیا اور سیڑھی نیچی کر دی۔ مگر شاید وہ گیس والا بٹن نہ دبا سکا۔ شاید وہ کہیں دور ہو گا۔ بہرحال کچھ دیر تک رچرڈ میز کے قریب پڑا

رہا کیونکہ وہاں کافی دُور تک اس کے ہاتھوں کے نشانات نظر آ رہے تھے اور پھر دوبارہ ہوش میں آنے پر اس نے فرش کو کھولنے والا دوبارہ بٹن دبایا۔ اس بار وہ اپنے قدموں پر چل کر گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اب پوری طرح ہوش میں آگیا تھا اور اب یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ عین اُسی لمحے عمران اپنے خداداد ذہن کو استعمال کر کے بوٹوں کی مدد سے فرش کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"تم یہاں کیسے پہنچے" ؟ عمران نے فرش سے اٹھتے ہی ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر ٹائیگر نے اپنی ملازمت سے لے کر اب تک کے تمام حالات تفصیل سے عمران کو سنا دیئے۔

"ہوں! — اس کا مطلب ہے کہ گنگ کا آدمی یہاں پہنچنے ہی والا ہوگا" — عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

ابھی عمران کا فقرہ مکمل ہی ہوا تھا کہ ایک آواز بند دروازے کے اوپر لگے ہوئے سپیکر پر گونجی۔

"باس! — گنگ کا آدمی آیا ہے — آپ کے مطابق اس نے صحیح کوڈ بتایا ہے" — یہ آواز ڈاکٹر مین کی تھی۔

"ٹھیک ہے — اسے اندر بھیج دو اور تم چلے جاؤ" — عمران نے ریچرڈ کے لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا کر فرش برابر کر دیا۔ اور پھر اس نے وہ بٹن تلاش کر لیا جس کے نیچے ڈور لکھا ہوا تھا اور ٹائیگر کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا

جب ٹائیگر دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا تو عمران کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے دروازے والا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

غیر ملکی کا انداز بے حد محتاط قسم کا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ چوکنی فطرت کا مالک ہو۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی وہ تیزی سے واپس مڑا اور عین اسی لمحے ٹائیگر نے اس پر حملہ کر دیا مگر آنے والا کچھ ضرورت سے زیادہ ہی فن حرب کا ماہر تھا کیونکہ پلک جھپکنے میں نہ صرف اس نے اپنے آپ کو بچا لیا بلکہ ٹائیگر اس کے ہاتھوں پر اٹھ کر اڑتا ہوا سیدھا میز کے پیچھے بیٹھے عمران سے ٹکرایا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر نیچے فرش پر جا گرے۔ پھر جب وہ دونوں اٹھے تو اجنبی راہداری میں غائب ہو چکا تھا۔

"نکل گیا" — عمران نے بڑے اطمینان سے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے — بڑا پھرتیلا آدمی تھا" — ٹائیگر نے قدرے ندامت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں! — خاصا پھرتیلا تھا — ویسے میرا مشورہ مانو تو تم وٹامن سی کے کیپسول کھایا کرو" — عمران نے میز سے ادھر آتے ہوئے کہا۔

"وٹامن سی" — ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں! — کیچ کے لفظ کا آغاز حرف سی سے ہوتا ہے اور تم میں اس کی کمی معلوم ہوتی ہے — دیکھو! — تم اُسے کیچ نہ کر سکے جب کہ اس نے تمہیں نہ صرف کیچ کر لیا بلکہ کسی فاسٹ باؤلر کی طرح پھینک بھی دیا" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اب وہ دونوں کمرے سے نکل کر راہداری میں پہنچ چکے تھے۔ ان کے باہر نکلتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو چکا تھا۔

"ریچرڈ کا کیا ہوگا" — ؟ ٹائیگر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”کاؤنٹر مین کو کہہ دیں گے کہ وہ اس کا چورا کنوئیں سے سمیٹ لے“ ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مگر ابھی وہ لفٹ کے قریب نہ پہنچے تھے کہ لفٹ کا دروازہ کھلا اور چار بدمعاش قسم کے آدمی ہاتھوں میں ریوالور پکڑے باہر آ گئے۔ ان کے پیچھے کاؤنٹر مین تھا۔ شاید کنگ کی طرف سے آنے والے نے جاتے ہوئے انہیں گڑبڑ کے متعلق بتا دیا تھا۔

”ہیلو“ ——— ٹائیگر نے کاؤنٹر مین کو دیکھتے ہی بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔

”فالتو تم ——— باس کہاں ہے“ ——— ؟ کاؤنٹر مین نے سخت لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس اندر ہے ——— کیوں کیا بات ہے“ ——— ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

”کنگ کے آدمی نے بتایا کہ اندر باس پر حملہ ہوا ہے“ ——— کاؤنٹر مین نے مشتبہ لہجے میں کہا۔ چاروں مسلح نوجوان لفٹ کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہوتے تھے اس لیے مجبوراً ان دونوں کو بھی رکنا پڑا تھا۔

”ارے نہیں ——— وہ تو ہمارے سامنے اندر آیا تھا ——— تم خود ہی تو اسے چھوڑ کر گئے تھے“ ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

”نہیں ——— کوئی گڑبڑ ضرور ہے ——— تم دروازے کی طرف چلو ——— میں باس سے بات کروں گا“ ——— کاؤنٹر مین نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا میرے سامنے سے تو ہٹو ——— خواہ مخواہ راستہ روک رکھا ہے“ ——— عمران نے پہلی بار زبان کھولی۔ لہجہ بے حد سخت تھا۔

”نہیں ——— تم بھی اس کے ساتھ ہی باس کے پاس چلو“ ——— کاؤنٹر مین نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔

”باس ——— باس ——— کہیں تم شاعر تو نہیں ہو ——— میرا وقت ضائع نہ کرو۔ آگے سے ہٹو“ ——— عمران نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”اے مسٹر ——— سیدھی طرح دروازے کی طرف چلو ——— بحث مت کرو“ ——— ان مسلح بدمعاشوں میں سے ایک نے برا سا منہ بناتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ عمران کے قریب موجود تھا اس لیے اس کا بولنا اسے بے حد مہنگا پڑا۔ کیونکہ اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور راہداری اس کو لگنے والے تھپڑ کی زوردار آواز سے گونج اٹھی۔ اور وہ اچھل کر اپنے ساتھ والے شخص پر جا گرا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ باقی سنبھلتے، ٹائیگر انتہائی پھرتی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور اس کی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے کاؤنٹر مین کے سینے پر پڑیں اور وہ لڑکھڑا کر اپنے پیچھے کھڑے ہوئے بدمعاشوں پر جا گرا۔ اچانک جھٹکا لگنے سے اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور نکل کر ہوا میں اچھلا جسے عمران نے انتہائی چابکدستی سے کیچ کر لیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سب سنبھلتے۔ عمران نے فائرنگ شروع کر دی۔ اس کی انگلی نے ٹریگر کو چار بار اتنی تیزی سے دبایا کہ جس کی وجہ سے ریوالور سے گولیاں اتنے تسلسل سے نکلیں کہ یوں لگتا تھا جیسے اس کے ہاتھ میں ریوالور کی بجائے مشین گن ہو اور وہ چاروں بدمعاش فرش پر تڑپنے لگے۔ عمران کی چاروں گولیاں ٹھیک نشانے پر لگی تھیں۔ چند ہی لمحوں بعد وہ ٹھنڈے ہو چکے تھے۔

عمران نے ایک بار پھر ٹریگر دبایا اور اس بار گولی اٹھتے ہوئے کاؤنٹر مین کی ران میں گھستی چلی گئی اور وہ چیخ مار کر ایک بار پھر فرش پر گر گیا۔

”تمہارا باس لپیٹے بنائے ہوئے کنوئیں کی تہہ میں موجود ہے۔ وہاں سے

اُسے نکال لینا۔ اور اگر وہ زندہ ہو تو اسے کہہ دینا کہ عمران ایک بار پھر آئیگا" ۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے قدم بڑھا کر لفٹ کے اندر داخل ہو گیا۔

ٹائیگر نے عمران کی پیروی کی اور پھر عمران نے لفٹ کا دروازہ بند کر کے بٹن دبا دیا اور لفٹ اوپر کی طرف اٹھنا شروع ہو گئی

"دیکھا تم نے ڈاسن سی کا کرشمہ! ۔۔۔ کیسے کچ کیا میں نے ریوالور کو" ۔۔۔ عمران نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا اور ٹائیگر مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ وہ عمران کا مقابلہ تو نہ کر سکتا تھا جس نے پلک جھپکنے میں چار مسلح افراد کا خاتمہ کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لفٹ سے نکل کر راہداری میں پہنچ گئے اور چند لمحوں بعد وہ دونوں ہال سے گزر کر مین گیٹ کراس کر گئے۔ ان کی چال میں ایسا اطمینان تھا کہ کوئی ان کے مسلے ہوئے کپڑوں کے باوجود ان کی طرف سے مشکوک نہ ہو سکا۔

"تم اب فلیٹ پر جاؤ ۔۔۔ میں باقی ہدایات وہیں دوں گا" ۔۔۔ عمران نے گیٹ سے نکلتے ہی ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب کہ عمران نے پارکنگ میں موجود سوپر فیاض کی کار کا رخ کیا۔

شہر کے مضافاتی علاقے میں موجود ایک چھوٹی سی کوٹھی کے تہہ خانے میں اس وقت تین مقامی ایک میز کے گرد خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں کے چہروں پہ گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ سب میز پہ پڑے ہوئے ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کو دیکھ رہے تھے جس کے ڈائل پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بلب بڑے تسلسل سے جل بجھ رہا تھا۔ پھر اچانک وہ بلب سبز رنگ میں تبدیل ہو کر مسلسل جلنے لگا اور وہ تینوں چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہیلو راسکلز اوور" ۔۔۔ ایک بھاری آواز ٹرانسمیٹر سے برآمد ہوئی۔

"یس ہنٹری راسکلز سپیکنگ۔ اوور" ۔۔۔ ایک نے ہاتھ بڑھا کر بٹن کو نیچے کرتے ہوئے کہا۔

"کنگ سپیکنگ ۔۔۔ باری باری رپورٹ دو۔ اوور" ۔۔۔ کنگ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"راسکل ون سپیکنگ باس! ۔۔۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے یہاں کی خفیہ ایٹمک لیبارٹری کو تلاش کر لیا ہے۔ اوور" ۔۔۔ ایک آدمی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ ۔۔۔ تفصیلات بتاؤ۔ اوور" ۔۔۔ راسکلز کنگ نے مسرت بھرے

ہیچے میں پوچھا۔

"باس! — یہ لیبارٹری دارالحکومت سے بیس میل دور ایک گھنے جنگل کے بیچ بنائی گئی ہے — اس جنگل کے درمیان میں ایک جھیل ہے۔ جھیل اور اس کے اردگرد کے علاقے کو سیرگاہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے جہاں پکنک منانے والوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے — اس جھیل کے عین درمیان میں ایک پگوڈانما عمارت ہے جہاں صرف کشتی کے ذریعے ہی جایا جاسکتا ہے۔ — ایٹمک لیبارٹری کا راستہ اسی پگوڈا کے اندر سے جاتا ہے" — نمبر ون نے تفصیلات بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسے ٹریس کیا۔ اوور" — ؟ کنگ نے سوال کیا۔

"باس! — اتفاق سے ایک ہوٹل کے ریکریشن ہال میں ایک خوبصورت شاہین نامی مقامی لڑکی سے میرا ٹکراؤ ہو گیا — وہ مجھ میں دلچسپی لینے لگی۔ لڑکی چونکہ خاصی خوبصورت اور جوان تھی اس لئے میں نے اسے لفٹ دی اور ہم دونوں رات گزارنے ایک ہوٹل میں چلے گئے — وہاں میرے یونہی پوچھنے پر لڑکی نے بتایا کہ وہ ایٹمی لیبارٹری کے ایک شعبے میں سیکرٹری کا کام کرتی ہے اور آجکل تفریحی چھٹیوں پر ہے — اس پر میں نے جان بوجھ کر اسے خوب شراب پلائی اور اسی طرح میں اس سے تفصیلات پوچھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اوور" — نمبر ون نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ! — اس لڑکی سے مزید تعلقات بڑھاؤ اور اس کی کسی خاص کمزوری کو حاصل کر کے اسے مجبور کر دو کہ وہ لیبارٹری کے متعلق مزید تفصیلات ہمیں مہیا کرے۔ اوور" — کنگ نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے اس سلسلے میں اقدام کیا ہے — آج رات میں اسے ایک مخصوص

جگہ پر لے جاؤں گا جہاں میں نے خفیہ کیمروں کا بندوبست کیا ہے — عریاں تصاویر کے بعد وہ ہمارے پنجے سے نہ نکل سکے گی۔ اوور" — نمبر ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ! — ایسا کرو کہ اس لڑکی کو مجبور کر دو کہ وہ لیبارٹری کا اندرونی نقشہ اور خاص طور پر اس کے حفاظتی نظام کے متعلق تفصیلات ہمیں مہیا کرے۔ اوور" — کنگ نے اسے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ اوور" — نمبر ون نے جواب دیا۔

"نمبر ٹو — رپورٹ دو۔ اوور" — کنگ نے کہا۔

"باس! — آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے منسٹری آف اٹامک انرجی کے چیف سیکرٹری سے تعلقات قائم کر لئے ہیں — اب وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگ گیا ہے۔ اوور" — نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — کام کئے جاؤ اور کوشش کرو کہ اس کی معرفت یہاں کے معروف ایٹمی سائنسدان بھابھا سے بھی تعلقات پیدا ہو جائیں۔ چیف سیکرٹری کے بھابھا سے گھریلو تعلقات ہیں۔ وہ اس سلسلے میں کام آسکتا ہے۔ اوور" — کنگ نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! — میں جلد ہی اس سلسلے میں آپ کو رپورٹ دوں گا۔ اوور" — نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"نمبر تھری! — تمہاری کیا رپورٹ ہے۔ اوور" — ؟ کنگ نے تیسرے آدمی سے پوچھا۔

"باس! — میں نے اپنے آدمی راسکلز پوائنٹس پر تعینات کر دیئے ہیں جو راسکلز پوائنٹ پر ہونے والی سرگرمیاں ہمارے علم میں لاتے رہیں گے۔ اوور" —

نمبر تھری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں نے تمہیں اس کام کے لئے اس لئے منتخب کیا ہے کہ تم جدید الیکٹرانک آلات سے واقف ہو ـــ تمام ٹاسک پوائنٹ پر جاسوسی کے جدید ترین اور خفیہ آلات نصب کر دو تاکہ کوئی بات ہماری نظروں سے اوجھل نہ رہ سکے۔ اوور" ـــ کنگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! ـــ میں نے اس سلسلے میں اقدامات کئے ہیں۔ چار سنٹرز پہ یہ آلات نصب ہو چکے ہیں ـــ باقی پر بھی کام جاری ہے۔ اوور"۔ نمبر تھری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل الاسکا یعنی میرا مطلب ہے کہ پوائنٹ نمبر ون پر تمہارا کون سا آدمی کام کر رہا ہے۔ اوور" ـــ ؟ کنگ نے پوچھا۔

"جناب! ـــ وہاں میرا آدمی کاؤنٹر مین کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اوور"۔ نمبر تھری نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ اُسے ہوشیار کر دو ـــ جہاں تک میرا خیال ہے کہ رچرڈ ہمارے مطلب کا آدمی ثابت نہیں ہو رہا۔ اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ رچرڈ کو غائب کرا کر اس کی جگہ اس کے میک اپ میں اپنا آدمی بھیج دوں تاکہ کام صحیح طریقے سے ہو سکے۔ اوور" ـــ کنگ نے کہا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ اوور" ـــ نمبر تھری نے جواب دیا۔

"تم نے رچرڈ کو تو دیکھا ہے ـــ ایسا آدمی فوری طور پہ تلاش کرو جو آسانی سے اس کی جگہ لے سکے ـــ اُسے بھرپور معاوضہ دیا جائے گا ـــ تمہارا آدمی ہوٹل کے ساتھ ساتھ اس کی نگرانی بھی کرے گا۔ اوور" ـــ کنگ نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! ـــ ایک آدمی میری نظروں میں ہے ـــ میں اس سے بات کر کے آپ کو رپورٹ دوں گا۔ اوور" ـــ نمبر تھری نے جواب دیا۔

"او کے! ـــ اب آخر میں ایک جنرل بات ـــ ہمیں اپنا کام انتہائی تیز رفتاری سے کرنا ہے ـــ اور سنو! ـــ میں تمہیں گراں قدر معاوضے صرف اس لئے دے رہا ہوں کہ میں ہر کام میں مکمل اور قطعی کامیابی چاہتا ہوں ـــ کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی برداشت نہیں کروں گا ـــ اور اگر ایسا ہوا تو یاد رکھو کہ تمہارے عبرت ناک انجام پہ لوگ صدیوں تک عبرت پکڑتے رہیں گے۔ اوور اینڈ آل" ـــ کنگ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

ایک نے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا اور پھر وہ تینوں خاموشی سے چلتے ہوئے کمرے کے دروازے سے باہر نکل گئے۔



ٹائیگر عمران سے جدا ہو کر سیدھا اپنے ہوٹل میں پہنچا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک اس ذلت کے آثار موجود تھے جو اُسے کنگ کے آدمی کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش ایک بار پھر وہ آدمی کہیں ٹکرا جائے تو وہ تمام گلے شکوے دُور کر دے۔ ٹائیگر کو خاص طور پر اس بات کا

احساس اسی لیے بھی زیادہ ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ عمران کے سامنے ہوا تھا اور عمران نے اسے وٹامن سی کھانے کا مشورہ دے کر اس پر بڑی لطیف چوٹ کی تھی۔

ٹائیگر اپنے کمرے میں بیٹھا اسی بات پر کڑھ رہا تھا۔ حملہ آور کی شکل ابھی تک اس کے ذہن پر نقش تھی۔ گو اس نے اس کی ایک جھلک ہی دیکھی تھی مگر اس کے خدوخال اس کی آنکھوں میں محفوظ ہو گئے تھے۔

ٹائیگر کا کمرہ ہوٹل کی تیسری منزل پر اور سڑک کے رُخ پر تھا۔ اس لیے جب ٹائیگر فارغ ہوتا تو وہ کھڑکی میں کھڑا ہو کر سڑک پر سے گزرنے والے لوگوں کو غور سے دیکھتا رہتا۔ لوگوں کے چہرے اور چال سے وہ ان کی نفسیات اور کردار کا اندازہ لگاتا۔ یہ اس کی بہت پرانی عادت تھی اور کئی بار اس کے اندازے تجربے سے بالکل درست ثابت ہوتے تھے۔ چنانچہ یہ اس کا مشغلہ بن گیا تھا۔

ٹائیگر حسبِ عادت کا خیال بدلنے کے لیے اٹھا اور آ کر کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔ نیچے سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھی۔

سڑک پر کاروں اور دیگر سواریوں کا ایک سیلاب سا بہہ رہا تھا جب کہ سڑک کے دونوں اطراف پر بنے ہوئے فٹ پاتھوں پر انسانوں کا ہجوم تھا۔ ہوٹل دارالحکومت کی سب سے مصروف ترین روڈ پر واقع تھا۔

ٹائیگر حسبِ عادت اپنے مشغلے میں مصروف ہو گیا۔ وہ دُور سے پیدل آتے ہوئے کسی شخص کو تاڑ لیتا اور پھر اس کی چال، لباس اور چہرہ دیکھ کر اس کے کردار، دولت مندی اور نفسیات کے متعلق اندازہ لگاتا۔ جب وہ شخص نظروں سے اوجھل ہو جاتا تو پھر وہ کسی اور شخص کو نظروں میں رکھ لیتا۔

ٹائیگر کو اس مشغلے میں ڈوبے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر گیا کہ اچانک اس کی

نظریں ایک سیاہ لیموسین کار پر پڑیں جو مڑ کر ایک بہت بڑی سُپر مارکیٹ کے سامنے رک رہی تھی۔ لیموسین بالکل نئے ماڈل کی تھی اور بہت باوقار اور شاندار تھی۔ ٹائیگر چونکہ اچھی اور اعلیٰ کاروں کا بے حد شوقین تھا۔ اس لیے بے خیالی میں اس کی نظریں لیموسین پر جم گئیں جو بالکل جدید ماڈل کی تھی۔ آج تک ایسے ماڈل کی کار پہلے اس کی نظروں سے نہ گزری تھی۔

کار جیسے ہی سُپر مارکیٹ کے سامنے رکی۔ ایک نوجوان کار سے اترا اور پھر باوقار انداز میں قدم اٹھاتا سپر مارکیٹ میں داخل ہو گیا۔ اور جیسے ہی ٹائیگر کی نظریں کار سے اترنے والے نوجوان پر پڑیں۔ وہ یوں اپنی جگہ سے اچھلا جیسے اس کے پیر پر کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

کار سے اترنے والے نوجوان کی شکل دیکھتے ہی ٹائیگر کے ذہن میں رچرڈ کے کمرے میں آنے والے حملہ آور کی شکل گھوم گئی۔ اور ٹائیگر تیزی سے دوڑتا ہوا اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ وہ اس نوجوان کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا تاکہ اگر یہ وہی ہو تو اس سے پچھلا حساب بے باق کر سکے۔ لفٹ سے اتر کر وہ تیر کی طرح ہال سے ہوتا ہوا مین گیٹ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

مین گیٹ سے باہر نکل کر ٹائیگر نے ایڑیوں کے بل اونچا ہو کر اُدھر دیکھا جدھر سُپر مارکیٹ کے سامنے لیموسین کار موجود تھی۔ وہ دراصل یہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ لیموسین اس کے وہاں پہنچنے تک ٹھہرے گی یا نہیں۔ اور پھر اسی لمحے اسے وہ کار آگے کھسکتی نظر آئی۔ چنانچہ وہ تیزی سے کمپاؤنڈ میں کھڑی اپنی چھوٹی سی مگر طاقتور انجن والی سپورٹس کار کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اس کے پاس موٹر سائیکل بھی تھی اور کار بھی۔ وہ عام طور پر موٹر سائیکل ہی استعمال کرتا

تھا مگر اب لیموسین کار کے پیشِ نظر اس نے سپورٹس کار میں اس کا تعاقب کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

چند ہی لمحوں بعد اس کی سپورٹس کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی روڈ پر آئی اور پھر کاروں کے سیلاب میں شامل ہو گئی۔ چونکہ لیموسین کار کافی آگے جا چکی تھی اس لئے ٹائیگر اسے دیکھ نہ پا رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ جلد از جلد اس کے پیچھے پہنچ جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی بائی روڈ پر مڑ جائے۔ چنانچہ ٹائیگر نے کاروں کو اوورٹیک کرنا شروع کر دیا۔ اس کی کار یوں مختلف کاروں کو کاٹتی، لہراتی اور ڈولتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی جیسے کسی سرکس میں کمالات دکھائے جا رہے ہوں۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹائیگر لیموسین کار کے عقب میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب وہ بڑے اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔ لیموسین کے عقبی شیشے سے اس کی نظریں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی پشت پر جمی ہوئی تھیں اور اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ صحیح آدمی تک پہنچا ہے۔

کافی دور آگے جا کر لیموسین کار دائیں طرف جانے والی بائی روڈ پر مڑ گئی۔ اس سڑک پر ٹریفک کم تھا۔ اس لئے ٹائیگر پوری تیزی سے کار چلاتا ہوا لیموسین کے برابر سے گزرتا چلا گیا۔ لیموسین کار چلانے والے نے ایک نظر ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر اس نے بھی شاید ایکسیلیٹر دبا دیا کیونکہ لیموسین ایک زبردست جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور دوسرے لمحے ٹائیگر کی کار کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ٹائیگر کو بھی جلال آ گیا اور اس نے بھی پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا اور اس کی سپورٹس کار رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھی اور پھر تقریباً باقاعدہ دونوں کاروں میں ریس شروع ہو گئی۔

لیموسین کار انتہائی طاقتور انجن کی مالک ہوتی ہے اس لئے وہ کئی بار ٹائیگر کی کار کو پیچھے چھوڑ گئی۔ مگر ٹائیگر کی کار بھی سپورٹس کار تھی اور اس کا انجن خصوصی ساخت کا تھا اس لئے مقابلہ تقریباً برابر ہی رہا۔ کبھی لیموسین آگے ہو جاتی اور کبھی سپورٹس کار۔

بہرحال اسی طرح مقابلہ کرتے ہوئے وہ کافی دور نکل گئے۔ یہ سڑک ایک کالونی کے قریب سے ہوتی ہوئی آگے ایک گھنے جنگل تک چلی جاتی تھی۔ جنگل کے اندر فارسٹ ڈویژن کا فیلڈ آفس تھا۔ اور سڑک اس آفس تک جا کر ختم ہو جاتی تھی۔

ریس کے دوران وہ کالونی کو پیچھے چھوڑ گئے اور اب وہ دونوں جنگل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اب یہاں دور دور تک نہ ہی کوئی آبادی تھی اور نہ ہی کوئی کار نظر آ رہی تھی۔ اس وقت لیموسین کار ٹائیگر کی کار سے آگے تھی۔

اچانک لیموسین کار ایک جھٹکے سے مڑی اور پھر سڑک روک کر کھڑی ہو گئی ٹائیگر نے پوری قوت سے بریک لگائے اور اس کی کار کے ٹائروں نے پوری قوت سے چیخیں مار کر سڑک کو پکڑ لیا۔ سپورٹس کار کے ٹائر بریک لگتے ہی فوراً سے ٹیڑھے ہو جاتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ جلد ہی رک جاتی تھی۔ ورنہ لیموسین کار نے اسے کچھ زیادہ فاصلہ رکنے کے لئے نہ دیا تھا۔ اگر ٹائیگر کی کار سپورٹس ماڈل کی نہ ہوتی تو یقیناً وہ ایک دھماکے سے لیموسین کار سے جا ٹکراتی۔

ٹائیگر کی کار جیسے ہی رکی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ مگر اسی لمحے وہ نوجوان اپنی کار سے اتر کر ٹائیگر کے پاس پہنچ گیا۔

" باہر نکل آؤ نوجوان! ـــــ تم نے مجھے پہچاننے میں غلطی نہیں کی ـــــ مگر مجھے بھی چہرے پہچاننے کا خصوصی ملکہ حاصل ہے" ـــــ لیموسین کار والے نوجوان

نے بڑے طنزیہ انداز میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چلو اچھا ہوا کہ تم نے بھی مجھے پہچان لیا ہے ـــ اس طرح مجھے قرض چکانے میں آسانی رہے گی" ـــ ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

اور پھر جیسے ہی ٹائیگر کے دونوں پیر زمین سے لگے۔ اس نے اچانک چیتے کی سی تیزی سے چھلانگ لگا دی۔ نوجوان نے بڑی پھرتی سے جھکائی دے کر اس کی زد سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ مگر ٹائیگر بھی پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس نے ہوا میں ہی اپنا رُخ بدلا اور سیدھا نوجوان سے جا ٹکرایا۔ نوجوان لڑکھڑا کر نیچے گرا۔ مگر اس نے انتہائی پھرتی سے ٹائیگر کو ایک طرف اچھال دیا۔ اور پھر وہ دونوں بیک وقت ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

حملہ آور نوجوان کے چہرے پر غصے کی سرخی تھی جبکہ ٹائیگر کے چہرے پر اطمینان تھا۔

"میری زندگی میں تم پہلے شخص ہو جس نے میرے جسم کو چھونے میں کامیابی حاصل کی ہے ـــ اس کا انعام میں تمہیں دے سکتا ہوں کہ تمہیں آسان موت مار دوں" ـــ حملہ آور نوجوان نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور شاید میں تمہاری زندگی کا پہلا آدمی ثابت ہوں گا جو تمہارے جسم کی ہڈیوں کے چٹخنے کی دلآویز آوازیں سنوں گا" ـــ ٹائیگر نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر دوسرے لمحے ان دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے پر چھلانگیں لگا دیں اور پھر وہ دونوں ہوا میں ہی ایک زوردار دھماکے سے ٹکرا گئے۔ ٹائیگر نے ٹکراتے ہی اپنے جسم کو مخصوص انداز میں موڑا اور پھر اس کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے نوجوان کی پسلیوں پر پڑی اور اسی لمحے نوجوان نے بھی پوری قوت

سے اپنا گھٹنا موڑ کر ٹائیگر کی ناف کے نیچے مارا اور پھر دونوں کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور وہ دونوں ہی زمین پر گر پڑے۔

نیچے گرتے ہی ٹائیگر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے قلابازی کھائی اور پھر اس نے اپنی ایک لات پوری قوت سے گھما کر نوجوان کے پہلو میں ماری اور پھر جیسے ہی نوجوان نے لات کھا کر اپنے جسم کو سمیٹا۔ ٹائیگر نے پوری قوت سے اس کے سینے پر ٹکر مار دی۔ مگر اب یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ نوجوان اس کی توقع سے زیادہ جاندار ثابت ہوا۔ اتنی خوفناک ضربیں کھانے کے باوجود اس کے دونوں ہاتھ کسی آکٹوپس کی ٹانگوں کی طرح حرکت میں آئے اور اس نے پوری قوت سے ٹائیگر کی گردن کو دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم برف کے سمندر میں ڈوبتا چلا گیا ہو۔ وہ اپنے جسم کو حرکت دینے سے بھی معذور ہو گیا۔

نوجوان نے پوری قوت سے ٹائیگر کو ایک طرف دھکیلا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کی جھلکیاں تھیں اور ٹائیگر کی زوردار ضربوں کا عکس بھی اس کے بگڑے ہوئے چہرے سے صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ زور زور سے سانس لے رہا تھا جیسے جسم میں ابھرنے والی تکلیف کی لہروں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

ٹائیگر زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا البتہ اس کا ذہن بیدار تھا اور آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں۔ صرف وہ حرکت کرنے سے معذور تھا۔

نوجوان نے چند لمحوں بعد بڑے نفرت بھرے انداز میں ٹائیگر کو دیکھا اور پھر اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا مگر مہلک پسٹول چمک رہا تھا۔ اس نے دانت پیستے ہوئے ریوالور کا رُخ ٹائیگر کے

سینے کی طرف کیا اور پھر اس کی انگلی ٹریگر پر تڑپنے لگی۔

ٹائیگر نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے یقین آ گیا تھا کہ اس کا آخری لمحہ آن پہنچا ہے۔

"نہیں! ــــ تم ایسے نہیں مرو گے ــــ میں تمہیں ایسی موت ماروں گا کہ تم تڑپ تڑپ کر خود مجھ سے موت مانگو گے" ــــ نوجوان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

اور پھر ٹائیگر نے آنکھیں کھول دیں۔ نوجوان پستول واپس جیب میں رکھ رہا تھا۔ ٹائیگر نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔ فرضی طور پر موت اس کے دروازے سے ہٹ گئی تھی۔

نوجوان نے پستول جیب میں رکھ کر نیچے پڑے ہوئے ٹائیگر کی ٹانگ ایک ہاتھ سے پکڑی اور اُسے زمین پر گھسیٹتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ٹائیگر کا جسم اس قدر بے حس ہو چکا تھا کہ سڑک پر بُری طرح گھسٹنے کے باوجود اُسے کسی قسم کی تکلیف کا احساس تک نہ ہو رہا تھا۔

اپنی کار کے قریب پہنچ کر نوجوان نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر کو اٹھا کر دونوں نشستوں کی درمیانی جگہ میں آلوؤں کے بورے کی طرح ٹھونس دیا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کار کے ڈیش بورڈ پر نصب مختلف بٹنوں کی قطار میں سے ایک بٹن کو دبایا تو ڈیش بورڈ کے نیچے ایک خفیہ خانہ کھل گیا۔ نوجوان نے اس میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا مگر جدید قسم کا ٹائم بم نکالا اور اُسے لیکر سڑک پر کھڑی ٹائیگر کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دو منٹ کا وقت سیٹ کر کے ٹائم بم کو آن کیا اور پھر اسے ٹائیگر کی کار کی نشست پر رکھ کر دروازہ بند کر دیا۔

ٹائم بم ٹائیگر کی کار میں رکھ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا اور چند لمحوں بعد لیموسین کار تیزی سے موڑ کاٹ کر ٹائیگر کی کار کے قریب سے گزرتی ہوئی واپس شہر کی طرف دوڑنے لگی۔ نوجوان نے لیموسین کار کی رفتار خاصی تیز کر رکھی تھی۔

اور پھر جب لیموسین کار ٹائیگر کی کار سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ پر پہنچی تو پیچھے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی اور نوجوان کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ جب کہ پچھلی نشستوں کے درمیان ٹھنسے ہوئے ٹائیگر نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ نوجوان نے اس کی کار کو اڑا دیا ہے۔

ٹائیگر نے بڑے شوق سے یہ کار خریدی تھی اور وہ اسے بے حد پسند کرتا تھا اس لئے اُسے یہ دھماکہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ہوتا محسوس ہوا تھا۔ مگر وہ کیا کرتا۔ بے بس تھا۔ نوجوان نے معلوم نہیں اس کی کونسی رگ اپنی اصل جگہ سے ہٹا دی تھی کہ وہ مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔

چونکہ ٹائیگر نشستوں کے درمیان نیچے پڑا ہوا تھا اس لئے اُسے ارد گرد کے مناظر بھی نظر نہ آ رہے تھے۔ مگر چونکہ وہ اسی راستے سے آیا تھا اور اس لئے اُسے فاصلے کا اندازہ تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جب لیموسین کار نے ایک موڑ کاٹا اور پھر دوسری کاروں کے چلنے کی آوازیں ٹائیگر کے کانوں سے ٹکرائیں تو ٹائیگر کو معلوم ہو گیا کہ وہ مین روڈ پر پہنچ گئے ہیں۔ پھر اس نے اپنے طور پر سمت کا اندازہ لگانا شروع کر دیا۔ مگر نوجوان اس کی توقع سے کہیں زیادہ ہی ہوشیار اور چالاک تھا کیونکہ اس نے بار بار مختلف سڑکوں پر کار کو کچھ اتنی زیادہ تعداد میں موڑا تھا کہ

ٹائیگر کے تمام اندازے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

اور پھر تقریباً مزید آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد کار ایک جگہ رک گئی۔ اور نوجوان نے مخصوص انداز میں کار کا ہارن تین بار بجایا۔

چند لمحوں بعد کار کھسکی اور پھر آگے بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑی دور چل کر کار پھر رک گئی اور نوجوان دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

”پچھلی نشستوں کے درمیان ایک مفلوج شخص پڑا ہوا ہے۔ اسے اٹھا کر بلیو روم میں پہنچا دو“ ___ نوجوان نے نیچے اتر کر کسی کو تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اس کے قدموں کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔

چند لمحوں بعد ہی کار کا دروازہ کھلا اور دو ہاتھوں نے اسے بڑی بے دردی سے باہر کھینچ لیا۔

ٹائیگر نے دیکھا کہ وہ ایک قوی ہیکل نوجوان تھا جس کا چہرہ سرخ رنگ کے نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ ٹائیگر اس کی آنکھیں ہی دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کوئی مقامی ہے۔ نقاب کے اوپر بارہ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا۔

نقاب پوش نے منہ سے بغیر کوئی لفظ نکالے ٹائیگر کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ ٹائیگر کی نظریں تیزی سے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لینے لگیں۔ یہ ایک کافی بڑی کوٹھی تھی اور کار اس کے وسیع و عریض مگر انتہائی جدید قسم کے پورچ میں کھڑی تھی۔

نقاب پوش ٹائیگر کو اٹھائے سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے میں آیا اور پھر مختلف کمروں سے گزر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے دروازے کی دہلیز کی اندرونی طرف لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو بوٹ کی

نوک سے دبایا تو کمرے کا فرش شمالی دیوار کے قریب سے ہٹتا چلا گیا۔ اب وہاں سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ نقاب پوش ٹائیگر کو اٹھائے سیڑھیاں اتر کر ایک راہداری میں پہنچا اور راہداری کے آخر میں بنے ہوئے ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس نے چند لمحے تک دروازے کے قریب رک کر انتظار کیا اور پھر دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ نقاب پوش اندر داخل ہوا اور اس نے ٹائیگر کو کندھے سے اتار کر فرش پر بڑی بے دردی سے پٹخ دیا۔ اس طرح گرنے سے ٹائیگر کی ہڈیوں نے یقیناً احتجاج کیا ہو گا مگر اعصاب مفلوج ہونے کی وجہ سے احتجاج کا اسے احساس تک نہ ہوا۔

نقاب پوش ٹائیگر کو نیچے گرا کر تیزی سے ایک طرف بڑھا اور پھر اس نے دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے لوہے کے ایک صلیب نما سٹینڈ کو اٹھا کر کمرے کے درمیان میں ٹائیگر کے قریب رکھ دیا۔ اس کے کناروں پر لوہے کی چھوٹی چھوٹی زنجیریں نصب تھیں۔

پھر نقاب پوش نے ٹائیگر کو اٹھا کر اس سٹینڈ پر لٹایا اور ایک زنجیر اس کی گردن کے گرد لپیٹ کر دوسری طرف بنے ہوئے کنڈے میں اٹکا دیا۔ دونوں بازوؤں کو بھی پھیلا کر اسی طرح زنجیروں میں جکڑ کر اس نے اس کے دونوں پیر بھی زنجیر سے جکڑ دیئے اور پھر اس نے سٹینڈ کو اٹھا کر کمرے کے درمیان میں کھڑا کر دیا۔

اب ٹائیگر صلیب نما سٹینڈ پر زنجیروں میں بندھا ہوا کھڑا تھا۔ سٹینڈ کو یوں کھڑا کر کے نقاب پوش تیزی سے مڑا اور دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی نہ صرف دروازہ بند ہو گیا بلکہ اسے سائیڈ سے ایک دیوار نے آگے بڑھ کر چھپا لیا۔ اب وہاں دروازے کا وجود تک دکھائی نہ دیتا تھا۔

ٹائیگر نے دیکھا کہ کمرے کی دیواروں پر مختلف قسم کے تشدد کرنے والے آلات لٹکے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ کمرہ خاص طور پر تشدد کرنے کے لئے ہی بنایا گیا ہو۔

چند لمحوں بعد ٹائیگر کے بالکل سامنے دیوار ایک طرف ہٹی اور وہاں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ دروازہ خود بخود کھلا اور پھر لیبوسین کا روالا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے اندر آکر دیوار پر مخصوص انداز میں ہاتھ مارا تو دیوار برابر ہو گئی۔

"ہاں تو نوجوان ب۔۔۔ اب اپنی زندگی کے سب سے کٹھن لمحات بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔۔۔ نوجوان کے لہجے میں شیطانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ٹائیگر خاموش رہا۔ ظاہر ہے اس کی زبان بھی جسم کے ساتھ ہی مفلوج ہو چکی تھی۔

نوجوان ایک لمحے تک بغور ٹائیگر کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے ٹائیگر کی گردن پر اپنا ہاتھ مخصوص انداز میں رکھا اور پھر اس کا انگوٹھا کسی سانپ کی زبان کی طرح اس کی گردن پر رینگنے لگا۔ پھر ایک مخصوص جگہ پر پہنچ کر انگوٹھے نے تیزی سے حرکت کی اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں رکی ہوئی خون کی گردش تیزی سے بحال ہوتی جا رہی ہو۔

اب ٹائیگر کا مفلوج پن دور ہو چکا تھا۔ اس نے بے اختیار اپنے بازوؤں اور سر کو حرکت دی اب وہ باقاعدہ حرکت میں آگئے تھے۔

نوجوان اس کی رگ کو ٹھیک کر کے مڑا۔ اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دیوار پر لٹکا ہوا ایک کوڑا اتارا۔ یہ کوڑا مخصوص انداز کا تھا۔ اس کی رسی کے ساتھ فولادی تاروں کے گچھے جگہ جگہ بندھے ہوئے تھے۔ اس کوڑے کی ایک ضرب ہی جسم کا گوشت جگہ جگہ سے نوچ لیتی تھی۔

کوڑا لہراتا ہوا نوجوان تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھا اور اس کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک تھی۔

"ہاں! ۔۔۔ اب تفصیل سے سب کچھ بتا دو کہ تم کون ہو ۔۔۔؟ اور جیپر ڈ کے کمرے میں تمہارا ساتھی کون تھا۔۔۔ ؟ تم کہاں سے میرا تعاقب کر رہے تھے" ۔۔۔؟ حملہ آور نوجوان نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کوڑے کو لہراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم وہاں سڑک پر مجھے گولی مار دیتے تو پھر یہ باتیں کس سے پوچھتے" ۔۔؟ ٹائیگر نے بڑے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہی سوچ کر تو میں رک گیا تھا ۔۔۔ دیکھو! مجھے کسی پر خواہ مخواہ کا ظلم اچھا نہیں لگتا ۔۔۔ ورنہ تم اس کوڑے کو دیکھ رہے ہو۔ اس کی ایک ضرب تمہارے جسم کی کھال نوچ لے گی ۔۔۔ اور پھر اس کمرے میں ایسے ایسے قدیم و جدید آلات موجود ہیں کہ ان کے سامنے پتھر بھی بول پڑتے ہیں ۔۔۔ اس لئے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم منہ کھول دو" ۔۔۔ نوجوان نے کہا۔

"اگر تم صرف میرا منہ کھلوانے کے ہی خواہشمند ہو تو یہ لو" ۔۔۔ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا منہ پھاڑ لیا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے چڑا رہا ہو۔

اور پھر تو نوجوان پر غصے اور وحشت کا دورہ سا پڑ گیا۔ اس نے پوری قوت سے کوڑا لہراتے ہوئے بندھے ہوئے ٹائیگر کے جسم پر مارا۔ اور ٹائیگر نہ چاہتے ہوئے بھی چیخنے پر مجبور ہو گیا۔ کوڑے نے اس کے کپڑے کھال سمیت نوچ لئے تھے۔

نوجوان نے ایک کے بعد لگاتار دوسری ضربیں لگانی شروع کر دیں اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ریشے ریشے سے جان نکلتی چلی جا رہی ہو۔ اس

کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔

"بتاتا ہوں ۔ بتاتا ہوں" ۔۔۔ اچانک ٹائیگر نے چیختے ہوئے کہا اور نوجوان نے ہاتھ روک لیا۔ وہ غصے کی شدت سے ہانپ رہا تھا۔

ٹائیگر کے جسم کے بیشتر حصوں سے خون بہہ رہا تھا۔ تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ آنکھیں ابل کر باہر کو آگئی تھیں۔

"بتاؤ ۔ جلدی بتاؤ ۔ ورنہ کوڑے مار مار کر تمہاری ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دوں گا" ۔۔۔ نوجوان نے کہا۔

"پپ ۔ پانی ۔ مجھے پانی پلاؤ ۔ میں مر رہا ہوں" ۔۔۔ ٹائیگر نے دردناک لہجے میں کہا۔

"کوئی پانی وانی نہیں ہے ۔ جلدی بتاؤ" ۔۔۔ نوجوان نے کوڑے کو ایک بار پھر لہراتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے ٹائیگر کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔

"اوہ! کم بخت بیہوش ہو گیا ہے" ۔۔۔ نوجوان نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا ایک طرف پھینکا اور خود دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دیوار کو ایک مخصوص جگہ سے دبایا۔ دوسرے لمحے دیوار کا ایک حصہ ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ اب وہاں الماری سی نظر آ رہی تھی۔

نوجوان نے الماری کے ایک خانے میں رکھی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اس کا ڈھکن کھولا اور پھر مڑ کر ٹائیگر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بوتل کو بلندی سے پکڑ کر شراب کے چھینٹے ٹائیگر کے منہ پر مارنے شروع کر دیئے۔

چند لمحوں بعد ٹائیگر نے آنکھیں کھول دیں تو نوجوان نے بوتل کا منہ ٹائیگر کے منہ میں دے دیا اور ٹائیگر بے اختیار ہو کر غٹا غٹ شراب پیتا چلا گیا۔ جب

بوتل آدھی ہو گئی تو نوجوان نے بوتل ایک جھٹکے سے کھینچ لی۔

"ہاں! ۔ اب بتاؤ" ۔۔۔ نوجوان نے کہا۔

اب ٹائیگر کے چہرے پر قدرے سکون تھا۔

"میرا نام ٹائیگر ہے ۔۔۔ میں ایک شخص عمران کا ملازم ہوں ۔۔۔ اس وقت رچرڈ کے کمرے میں عمران اور میں موجود تھے۔ مگر تم وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ۔۔۔ پھر عمران نے مجھے تمہاری کار کا نمبر دے کر ہدایت کی کہ میں کار میں سڑکوں پر گھومتا رہوں اور جب بھی اس نمبر والی کار نظر آئے تو اس کا تعاقب شروع کر دوں" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"میری کار کا نمبر دیا تھا عمران نے ۔۔۔ مگر اسے کیسے معلوم ہوا ۔۔۔؟" نوجوان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم اس نے یہ نمبر کہاں سے لیا تھا" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اپنی رپورٹ کسے دیتے ہو" ۔۔۔؟ نوجوان نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"عمران کو فون پر رپورٹ دیتا ہوں" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"فون نمبر بتاؤ" ۔۔۔ نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور عمران کے فلیٹ والا فون نمبر ٹائیگر نے بتا دیا۔

"تم اس کی رہائش جانتے ہو" ۔۔۔؟ نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ وہ کنگ روڈ کے فلیٹ میں رہتا ہے" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مگر رچرڈ کا تو کہنا تھا کہ اس نے عمران کو کنوئیں میں پھینک دیا تھا ۔ پھر عمران کیسے باہر آ گیا" ۔۔۔؟ نوجوان نے کہا۔

اور پھر ٹائیگر نے پوری تفصیل سے تمام واقعات سچ سچ بتا دیئے۔

"ہوں! — تو یہ بات ہے" — نوجوان نے اس کا جواب سُن کر سوچتے ہوئے کہا۔

"دیکھو! — میں نے سچ سچ بتا دیا ہے — میں صرف عمران کے پاس ملازم ہوں — وہ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے — اگر تم چاہو تو میں اس کی بجائے تمہاری نوکری بھی کر سکتا ہوں" — ٹائیگر نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر مجھے کیسے یقین آئے گا کہ تم میرے وفادار رہو گے" — نوجوان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم جس طرح چاہو — آزما لو" — ٹائیگر نے اُسے آفر دیتے ہوئے کہا۔

"چلو — یہ بھی دیکھ لیتے ہیں — اگر تم امتحان میں کامیاب رہے تو تمہیں عمران کی نسبت ڈبل تنخواہ دونگا" — نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں" — ٹائیگر نے فوراً جواب دیا۔

"تم عمران کو ایک مخصوص جگہ پر بلاؤ — پھر اس سے ملو اور اُسے اپنے ساتھ لے کر جہاں میں کہوں وہاں پہنچ جاؤ — یہی تمہارا امتحان ہے" — نوجوان نے ٹائیگر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تیار ہوں" — ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او کے! — دیکھ لیتے ہیں — لیکن ایک بات سُن لو — میری ہزار آنکھیں ہیں — اگر تم میرے خلاف کسی غلط بات کا تصور بھی ذہن میں لے آؤ گے تو مجھے معلوم ہو جائے گا — اور پھر ایک دردناک موت تمہارا انجام بن جائے گی" — نوجوان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے تمہاری فطرت جان لی ہے — یقین کرو مجھے صرف پیسے سے غرض

ہے — میرے لئے عمران مرے یا جئے — مجھے کوئی پرواہ نہیں" — ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او کے!" — نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر دیوار کے اسی حصے کی طرف چل دیا جہاں دروازہ نمودار ہوا تھا۔

چند لمحوں بعد دیوار ہٹی اور دروازہ دوبارہ نمودار ہوا۔ نوجوان اس دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ دیوار ایک بار پھر برابر ہو گئی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد دوسری دیوار سے دروازہ نمودار ہوا اور وہی نقاب پوش دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"خاصے سخت جان ہو دوست کہ اس کوڑے کی ضربیں کھا کر بھی زندہ ہو" — نقاب پوش نے اس بار نرم لہجے میں کہا اور ٹائیگر صرف مسکرا دیا۔

نقاب پوش نے زمین پر پڑا ہوا کوڑا اٹھا کر دوبارہ دیوار پر لٹکایا اور پھر اس نے سٹینڈ کو سیدھا کر کے زمین سے نکالا دیا اور پھر ٹائیگر کے ہاتھ پیر کھولنے لگا۔

"کیا تم اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاؤ گے" — ؟ نقاب پوش نے کہا۔

"ہاں" — ٹائیگر نے مختصر سا جواب دیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے زخموں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔

"پھر میرے پیچھے چلے آؤ — اور سنو! — کوئی غلط حرکت نہ کرنا — زندگی بچانے کے موقعے بار بار نہیں ملا کرتے" — نقاب پوش نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم بے فکر رہو دوست! — میں کوئی غلط حرکت نہ کرونگا" — ٹائیگر نے کہا اور پھر وہ نقاب پوش کے پیچھے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر آ گیا۔

تھوڑی دیر بعد واپس اسی راستے پر چلتے ہوئے وہ اوپر کمرے میں آ گئے۔

نقاب پوش اسے ایک کمرے میں لے آیا اور اُسے بیڈ پر لیٹنے کا اشارہ کیا اور ٹائیگر خاموشی سے بیڈ پر لیٹ گیا۔

"تمہارے باس کا نام کیا ہے"۔۔۔ ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہمیں نام سے کوئی غرض نہیں۔۔۔ ہم سب اُسے باس ہی کہہ کر پکارتے ہیں"۔۔۔ نقاب پوش نے کہا اور پھر اس نے الماری کھول کر اس میں سے فرسٹ ایڈ کا سامان نکالا اور ٹائیگر کے نچے ہوئے کپڑے اتار کر اس نے اس کے زخموں کی مرہم پٹی شروع کر دی۔ وہ اس کام میں خاصی مہارت رکھتا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ بڑے ماہرانہ انداز میں چل رہے تھے۔

"تمہارا اپنا نام کیا ہے"۔۔۔ ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"میرا نام روشن اور نمبر بارہ ہے۔۔۔ یہاں سب ایک دوسرے کو نمبروں سے پکارتے ہیں"۔۔۔ نقاب پوش نے جواب دیا۔

"کام"۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

"جلیو روم کا انچارج ہوں۔۔۔ جلیو روم میں مرنے والوں کی لاشیں ٹھکانے لگاتا ہوں۔۔۔ باس جنہیں زندہ رہنے دے ان کی مرہم پٹی کرتا ہوں"۔۔۔ روشن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ٹائیگر خاموش ہو گیا۔

مرہم پٹی کے بعد روشن نے الماری میں سے ایک لباس نکال کر ٹائیگر کو دے دیا۔

"اسے پہن لو۔۔۔ اور انتظار کرو کہ باس تمہیں کس وقت بلاتا ہے"۔۔۔ روشن نے لباس ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر نے خاموشی سے لباس پہن لیا۔ یہ بالکل اسی قسم کا لباس تھا جیسا روشن

نے پہن رکھا تھا۔ صرف نقاب اوڑھنا باقی رہ گیا تھا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں"۔۔۔ روشن نے کہا اور دروازے کی طرف مڑا۔ اور اسی لمحے ٹائیگر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے روشن کی گردن کی سائیڈ پر پڑی اور روشن لڑکھڑا کر فرش پر گر گیا۔ اس نے نیچے گر کر بجلی کی سی تیزی سے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر ٹائیگر تیزی سے جھکا اور اس کے دونوں ہاتھ روشن کی گردن پر جم گئے۔ اُسے ابھی تک اپنی گردن کے ایک مخصوص حصے میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہو رہا تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں کی رگ نوجوان نے مخصوص انداز میں دبائی تھی۔

اور پھر ٹائیگر نے بھی وہی تجربہ کیا اور اس کا انگوٹھا تیزی سے روشن کی اس جگہ کو ٹٹولتا چلا گیا۔ اور پھر ٹائیگر نے انداز سے ایک جگہ کو اپنے انگوٹھے سے دائیں بائیں رُخ پر جھٹکا دے کر دبایا اور دوسرے لمحے ٹائیگر کے چہرے پر مسرت کے آثار اُبھر آئے۔ کیونکہ تڑپتا ہوا روشن یکدم ساکت ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں مگر وہ مفلوج ہو چکا تھا۔

ٹائیگر ایک طویل سانس لیتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اتنے خوفناک عذاب بھگتنے کے بعد اُسے ایک انتہائی اہم گُر ہاتھ لگ گیا تھا۔ اور اب اُسے اس گُر کے سامنے وہ تشدد بڑا ہلکا سا معلوم ہو رہا تھا۔

ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے روشن کے چہرے سے نقاب اتار کر اپنے چہرے پر اوڑھ لیا اور پھر اس نے روشن کے لباس کی تلاشی لی۔ روشن کی پتلون کی جیب میں ایک ریوالور موجود تھا۔ ٹائیگر نے اُسے بھی اپنی جیب میں منتقل کر لیا۔ پھر روشن کے بوٹ اتار کر خود پہنے اور تیار ہو کر روشن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے معاف کر دینا دوست!۔۔۔ مگر میں مجبور تھا۔۔۔ تمہارا باس تمہیں ٹھیک

کرے گا ـــ یہ گُر میں نے اسی سے سیکھا ہے ـــ اور ہاں! ـــ اُسے میرا پیغام دے دینا کہ ٹائیگر اپنے پر ہونے والے تشدد کا انتقام ضرور لے گا" ـــ ٹائیگر نے کہا اور پھر تیزی سے دروازے سے باہر نکل آیا۔

وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں تھا۔ راہداری آگے جاکر مڑتی ہوئی بڑی برآمدے میں آگئی۔ برآمدے میں چار نقاب پوش ہاتھوں میں سٹین گنیں اٹھائے ہوئے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

"کہاں جارہے ہو نمبر بارہ؟" ـــ ایک نقاب پوش نے جس کا نمبر دو تھا۔ کرخت لہجے میں کہا۔

"باس نے کہا ہے کہ میں کوٹھی سے باہر جاکر پبلک فون بوتھ سے ایک مخصوص نمبر پر فون کروں" ـــ ٹائیگر نے روشن کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ" ـــ نمبر دو نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر تیزی سے پورچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے اپنی چال بھی روشن کی چال کے مطابق رکھی۔ وہ کوٹھی سے باہر آنے تک انہیں مشکوک نہ کرنا چاہتا تھا ورنہ اُسے معلوم تھا کہ اس کا زندہ نکل جانا محال ہو جائے گا۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر ٹائیگر نے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھولی اور پھر کوٹھی کی طرف پشت کرکے اس اپنا نقاب اتارا اور دوسرے لمحے اس نے انتہائی پھرتی سے باہر کو چھلانگ لگادی۔ اُسے خطرہ تھا کہ نقاب اترتے ہی اس کے بال دوسرے نقاب پوشوں کو نظر آجائیں گے کیونکہ روشن اور اس کے بالوں میں خاصا فرق تھا۔ مگر شاید انہوں نے اس بات پر توجہ نہ دی تھی اس لئے کوئی ردعمل نہ ہوا اور ٹائیگر اطمینان سے چلتا ہوا کوٹھی سے دور ہوتا چلا گیا۔ البتہ اس نے ایک نظر مڑ کر کوٹھی پر ضرور ڈالی تھی۔ باہر نکلتے ہی وہ سمجھ گیا کہ کوٹھی عالیشان کالونی میں واقع ہے۔

جلد ہی اسے ایک ٹیکسی مل گئی اور پھر اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو اپنے ہوٹل سے قریبی چوک کا پتہ بتایا اور ٹیکسی تیزی سے اس طرف دوڑنے لگی۔

ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ جلد از جلد ہوٹل پہنچ کر عمران سے رابطہ قائم کرے تاکہ اس کوٹھی پر چھاپہ مارا جاسکے۔

ہوٹل کے قریب چوک پر ٹائیگر ٹیکسی سے اتر گیا اور پھر سیدھا ایک ریڈی میڈ کپڑوں کی دکان میں گھستا چلا گیا۔ اس نے دکان سے ایک ریڈی میڈ سوٹ خریدا۔ وہ اس لباس سے بھی چھٹکارہ پانا چاہتا تھا۔ پھر ایک کیفے میں داخل ہوکر اس نے سیدھا ٹوائلٹ کا رخ کیا۔ وہاں اس نے اپنا لباس بدلا۔ روشن کا دیا ہوا لباس اس نے اسی لفافے میں پیک کئے جس میں وہ لباس لے کر آیا تھا اور پھر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا کیفے سے باہر آگیا۔

کیفے کے باہر ہی کوڑے کرکٹ کا بڑا ڈرم موجود تھا اس نے لفافہ اس ڈرم میں اچھال دیا اور خود تیزی سے آگے بڑھ گیا۔



دارالحکومت آجکل غنڈہ گردی، بدمعاشی، ڈاکہ زنی کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ منشیات اور سمگلنگ کا مال اتنی کثیر تعداد میں بازاروں میں فروخت ہو رہا تھا کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اخبار چیخنے

لگے۔ پولیس اور انٹیلی جنس نے اپنے طور پر خوب بھاگ دوڑ کی مگر سوائے چند چھوٹی مچھلیوں کے کوئی بڑا مجرم ہاتھ نہ آ رہا تھا بلکہ یہ سماج دشمن کاروبار دن بدن زور پکڑتا جا رہا تھا۔ پولیس والوں کی جان عذاب میں آئی ہوئی تھی۔

پولیس کے اعلیٰ افسر حیران تھے کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے۔ بدمعاشوں کے گروپوں نے ایک دوسرے کی مخالفت چھوڑ دی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ انہیں کسی قسم کی مخبری نہ ہو رہی تھی بلکہ وہ جیسے پکڑے تے۔ دوسرا گروپ اس کی جائے واردات سے ... کا مقدس ثبوت پیش کر دیتا۔ ان لوگوں نے ملک کے چیدہ چیدہ ... ن خدمات حاصل کر رکھی تھیں جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اب بدمعاشوں کے گروپ ایک دوسرے سے بھی نہ لڑتے تھے۔ وہ لوگ صرف اپنے مخصوص حلقوں میں وارداتیں کرتے اور خوب دھڑلے سے کرتے تھے۔

حتیٰ کہ یہ کام اتنا بڑھ گیا کہ حکومت کو اعلیٰ سطح پر اس کا نوٹس لینا پڑا اور پھر صدر مملکت نے اس مسئلے میں ایک خصوصی میٹنگ طلب کر لی جس میں ایکسٹو کو بھی شرکت کرنی تھی۔

بلیک زیرو اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا اسے اخبارات کے ذریعے تمام حالات کا بخوبی علم تھا۔ دوسرے لمحے میز پر پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور بلیک زیرو نے چونک کر اخبار ایک طرف رکھا اور رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" —— بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلطان سپیکنگ! —— عمران کہاں ہے" —— ؟ دوسری طرف سے سر سلطان کی باوقار آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب حسب معمول غائب ہیں سر" —— بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب —— ؟ کیا وہ ملک سے باہر ہے" —— ؟ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب! —— چونکہ آجکل کوئی کیس نہیں ہے اس لئے وہ فارغ ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ جب وہ فارغ ہوں تو ادھر کا رخ نہیں کرتے" —— بلیک زیرو نے جواب دیا۔ وہ جان بوجھ کر اصل بات چھپا گیا تھا۔ کیونکہ عمران کی ہدایات یہی تھیں۔

"کیس کیوں نہیں —— آجکل دارالحکومت میں طوفان بدتمیزی برپا ہے —— اخبارات چیخ رہے ہیں —— شہریوں کی جان و مال اور عزت سخت خطرے میں ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ کوئی کیس نہیں ہے" —— سر سلطان نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے جناب! —— مگر یہ کام ہماری لائن کا نہیں ہے —— یہ فرض پولیس اور انٹیلی جنس کا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے بدمعاشوں سے نپٹے" —— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ! —— اس کا مطلب ہے کہ اب سیکرٹ سروس کام چور ہوتی جا رہی ہے۔ گھر میں آگ لگی ہوئی ہے اور سیکرٹ سروس سوچتی رہے کہ یہ ہماری لائن کا کام نہیں ہے" —— سر سلطان نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر! —— آپ ناراض نہ ہوں —— آپ نے خود ہی تو ہمیں پابند کیا ہوا ہے کہ ہم ملکی غیر اہم معاملات میں ہاتھ نہ ڈالا کریں —— سر رحمان شکایت کرتے ہیں" —— بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے ــــ مگر اس بار حالات کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تشویشناک معلوم ہو رہے ہیں اس لئے میں ایسا سوچنے پر مجبور ہوا ہوں۔ بہرحال صدر مملکت نے اس بارے میں ایک خصوصی میٹنگ کال کی ہے اس میں شاید فیصلہ ہو جائے کہ ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں ــــ میٹنگ ایک گھنٹے بعد شروع ہونے والی ہے ــــ اگر کہیں سے عمران دستیاب ہو سکے تو اسے میٹنگ میں بھیج دینا ورنہ تم خود ہی آ جانا" ــــ سر سلطان نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب! ــــ میں کوشش کرتا ہوں کہ عمران کو ڈھونڈ سکوں ــــ ورنہ میں تو حاضر ہی ہوں" ــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوکے ــــ بائی بائی" ــــ سر سلطان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک زیرو نے کریڈل دبا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ پھر جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"شوبرا ہوٹل" ــــ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"پرنس راسکل سے بات کراؤ" ــــ اپنے اصل لہجے میں بلیک زیرو نے کہا۔

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے" ــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔

عمران نے ہوٹل شوبرا کا چارج سنبھال لیا تھا اور اس وقت سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم بدمعاشوں کے روپ میں ہوٹل شوبرا میں مقیم تھی۔ البتہ جولیا اصل روپ میں ہوٹل کی حیثیت منیجر بنی ہوئی تھی۔

"پرنس راسکل سپیکنگ" ــــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔ لہجہ ایسا تھا جیسے کوئی زخمی درندہ غرا رہا ہو۔

"طاہر بول رہا ہوں پرنس! ــــ ابھی ابھی ہیڈ کا فون آیا ہے ــــ کوئی بڑی میٹنگ ہونے والی ہے" ــــ بلیک زیرو نے سر سلطان کا نام لینے کی بجائے ہیڈ کے لفظ سے ان کی طرف اشارہ کیا۔

"تو میں کیا کروں ــــ ان کی تو عادت ہی ہے میٹنگ کرنے کی ــــ تم چلے جانا ــــ اور سنو! ــــ کسی بات کی ہوا نہ لگنے دینا ــــ ورنہ وہ آفت برپا کر دیں گے" ــــ عمران نے بدستور اکھڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر" ــــ بلیک زیرو نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

عمران نے بلیک زیرو کو میٹنگ میں جانے کی اجازت دے دی تھی اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ میٹنگ میں اسے ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے جس سے اس تمام طوفان کو روکنے کا بوجھ اس پر نہ پڑے۔ کیونکہ وہ عمران کی لائن آف ایکشن کو سمجھ گیا تھا کہ وہ اس بار مجرم بن کر مجرم کو سامنے لے آنا چاہتا تھا۔

بہرحال کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا اور پھر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنی مخصوص کار میں ایکسٹو کے روپ میں بیٹھا ایوان صدر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کار کے تمام شیشے ونڈ سکرین سمیت خصوصی طور پر بنائے گئے تھے۔ ان شیشوں میں سے اگر باہر سے جھانکا جاتا تو اندر کچھ نظر نہ آتا تھا مگر اندر سے باہر کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہ کار عمران صرف میٹنگ میں جانے اور آنے کے لئے استعمال کرتا تھا کیونکہ اسے نقاب پہن کر ڈرائیو کرنی پڑتی تھی اور وہ سڑکوں پر تماشہ نہ بننا چاہتا تھا۔

کار کی نمبر پلیٹ پر ایکسٹو کا مخصوص نشان موجود تھا اس لئے جیسے ہی کار ایوان صدر کے دروازے پر پہنچی گارڈ نے سیلوٹ کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور

بلیک زیرو کار کو عمارت کے اس حصے کی طرف بڑھائے گیا جو صرف ایکسٹو کے لئے مخصوص تھا۔ اور جہاں سے ایکسٹو اتر کر ایک مخصوص راستے سے اندر میٹنگ ہال میں پہنچتا تھا۔

کار روک کر بلیک زیرو نیچے اترا اور پھر تیزی سے اس راہداری میں سے گزرتا چلا گیا جس کے آخر تک میٹنگ ہال کا دروازہ تھا۔ اور پھر ابھی وہ دروازے کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ اچانک اس کے کانوں میں شائیں کی آواز سنائی دی اور بلیک زیرو لاشعوری طور پر جھک گیا۔ اور اس کا یہی جھکنا ہی اس کے لئے زندگی کا پیغام ثابت ہوا کیونکہ گولی ٹھیک اس جگہ سے گزری تھی جہاں ایک لمحے پہلے بلیک زیرو کا سر تھا اور دوسرے لمحے گولی راہداری کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ بلیک زیرو اچھل کر دیوار سے ساتھ لگ گیا اور حیرت سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مگر راہداری خالی تھی۔ وہ حیران تھا کہ گولی کس نے چلائی ہے اور پھر دوسرے لمحے اس کی نظریں دروازے پر لگے ہوئے بلب شیڈ پر جم گئیں۔ دروازے کے اوپر دو بلب لگے ہوئے تھے جن پر شیشے کے خوبصورت سے شیڈ چڑھے ہوئے تھے۔ دونوں بلبوں کے درمیانی خلا میں سے ایک پستول کی نال کا دھانہ نظر آ رہا تھا مگر اسے اتنی خوبصورتی سے چھپایا گیا تھا کہ غور سے دیکھنے پر ہی پتہ چلتا تھا۔ اور پھر بلیک زیرو کو بلب شیڈ سے نکل کر دروازے کے ساتھ ساتھ نیچے قالین تک جاتی ہوئی انتہائی باریک سی تار بھی نظر آ گئی۔ دروازے اور شیڈ کے درمیان تار کو دیوار کے ہم رنگ بنا دیا گیا تھا اس لئے پہلی نظر میں وہ باریک تار نظر نہ آئی تھی۔

بلیک زیرو نے احتیاط سے قدم پیچھے بڑھائے اور پھر اس نے دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی گولی اٹھا کر جیب میں ڈال لی اور پھر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ ساری بات سمجھ گیا تھا جس کسی نے بھی ایکسٹو کو ختم کرنے کا پلان بنایا تھا

اس نے انتہائی ذہانت سے کام لیا تھا۔

بلیک زیرو کو معلوم تھا کہ قالین کے نیچے لمبائی چوڑائی میں ایک پتلی سی پلاسٹک کی شیٹ بچھائی گئی ہو گی اس کے نیچے پستول چلانے والا بٹن دبا ہوا ہو گا تاکہ آنے والے کا پیر جیسے ہی اس شیٹ پر پڑے۔ پستول کی نال گولی اگل دے اور چونکہ آنے والا اس نال کے بالکل سامنے اور بے خبر ہو گا اس لئے اس کا مارا جانا یقینی ہوتا۔

اب یہ بلیک زیرو کی قسمت تھی کہ وہ لاشعوری طور پر ہلکی سی آواز سنتے ہی نیچے جھک گیا تھا اور گولی اس کے اوپر سے گزرتی چلی گئی تھی۔ پستول کی نال پر سائلنسر چڑھا ہوا تھا اس لئے صرف شائیں کی آواز ہی سنائی دی تھی اور یہی وجہ تھی کہ گولی چلنے کے باوجود کسی گارڈ نے اس طرف دھیان نہ دیا تھا۔

بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ اور پھر ہال میں اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔ دو خصوصی گارڈ اس کے پیچھے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے باقی مسلح گارڈ میٹنگ ہال میں ادھر اُدھر پھیلے ہوئے تھے۔

ایکسٹو کے کرسی پر بیٹھتے ہی ہال کے دوسرے دروازے کھلے اور میٹنگ کے شرکا اندر داخل ہونے لگے۔ یہ یہاں کی میٹنگ کا طے شدہ پلان تھا کہ ایکسٹو سب سے پہلے آئے گا اور سب سے بعد میں جائے گا۔ اس لئے جب تک ایکسٹو اپنی کرسی پر نہ بیٹھ جائے کوئی آدمی ہال میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

میٹنگ میں شریک ہونے والے تمام اعلیٰ ترین حکام تھے اور کسی نہ کسی محکمے کی نمائندگی کر رہے تھے۔ وہ سب اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھتے چلے گئے۔ بلیک زیرو کی تیز نظریں ہر ایک کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں اور پھر اس کی نظریں ایک شخص پر جم سی گئیں جو قدرے پریشان اور مضطرب نظر آ رہا تھا۔ وہ بار بار

جو نظروں سے ایکسٹو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے حیرت مترشح تھی۔ جیسے اُسے یقین نہ آ رہا تھا کہ وہ واقعی ایکسٹو کو دیکھ رہا ہے۔ کرسی کی پشت پر چپکے ہوئے کاغذ کے مطابق وہ محکمہ خفیہ کے شعبہ قتل کا چیف یوسف طاہر تھا۔ بلیک زیرو اُسے کافی عرصے سے جانتا تھا۔ اس کے متعلق پورے ملک میں مشہور تھا کہ پیچیدہ سے پیچیدہ قتل کا سراغ وہ یوں لگا لیتا تھا جیسے اُسے سونگھ کر پتہ چل جاتا ہو کہ پورے ملک میں سے قاتل کون ہے۔

بلیک زیرو خاموش بیٹھا رہا اور پھر دروازہ کھلا اور صدر مملکت اندر تشریف لے آئے۔ ان کے ساتھ سر رحمان اور سر سلطان بھی تھے۔ ایکسٹو کے سوا باقی تمام لوگ صدر کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر ایکسٹو پر صدر کے استقبال کے لئے کھڑے ہونے کی پابندی نہ تھی اس لئے وہ بیٹھا رہا۔

صدر مملکت اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گئے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر میٹنگ کے آغاز کا اشارہ کیا اور سر رحمان نے اٹھ کر دارالحکومت میں پیش آنے والے حالات تفصیل سے بتانے شروع کر دیئے۔

سر رحمان کے خاموش ہوتے ہی تمام لوگوں نے اس بارے میں اپنی اپنی رائے دینا شروع کر دی کہ ان حالات پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے۔ صرف بلیک زیرو خاموش بیٹھا رہا۔

"مسٹر ایکسٹو! آپ کیوں خاموش ہیں" ——— آخر صدر مملکت سے نہ رہا گیا تو انہوں نے بلیک زیرو کو مخاطب ہو کر کہا۔

"میں صرف اسی لئے خاموش ہوں جناب صدر! ——— کہ یہ کام میری لائن کا نہیں ہے ——— اور نہ ہی مجھے ان تھرڈ کلاس قسم کے غنڈوں اور بدمعاشوں سے کوئی دلچسپی ہے" ——— بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

"مگر حالات ———" صدر مملکت نے کچھ کہنا چاہا۔

"حالات جو بھی ہیں ——— یہ کام پولیس اور انٹیلی جنس کا ہے کہ ان کا قلع قمع کرے ——— مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے ملک کی پولیس اور انٹیلی جنس اب بے کار ہوتی جا رہی ہے ورنہ ایسے تھرڈ کلاس قسم کے بدمعاش سر نہ اٹھا سکتے" ——— بلیک زیرو کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

"میں مسٹر ایکسٹو کے الفاظ پر احتجاج کرتا ہوں ——— مسٹر ایکسٹو کو کوئی حق نہیں ہے کہ میرے محکمے کے متعلق ایسے الفاظ کہیں" ——— سر رحمان نے فوراً کھڑے ہوتے ہوئے کہا، گو صدر مملکت کی وجہ سے انہوں نے حتی الوسع اپنا لہجہ دبانے کی کوشش کی تھی مگر غصے کی شدت پھر بھی نمایاں تھی۔

"سر رحمان! ——— اس میں برا منانے والی کونسی بات ہے ——— ایکسٹو صحیح کہہ رہے ہیں۔ اگر آپ کا اور پولیس کا محکمہ مستعد اور فعال رہتے تو ایسے حالات ہی پیدا نہ ہوں" ——— صدر مملکت نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تو پھر آپ یہ کام مسٹر ایکسٹو کو ہی سونپ دیجئے ——— میں دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتے ہیں" ——— سر رحمان نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

"معاف کیجئے سر رحمان! ——— میں نے دوسروں کا کام نپٹانے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ——— یہ آپ کا کام ہے آپ ہی جانیں" ——— ایکسٹو نے روکھا سا جواب دیا۔ اور سر رحمان کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

"ہم یہاں ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ——— مسٹر ایکسٹو! یہ ٹھیک ہے کہ یہ کام آپ کی لائن کا نہیں۔ مگر ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے" ——— صدر نے ان دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے جناب صدر! ـــــ کہ میں اس سلسلے میں کوئی تعاون نہیں کر سکتا ـــــ آئی ایم ویری سوری" ـــــ بلیک زیرو نے صدر مملکت کو بھی روکھا سا جواب دے دیا۔

صدر مملکت حیرت بھرے انداز میں ایکسٹو کو دیکھتے رہ گئے۔ ایکسٹو نے آج تک کسی بھی معاملے میں ایسا رویہ اختیار نہ کیا تھا۔

"مسٹر ایکسٹو! ـــــ کیا آپ اس ملک کے باشندے نہیں ہیں ـــــ ؟ آپ کو یہاں کے شہریوں کی جان و مال کی کوئی پرواہ نہیں ہے" ـــــ ؟ اچانک ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

"آپ تشریف رکھیں ـــــ ہم ایکسٹو کو مجبور نہیں کر سکتے ـــــ ہمیں کوئی اور راہ سوچنی ہوگی" ـــــ سر سلطان نے ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔ وہ شاید ایکسٹو کا مطلب سمجھ گئے تھے کہ وہ براہ راست سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔

"اوہ! ـــــ آپ شاید ایسا اس لئے کہہ رہے ہیں کہ ایکسٹو کا تعلق آپ کے محکمے سے ہے" ـــــ ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ آپس میں تلخی مت پیدا کیجئے ـــــ سر رحمان! آپ بتائیے کہ ان بدمعاشوں سے نپٹنے کے لئے آپ نے کیا اقدام کئے ہیں" ـــــ صدر مملکت نے کہا اور سر رحمان نے مخصوص بدمعاشوں کی نگرانی اور مشتبہ افراد کی چیکنگ کی تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔

"میرا خیال ہے کہ اس تمام طوفان کے پیچھے کسی مخصوص آدمی یا تنظیم کا ہاتھ ہے ـــــ خاص طور پر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تمام بدمعاش گروپ

آپس میں اختلافات ختم کر کے متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے علاقے سے باہر وارداتیں کرنی چھوڑ دی ہیں" ـــــ پولیس فورس کے انچارج انسپکٹر جنرل راضی نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ کا اندازہ درست معلوم ہوتا ہے ـــــ مگر سوال یہ ہے کہ اس آدمی یا تنظیم کا مقصد کیا ہے ـــــ ؟ صرف ڈاکے ڈالنے یا بدمعاشی کرنا تو کسی تنظیم کا اصل مقصد نہیں ہو سکتا" ـــــ صدر مملکت نے جواب دیا۔

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں، دراصل یہ تمام طوفان ایک آڑ کے طور پر پیدا کیا جا رہا ہے تاکہ حکام کی توجہ اس طرف رہے اور مجرم اپنا اصل مشن پورا کر سکیں" ـــــ سر رحمان نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! ـــــ میرا بھی یہی خیال ہے ـــــ اور اگر یہ خیال درست ہے تو پھر مسٹر ایکسٹو کی لائن کا کام نکل آیا" ـــــ صدر مملکت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ درست کہہ رہے ہیں ـــــ فی الحال تو ایسے کوئی آثار نہیں ـــــ صرف مسٹر راضی اور آپ کے اندازے ہیں ـــــ ویسے یقین کریں اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہو گیا تو میں میدان میں کود پڑوں گا" ـــــ بلیک زیرو نے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر ایکسٹو! ـــــ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ آپ پوری طرح چوکنا رہیں بہرحال مسٹر راضی اور سر رحمان! ـــــ آپ اپنے محکموں کو مزید فعال بنائیں ـــــ اور کوشش کریں کہ چھوٹی مچھلیوں کی بجائے کسی بڑی مچھلی پر ہاتھ ڈال سکیں تاکہ اصل بات سامنے آ سکے" ـــــ صدر مملکت نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے جس کا مطلب تھا کہ میٹنگ ختم ہو گئی۔ ان کے ساتھ ہی تمام شرکاء بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

اور پھر صدر مملکت کے جاتے ہی وہ سب تیزی سے اپنے اپنے مخصوص دروازوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

بلیک زیرو خاموشی سے اپنی کرسی پر بیٹھا ان سب کو جاتے دیکھتا رہا۔ اس نے جان بوجھ کر اپنے پر ہونے والے حملے کا ذکر نہ کیا تھا۔ وہ دراصل مجرموں کو چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ وہ اگر اس حملے کا ذکر کر دیتا تو یقیناً صدر مملکت اس کے سر ہو جاتے اور پھر اسے براہ راست اس کیس میں ملوث ہونا پڑتا۔

سب لوگوں کے جانے کے بعد ایکسٹو اٹھا اور اپنے لئے مخصوص دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا اور دروازہ بند کر کے اس نے ایک بار پھر غور سے بلب شیڈ کو دیکھا اور دوسرے لمحے وہ مسکرا دیا۔ کیونکہ اس کی توقع کے عین مطابق بلب شیڈ خالی تھا۔ پستول کے ساتھ ساتھ وہ تار بھی غائب تھا جو دیوار کے ہم رنگ تھا۔

بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا اپنی کار تک پہنچا اور چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی دانش منزل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔



ہوٹل ثوریا کا ہال بے حد وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے خوبصورت

انداز میں سجا ہوا تھا۔ ہال کی تمام میزیں بھری ہوئی تھیں۔ اور شہر کے شرفا وہاں براجمان بیٹھے بلا نوش اور ایک دوسرے سے گپ شپ میں مصروف تھے۔ چونکہ ہوٹل کی شہرت اور ساکھ بے حد اچھی تھی اس لئے شرفا یہاں آنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتے تھے مگر انہیں شاید معلوم نہ تھا کہ آج اس ہوٹل کا چارج سنگ بند بدمعاشوں نے لے لیا ہے۔ اس لئے یہاں جو بھی ہو جائے کم ہے۔

ہال کی رنگینیاں پورے شباب پر تھیں کہ اچانک لفٹ میں سے چار غنڈے باہر آگئے ان کے لباس اور گلے میں بندھے ہوئے سرخ رومال اور خاص طور پر بھیانک اور مروہ چہرے چیخ چیخ کر بتا رہے تھے کہ وہ خطرناک قسم کے غنڈے ہیں۔

یہ چاروں بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ یہ صفدر — کیپٹن شکیل — نعمانی — اور چوہان تھے۔ ہال میں موجود افراد حیرت اور خوف سے ملے جلے انداز میں انہیں دیکھنے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اس ہوٹل میں ان غنڈوں کا کیا کام —— کہ ایک بار پھر لفٹ نیچے اتری اور اس کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان باہر آگیا۔ اس کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا۔ یہ عمران تھا۔ اس کے پیچھے تنویر باہر نکلا۔ وہ بھی غنڈے کے میک اپ میں تھا۔ وہ دونوں بھی کاؤنٹر کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔

ہال میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر دروازے کے قریب بیٹھے ہوئے ایک معزز شخص کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک جھٹکے سے اسے کھڑا کر دیا۔

"سنو الو کے پٹھے! —— سمگلنگ کا سارا مال تم اکیلے ہضم نہیں کر سکتے۔ پولیس کا حصہ دینا ہوگا" —— عمران نے انتہائی اکھڑ لہجے میں کہا اور پھر اسے ایک جھٹکے سے واپس کرسی پر دھکیل دیا۔ اس شخص کا چہرہ ندامت اور خوف سے بگڑ سا گیا تھا۔

"میرا نام پرنس راسکل ہے ـــــ آج سے یہ ہوٹل میں نے خرید لیا ہے ۔
یہ سب میرے ساتھی ہیں ـــــ اب ہال میں بیٹھے ہوئے سب لوگ سن لیں کہ اس شہر میں ہونے والی ہر واردات میں سے اگر مجھے حصہ نہ دیا گیا تو میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا"ـــــ عمران نے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہو کر انتہائی دبنگ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران بھی ہال میں موجود افراد کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھتے ہوئے عمران کے پیچھے چل دیئے۔

ہال میں بیٹھے ہوئے سبھی لوگوں کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ ہال میں مکمل سکوت طاری تھا۔

پھر جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی مین گیٹ سے باہر نکلے۔ ہال میں ایک زلزلہ سا آ گیا۔ سب لوگ تیزی سے اٹھ کر عقبی دروازے کی طرف بھاگے۔ وہ شاید جلد از جلد اس خطرناک جگہ سے نکل جانا چاہتے تھے اور ظاہر ہے کہ مین گیٹ کی طرف اس لئے نہ گئے تھے کہ وہاں عمران اور اس کے ساتھیوں سے ٹکراؤ کا خدشہ تھا۔

مین گیٹ سے باہر تین سرخ رنگ کی کاریں موجود تھیں جن پر مختلف حسین اور نیم عریاں عورتوں کے سٹرائیکر جگہ جگہ چپکے ہوئے تھے۔

عمران ایک کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ صفدر اس کے ساتھ والی سیٹ پر اور جوہان پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔

دوسری کار میں تنویر اور کیپٹن شکیل تھے۔ تیسری کار کو نعمانی اور صدیقی نے سنبھال لیا۔ اور پھر یہ قافلہ تیزی سے ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکل کر مین روڈ پر آ گیا عمران نے اپنے ساتھیوں کو سب کچھ سمجھا دیا تھا اور پروگرام کے مطابق آج انہوں

نے کیفے راک سٹار میں ہنگامہ کرنا تھا کیونکہ عمران کی معلومات کے مطابق کیفے راک سٹار شہر کے مشہور غنڈے "ہیری" کی ملکیت تھی اور وہاں ہر قسم کا غیر قانونی کام انتہائی دھڑلے سے سرانجام دیا جاتا تھا۔

ہیری کے سر پھرے ساتھیوں کی شہرت زیر زمین اس قدر تھی کہ بڑے سے بڑا غنڈہ بھی ان کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ اور آج عمران اسی ہیری اور اس کے ساتھیوں پر اپنا رعب بٹھانے جا رہا تھا۔

کیفے راک سٹار شہر سے ذرا ہٹ کر مضافات میں جانے والی ایک سڑک پر تھا۔ اس کا نام کیفے رکھا گیا تھا ورنہ وہ ایک خاصی لمبی چوڑی عمارت تھی جس کے تہہ خانوں میں اعلیٰ پیمانے پر جوا اور اوپر کی منزلوں کے کمرے عیاشی کے لئے استعمال ہوتے تھے۔

ہیری خود کاؤنٹر پر رہتا تھا اور ہال میں اس کے پالتو غنڈے ویٹروں کے روپ میں منڈلاتے رہتے تھے۔ وہ ہیری کے اشارے پر ایک لمحے میں اچھے خاصے آدمی کا حلیہ بگاڑ سکتے تھے۔ پولیس اس طرف کا رخ ہی نہیں کرتی تھی کیونکہ ہیری پولیس کے معاملے میں خاصا بے رحم واقع ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ سوپر فیاض کو وہ حصہ دیتا ہو گا۔ اس لئے انٹیلی جنس بھی ادھر کا رخ نہیں کرتی تھی۔

عمران نے اپنی کار کیفے راک سٹار کے کمپاؤنڈ میں موڑی اور پھر پوری قوت سے بریک دبا دیئے۔ ٹائروں نے ایک طویل چیخ مار کر زمین کو پکڑ لیا۔ اور پھر عمران کو اپنے پیچھے اسی قسم کی دو اور چیخیں سنائی دیں اور پھر کاروں کے دروازے ایک دھماکے سے کھلتے چلے گئے۔

عمران اور اس کے ساتھی ہر کام چھٹے ہوئے غنڈوں کی طرح کر رہے تھے۔

جب سب لوگ باہر آ گئے تو عمران دونوں ہاتھ پہلوؤں پر رکھے بڑے اطمینان سے چلتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دروازہ کھول کر عمران نے جیسے ہی اندر قدم رکھا اس کی ناک سے سستی شراب و سستے سگریٹوں کے بھبکے ٹکرائے۔ ہال کی رونق پورے عروج پر تھی اور ہر میز پر شہر کے چھٹے ہوئے غنڈے، سمگلر اور بدمعاش طوائفوں کو لئے بیٹھے ہوئے پینے پلانے میں مصروف تھے۔

جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی اندر داخل ہوئے ہال میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔ وہ سب حیرت بھرے انداز میں ان کو دیکھنے لگے۔ کاؤنٹر کے پیچھے لحیم شحیم ہیری کھڑا تھا۔ اس کی حیرت بھری نظریں بھی عمران اور اس کے ساتھیوں پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ شاید اس لئے حیران تھا کہ اس نے ان غنڈوں کو آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جب کہ دارالحکومت میں موجود کوئی غنڈہ ایسا نہ تھا جسے وہ نہ جانتا ہو۔ جبکہ یہ غنڈے اجنبی تھے۔

"خوب! تو یہ عیش ہو رہے ہیں" — عمران نے چھٹے ہوئے غنڈوں کے سے انداز میں کہا اور پھر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا کاؤنٹر کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو — تمہارا نام ہیری ہے نا" ——— عمران نے انتہائی بے تکلفانہ انداز میں کہا۔

"ہاں! — اور تم کون ہو" —؟ ہیری نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ اب اپنی حیرت پر قابو پا چکا تھا۔

"میرا نام پرنس راسکل ہے — میں نے شوبرا ہوٹل خرید لیا ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"پرنس راسکل" — ہیری نے لفظ راسکل پر چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — اور اس نام کو ہمیشہ یاد رکھنا — اور سنو! میرا حصہ باقاعدگی سے مجھے ملنا چاہیئے ورنہ میں تمہارا چوکھٹا اتنا بگاڑ دوں گا کہ لوگ تمہیں ہیری کی بجائے ٹیڑھی کہا کریں گے" ——— عمران نے کاؤنٹر پر اپنی کہنی ٹیکتے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ ہیری کا ہاتھ پوری قوت سے اس کے چہرے پر پڑتا۔

"تم — تمہاری یہ جرأت کہ ہیری کو آ کر رعب دو" — ہیری نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے عمران نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور ہیری لحیم شحیم جسم رکھنے کے باوجود یوں اڑتا ہوا کاؤنٹر سے ادھر گرا جیسے وہ گوشت پوست کی بجائے کاغذ کا بنا ہوا ہو۔ اور پھر تو پورے ہال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہیری کے پالتو غنڈے جو ویٹروں کے روپ میں تھے۔ عمران کے ساتھیوں پر پل پڑے۔

ہال میں ایک ہنگامہ سا مچ گیا۔ ویٹروں کے علاوہ باقی لوگ بھی تیزی سے کرسیاں چھوڑ کر ہال کی دیواروں کے ساتھ سمٹتے چلے گئے۔ عمران کے ساتھیوں نے ویٹروں کو مکوں پر رکھ لیا۔ مگر وہ بھی جاندار قسم کے لڑاکے تھے اس لئے خاصی زوردار جنگ شروع ہو گئی۔

ادھر ہیری جیسے ہی زمین پر گرا۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے اپنی لات گھمائی اور اس کا بوٹ زمین سے اٹھتے ہوئے ہیری کے جبڑے پر پوری قوت سے پڑا اور ہیری ایک چیخ مار کر زمین پر تڑپنے لگا۔ عمران کی بھرپور ٹھوکر نے اس کے کم از کم آدھے دانت حلق میں اتار دیئے تھے۔ اور پھر عمران کو بھی اچھل کر فرش پر

گرا پڑا۔ کیونکہ ہیری نے زمین پر تڑپتے ہوئے اچھل کر لات چلائی تھی جو بڑے بھرپور انداز میں عمران کے پیٹ پر لگی تھی۔ عمران چونکہ ہیری کو تڑپتے دیکھ کر اطمینان سے کھڑا تھا اس لئے وہ اس اچانک وار سے سنبھل نہ سکا تھا۔

اور پھر وہ دونوں اکٹھے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہیری کے منہ سے خون اُبل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں غصے کی شدت سے چراغوں کی طرح جل رہی تھیں اس نے انتہائی پھرتی سے اپنے دائیں بازو کو جھٹکا دیا اور اس کی آستین میں چھپا ہوا ایک چھوٹا سا مگر انتہائی تیز خنجر جھٹکا کھا کر اس کے ہاتھ میں آگیا۔

عمران نے خنجر اس کے ہاتھ میں دیکھتے ہی پوری قوت سے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور پھر ہوا میں ہی اپنا رُخ بدل کر وہ ہیری کے بائیں رخ پر پہلو کے بل آگرا اور اس کی یہ چھلانگ ہی اُسے خنجر کے وار سے بچانے میں کامیاب ہوگئی ورنہ ہیری نے جس ماہرانہ انداز میں خنجر عمران پر پھینکا تھا اگر عمران کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً خنجر اس کے سینے میں ترازو ہو چکا ہوتا اور پھر اس سے پہلے کہ ہیری اپنا رخ بدل کر اپنے آپ کو بچاتا۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر سر پر گھما کر پوری قوت سے دیوار کے ساتھ دے مارا ہیری کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر ساکت ہوگیا۔

ادھر ہال میں ہونے والی جنگ بھی اب اختتام کو پہنچ گئی تھی۔ عمران کے ساتھیوں نے ویٹروں کا مار مار کر بھرکس نکال دیا تھا۔ اور وہ سب ہال میں اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے۔ ان میں سے بیشتر کے چہرے لہولہان تھے۔ کچھ کے بازو ٹوٹ چکے تھے۔ اور کچھ کی پسلیاں۔

دیواروں کے ساتھ لگے ہوئے غنڈے بڑے حیرت بھرے انداز میں ان جی دار لڑاکوں کو دیکھ رہے تھے جنہوں نے آناً فاناً ہیری اور اس کے خطرناک

غنڈوں کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا تھا۔

عمران نے زمین پر پڑے ہوئے بیہوش ہیری کو گریبان سے پکڑ کر اونچا کیا اور دوسرے لمحے ایک زوردار تھپڑ جڑ دیا اور ہیری جھٹکا کھا کر واپس ہوش کی سرحدوں میں داخل ہوگیا۔

"سنو ہیری! ـــ میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے ـــ اور ہم لوگ شوبرا ہوٹل میں موجود رہتے ہیں ـــ ہر ہفتے اپنی کمائی کا چوتھا حصہ باقاعدگی سے پہنچا دیا کرو گے تو پھر ہی یہ اڈہ چلا سکو گے ـــ ورنہ یاد رکھو آئندہ ہفتے تمہاری ایک ایک ہڈی اس ہال میں بکھری پڑی ہوگی" ـــ عمران نے ہیری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غراتے ہوئے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے اُسے فرش پر دھکیل دیا۔

"چلو ساتھیو! ـــ آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے" ـــ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے پلٹے اور پھر مین گیٹ سے باہر نکل کر اپنی کاروں کی طرف دوڑتے چلے گئے۔



ٹائیگر نے ہوٹل میں پہنچتے ہی سب سے پہلے عمران کا مخصوص ٹیلیفون نمبر گھمایا۔ مگر دوسری طرف سے ایک گھمبیر سی میکانکی آواز سنائی دی۔

"اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیجیے" ___ اور ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ جب فون اٹنڈ کرنے والا کوئی نہ ہو تو پھر اس کے ساتھ ٹیپ منسلک کر دیا جاتا ہے جس میں یہ الفاظ ٹیپ ہوتے ہیں تاکہ فون کرنے والا پیغام ریکارڈ کرا دے۔ اور ٹائیگر نے بھی تفصیل سے ساتھ لیموسین کار کے تعاقب اور پھر اس نمبر کے ساتھ جنگ، اپنے اغوا اور عالیشان کالونی کی اس کوٹھی میں اپنے پہ ہونے والے تشدد اور وہاں سے بچ نکلنے تک کے تمام واقعات تفصیل سے ریکارڈ کرا دیئے۔ اس نے لیموسین کار کے نمبر، کوٹھی کا نمبر اور اس کا محل وقوع اور اس نوجوان کا حلیہ سب کچھ تفصیل کے ساتھ ریکارڈ کرا دیا تھا ریکارڈ کرانے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ جیسے ہی عمران یہ پیغام سنے گا وہ اس سے خود رابطہ قائم کرے گا۔ چنانچہ رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور پھر ہوٹل کے نیچے واقع ایک ڈاکٹر کے کلینک میں جانے کا پروگرام بنانے لگا کیونکہ وہ اپنے زخموں پر باقاعدہ مرہم پٹی کروانا چاہتا تھا۔

ہوٹل کے ہال سے گزر کر وہ مین گیٹ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک کاؤنٹر کے قریب کھڑے ہوئے دو لمبے تڑنگے نوجوان تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور پھر وہ دونوں اس کے دائیں بائیں چلنے لگے۔

"خاموشی سے ہمارے ساتھ چلے آؤ ___ ورنہ ہماری جیبوں میں موجود ریوالوروں کے رخ تمہاری طرف ہیں" ___ ان میں سے ایک نے دبی مگر کرخت آواز میں کہا اور ٹائیگر ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر اس نے کوئی حرکت کی تو یہ لوگ گولی چلانے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ مگر وہ دل ہی دل میں حیران تھا کہ یہ

لوگ کون ہیں اور اسے کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ کوٹھی والے نوجوان کے آدمی تو اتنی جلدی اس تک نہیں پہنچ سکتے۔

مین گیٹ کراس کر کے وہ جیسے ہی باہر نکلے۔ ایک غنڈے نے اس کو پارکنگ کی طرف چلنے کے لئے کہا اور ٹائیگر خاموشی سے پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔ پارکنگ میں موجود ایک نیلے رنگ کی کار کے قریب ایک اور آدمی کار سے پشت لگائے کھڑا تھا۔ جیسے ہی اس نے ان تینوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو تیزی سے سیدھا ہوا اور پھر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"کار کے اندر بیٹھ جاؤ ___ اور دیکھو کوئی حرکت نہ کرنا" ___ ایک غنڈے نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

مگر اسی لمحے ٹائیگر نے ان کے ساتھ جانے کی بجائے ان سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا اور دوسرے لمحے وہ کسی لٹو کی طرح اپنے پیروں پر گھوما اور اس کا ہاتھ پوری قوت سے پستول والے غنڈے کی گردن سے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انتہائی پھرتی سے گھوم کر دوسرے غنڈے کے پہلو میں ٹکر مار دی۔ پستول والا نوجوان ہاتھ کھا کر لڑکھڑایا جبکہ دوسرا ٹکر کھا کر اچھلا اور نیچے گر پڑا ___ ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور اس نے پہلے غنڈے کے پہلو میں پوری قوت سے ٹکر مارا۔ اور خود اچھل کر سامنے سے حملہ کرنے والے تیسرے غنڈے کے سینے سے جا ٹکرایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تینوں ہی ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑے اور ٹائیگر نے انتہائی پھرتی سے پہلے جیب سے ریوالور نکال لیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے ٹائیگر نے پستول کا دستہ پوری قوت سے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک غنڈے کی کھوپڑی پر رسید کر دیا اور وہ دوبارہ زمین پر گر گیا۔ ٹائیگر نے اسی پستول کا دستہ

رسید کرتے ہی اپنی لات گھمائی اور دوسرے کے پہلو میں پوری قوت سے ماردی اور وہ بھی اوغ کی آواز نکال کر دہیں دوہرا ہو گیا۔ جب کہ تیسرا شاندجان بوجھ کر ہی بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

ٹائیگر تیزی سے مڑا اور پھر کار کی پشت کی طرف آگیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک چھوٹی سی تار نکالی اور کار کی ڈگی کے سوراخ میں ڈال کر مخصوص انداز میں جھٹکا دیا۔ دوسرے لمحے ڈگی کا ڈھکن خود بخود اٹھتا چلا گیا۔ ٹائیگر اپنے جسم کو سمیٹ کر ڈگی میں داخل ہو گیا۔ اور اس نے دونوں ہاتھوں سے ڈگی کے ڈھکن کو پکڑ کر نیچے کی طرف جھکا دیا۔ مگر اسے پوری طرح بند نہ کیا تاکہ ایک تو ہوا کا راستہ رہ جائے اور دوسرا وہ خود بھی باہر جھانک سکے۔ اس کے کان کار کی دائیں سائیڈ پر پیدا ہونے والی آوازوں پر ہی لگے ہوئے تھے۔

وہ تینوں غنڈے کافی دیر تک یونہی بے حس و حرکت پڑے رہے پھر شاند ان میں سے ایک اٹھا اور اس کار کا دروازہ کھول کر اپنے ساتھیوں کو گھسیٹ کر کار میں ڈال دیا اور خود سامنے کے رخ سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر چند لمحوں بعد ہی کار کا انجن غرایا اور کار ایک جھٹکا کھا کر آگے کی طرف بڑھ گئی۔

ٹائیگر خاموشی سے ڈگی کی جھری سے دیکھ رہا تھا۔ کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر مین روڈ پر آئی اور پھر تیزی سے کراس روڈ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کراس روڈ کے چوک پر پہنچ کر وہ بائیں طرف مڑ کر جھیل کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ گئی۔ اس سڑک کا اختتام ایک مصنوعی جھیل پر ہوتا تھا۔ اس مصنوعی جھیل کے عقب میں ایک ویران سی پہاڑی تھی جہاں پر لوگ پہاڑی بکرے کے شکار کے لئے جایا کرتے تھے۔

کار جلد ہی مصنوعی جھیل کے پاس پہنچ گئی اور پھر اس کا رخ شمال کی طرف ہوا اور جھیل کو دائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہاں چونکہ کوئی باقاعدہ راستہ نہ تھا اس لئے کار بری طرح اچھل رہی تھی۔ ٹائیگر بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ ڈگی کا ڈھکن نہ بند ہو جائے اور وہ اندر بند ہو کر رہ جائے اور ساتھ ہی وہ اپنے سر کو بھی ڈھکن سے ٹکرانے سے بچائے ہوئے تھا تاکہ ڈرائیور کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔

کار اسی طرح اچھلتی کودتی آخر کار پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر رک گئی۔ ڈرائیور تیزی سے باہر نکلا اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا وہ پہاڑی پر چڑھتا چلا گیا۔

ڈرائیور کے ادھر جاتے ہی ٹائیگر تیزی سے ڈگی سے باہر نکلا اور پھر ایک بڑی سی چٹان کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس پہاڑی کے دامن میں کیا ہو رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ڈرائیور پہاڑی کی چٹان کے پیچھے جا کر ٹائیگر کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ دوسرا لمحہ ٹائیگر کے لئے انتہائی حیرت انگیز ثابت ہوا کیونکہ اچانک ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ پہاڑی کے عین دامن میں ایک بہت بڑی چٹان کسی ڈھکن کی طرح اٹھتی چلی گئی اور پھر وہ ڈرائیور چٹان کے پیچھے سے نکلا وہ پہاڑی سے اتر کر دوڑتا ہوا کار کی طرف آیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار انتہائی تیزی سے چلتی ہوئی اس سرنگ نما پہاڑی راستے میں داخل ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی اور چٹان دوبارہ برابر ہو گئی۔

ٹائیگر کافی دیر تک وہاں بیٹھا رہا کہ شاید کار دوبارہ باہر آئے مگر جب کوئی

برآمد نہ ہوا تو ٹائیگر تیزی سے اٹھا اور چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا واپس جھیل کی طرف چل پڑا۔

ٹائیگر نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اندر جانے سے پہلے عمران کو اس بارے میں اطلاع کر دے کیونکہ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ مجرموں کا یہاں کوئی بہت خطرناک قسم کا اڈہ ہے اور ایسا ہو سکتا تھا کہ وہ ان میں پھنس جائے۔ مصنوعی جھیل کے قریب سے گزرتا ہوا وہ جھیل کے قریب موجود ایک کیفے میں داخل ہو گیا۔

کیفے میں اس وقت بھی سیر کو آنے والے جوڑوں کی خاصی تعداد موجود تھی۔ ٹیلیفون بوتھ کیفے کی راہداری میں موجود تھا۔ ٹائیگر اس بوتھ میں داخل ہوا اور اس نے سکے ڈال کر عمران کا مخصوص نمبر گھمایا اور پھر چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ایکسٹو" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر سپیکنگ سر! — عمران صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں" — ٹائیگر نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل شوبرا میں پرنس راسکل سے بات کر لو" — ایکسٹو کی باوقار مگر کرخت آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

ٹائیگر سمجھ گیا کہ عمران آجکل ہوٹل شوبرا میں پرنس راسکل کے طور پر مقیم ہے۔ اس نے فون بوتھ میں پڑی ہوئی ڈائریکٹری اٹھائی اور ہوٹل شوبرا کے نمبر تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی اُسے نمبر مل گئے تو اس نے اور سکے ڈال کر ہوٹل شوبرا کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ہوٹل شوبرا" — ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"پرنس راسکل سے بات کرائیں — ٹائیگر بول رہا ہوں" — ٹائیگر نے کہا۔

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے" — دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور پھر چند لمحوں بعد رسیور پر ایک بگڑی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یس پرنس راسکل سپیکنگ" — لہجے میں بے پناہ کرختگی اور اکھڑ پن تھا۔ اگر ٹائیگر کو پہلے سے معلوم نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی یہ یقین نہ کرتا کہ بولنے والا عمران ہے۔

"میں ٹائیگر بول رہا ہوں جناب" — ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ — کوئی خاص بات" — ؟ اس بار لہجے میں نرمی تو تھی مگر آواز دبی تھی۔

"سر پہلے میں نے مخصوص نمبروں پر پیغام ریکارڈ کرایا تھا" — ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں! — مجھے رپورٹ مل چکی ہے — مگر پرندے اُڑ گئے ہیں" — عمران نے جواب دیا۔

"سر! — اب میں مصنوعی جھیل سے بول رہا ہوں" — ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھ ہونے والے تمام واقعات کی تفصیل بتا دی۔

"اوہ! — خاصی اہم خبر ہے — تم وہیں رکو — میں خود آ رہا ہوں" — عمران نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"بہتر جناب" — ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے پاس عمران کے انتظار کے سوا فی الحال اور کوئی کام نہ تھا۔

بلیک زیرو ایوان صدر سے جیسے ہی واپس دانش منزل پہنچا اُسے ٹیلیفون پہ ٹائیگر کا پیغام ملا۔ چونکہ بلیک زیرو کو ٹائیگر سے متعلق ہدایت یہی تھی کہ اس کا پیغام عمران کو فوری طور پہ منتقل کر دیا جائے، اس لئے اس نے رسیور اٹھایا اور عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

"طاہر بول رہا ہوں جناب" ــــ عمران کے لائن پہ آتے ہی بلیک زیرو نے کہا۔

"کیا بات ہے" ــــ ؟ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا اور بلیک زیرو نے سب سے پہلے ٹیپ ریکارڈر چلا کر ٹائیگر کا پیغام عمران کو سنایا۔

"اوہ! ــــ اس کا مطلب ہے کہ گنگ کا اڈہ عالیشان کالونی میں ہے ــــ اچھا ٹھیک ہے ــــ میں پتہ کرتا ہوں ــــ اور کوئی بات" ــــ ؟ عمران نے پوچھا۔

اور پھر بلیک زیرو نے ایوان صدر میں ہونے والی میٹنگ اور اپنے پر حملے کے ساتھ ساتھ یوسف طاہر کے متعلق شکوک کا اظہار بھی کر دیا۔

"ٹھیک ہے ــــ تم ایسا کرو کہ فوری طور پر یوسف طاہر کو چیک کرو ــــ میرا خیال ہے کہ یوسف طاہر کے میک اپ میں کسی اور نے میٹنگ میں شرکت کی

ہے ــــ یوسف طاہر کو میں جانتا ہوں وہ غدار نہیں ہو سکتا" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"بہتر ہے" ــــ بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا کیونکہ عمران نے دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔

بلیک زیرو چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا کہ آیا خود جا کر یوسف طاہر کو چیک کرے یا پہلے اُسے فون کرے۔ پھر اس نے پہلے فون کرنے کا فیصلہ کیا اور میز کی دراز سے فون بک نکال کر اس نے یوسف طاہر کے نمبر تلاش کئے اور پھر رسیور اٹھا کر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"یوسف طاہر سپیکنگ" ــــ دوسری طرف سے یوسف طاہر کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ــــ بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" ــــ یوسف طاہر کا لہجہ یکدم مودبانہ ہو گیا۔

"یوسف! ــــ تم نے میٹنگ میں کوئی رائے نہیں دی حالانکہ یہ تمہارا مخصوص فیلڈ تھا" ــــ بلیک زیرو نے جان بوجھ کر مبہم لہجے میں کہا۔

"میٹنگ میں ــــ سر! آپ کس میٹنگ کی بات کر رہے ہیں ــــ میں نے تو کسی میٹنگ میں شرکت نہیں کی" ــــ یوسف طاہر کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"تم نے ایوان صدر میں ہونے والی میٹنگ میں شرکت نہیں کی" ــــ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ــــ مجھے تو اس میٹنگ کی کوئی اطلاع ہی نہیں ہے۔

یں تو شہر میں ہونے والے ایک قتل کی واردات کے سلسلے میں آج تمام دن دفتر سے باہر رہا ہوں اور ابھی چند منٹ پہلے واپس آیا ہوں" ——— یوسف طاہر نے جواب دیا۔

"ہوں ——— اس کا مطلب ہے کہ تمہارے میک اپ میں کسی اور نے میٹنگ میں شرکت کی تھی ——— میں پہلے ہی مشکوک ہو گیا تھا ——— بہرحال تم اس سلسلے میں انکوائری کرو کیونکہ تمہیں سرکاری طور پر دفتر میں ہی اطلاع دی گئی ہو گی اور تمہارے دفتر کے کسی آدمی کو ہی اس بات کا علم ہو گا کہ تم دفتر میں کس وقت واپس آؤ گے ——— مجھے ایک گھنٹے بعد مخصوص نمبروں پر فون کرو" بلیک زیرو نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— واقعی میرا کوئی قریبی آدمی ہی مجرموں کا ساتھی ہے۔ ورنہ ایسی بات نہ ہوتی ۔ میں آپ کو رپورٹ کروں گا جناب" ——— یوسف طاہر نے پریشان سے لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجرموں نے آخر یوسف طاہر کے روپ میں میٹنگ میں شرکت کیوں کی ؟ وہ کسی اور کے میک اپ میں بھی وہاں پہنچ سکتے تھے۔

ابھی بلیک زیرو اس پوائنٹ پر غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک کمرے میں ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز ابھری اور بلیک زیرو اس آواز کو سن کر بری طرح چونک پڑا۔ اس کی نگاہیں دروازے کے اوپر لگی ہوئی سکرین کی طرف اٹھ گئیں۔ یہ مخصوص سیٹی اس وقت بجتی تھی جب کوئی آدمی غلط طریقے سے دانش منزل میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔

دروازے کے اوپر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی تھی اور سکرین پر دانش منزل

کی شمالی دیوار نظر آ رہی تھی۔ ایک آدمی رسی کی سیڑھی کے ذریعے دیوار پر چڑھا ہوا تھا۔

بلیک زیرو نے پھرتی سے میز کے کنارے پر لگے ہوئے بے شمار رنگ برنگے بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا تو اب اسے دیوار کی دوسری طرف کا منظر بھی سکرین پر نظر آنے لگا۔ دیوار کے ساتھ ایک کار موجود تھی جو بالکل دیوار کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی تھی۔ کار کے اندر کوئی فرد نظر نہ آ رہا تھا۔ بلیک زیرو نے بٹن آف کر دیا۔

اب وہ آدمی دیوار سے اتر کر دانش منزل کی عمارت کی طرف دبے پاؤں بڑھا چلا آ رہا تھا۔

بلیک زیرو نے میز کی دراز کھینچی۔ دراز کے اندر بھی دس مختلف رنگوں کے بٹن ایک پلاسٹک کے تختے پر نصب تھے۔ جن کے درمیان میں ایک ڈائل موجود تھا۔ بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے ڈائل کے ساتھ لگے ہوئے ایک گول سے جائر کو گھمایا اور ڈائل کی سوئی تیزی سے حرکت کرنے لگی۔ بلیک زیرو سکرین کو دیکھتے ہوئے ڈائل گھماتا چلا گیا اور پھر جب سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو اس کی انگلی ایک بٹن پر ٹک گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں سکرین پر جم سی گئیں۔

آنے والا آدمی اب صحن کے درمیانی حصے میں پہنچ چکا تھا۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ پھر جیسے ہی آنے والے کے قدم صحن میں لگے ہوئے ایک مخصوص بلاک پر پڑے۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے وہ بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے آنے والا یکدم سکرین پر سے غائب ہو گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اچانک اس نے سلیمانی ٹوپی پہن لی ہو۔ بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لی اور

پھر میز کی دراز بند کر دی۔ اور میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکرین پر ایک جھماکا سا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سکرین پر ایک چھوٹے سے کمرے کا منظر ابھر آیا۔

یہ کمرہ چاروں طرف سے بالکل بند تھا۔ آنے والا آدمی اس کمرے کے فرش پر پڑا ہوا حیرت بھرے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے دیواروں کو ہاتھ سے ٹھونکنا شروع کر دیا۔ مگر جلد ہی وہ منہ بنا کر کھڑا ہو گیا۔ دیواروں اور فرش پر ربڑ کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ آنے والا اب کمرے میں قید تھا۔

بلیک زیرو نے ایک اور بٹن دبایا تو میز کی سطح کا ایک کونہ اندر کی طرف سمٹتا چلا گیا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا مائک ابھر کر اوپر آ گیا۔

"کون ہو تم ——؟ اور یہاں کیوں آئے ہو؟ ——" بلیک زیرو نے مائک کے ساتھ لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو آن کرتے ہوئے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔ اور بلیک زیرو نے سکرین پر اس آدمی کو بُری طرح چونکتے اور کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دیکھا۔

"بولو کون ہو تم" ——؟ بلیک زیرو نے ایک بار پھر کہا۔

"تم کون بول رہے ہو ——؟ سامنے آکر بات کرو" —— آنے والے نے بھرائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز بلیک زیرو کو سُنائی دی۔

"میرے سوال کا جواب دو ورنہ ——" بلیک زیرو نے پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں کہا۔

"جب تک سامنے آکر بات نہیں کرو گے —— میں کسی سوال کا جواب نہیں

دونگا" —— آنے والے نے لہجے کو ڈھنگ بناتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبایا اور پھر خاموشی سے سکرین کی طرف دیکھنے لگا۔

بٹن دبتے ہی پورا کمرہ کسی لٹو کی طرح گھومنا شروع ہو گیا اور آنے والا لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔ وہ بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا مگر بے سود۔ کمرہ جو آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی گردش تیز ہوتی چلی جا رہی تھی اور چند لمحوں بعد وہ خاصی تیز رفتاری سے گھومنے لگا۔ آنے والا اب یوں کمرے کے فرش پر قلابازیاں کھا رہا تھا اور بار بار کمرے کی دیواروں سے ٹکرا رہا تھا جیسے چھاج میں اناج پھٹکا جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کر رہا تھا مگر بے سود۔ کمرے کے گھومنے کی رفتار اب کافی سے زیادہ تیز ہو چکی تھی اور آنے والا کمرے کے ساتھ ساتھ بُری طرح لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد اس کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں۔

"خدا کے لئے بند کرو —— بتاتا ہوں" —— آنے والے نے چیختے ہوئے کہا۔

اور بلیک زیرو نے بٹن آف کر دیا اور کمرے کے گھومنے کی رفتار آہستہ ہونی شروع ہو گئی اور چند لمحوں بعد کمرہ رک گیا۔ آنے والا فرش پر پڑا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ اس کا چہرہ سُرخ تھا اور آنکھیں باہر کو اُبلی ہوئی تھیں۔

"جلدی بتاؤ کہ تم کون ہو —— ورنہ اس بار کمرہ گھومنا بند نہیں کرونگا"۔ بلیک زیرو نے کرخت لہجے میں کہا۔

"نہ نہ خدا کے لئے ایسا نہ کرنا —— میں نے بڑے سے بڑے تشدد کے سامنے کبھی زبان نہیں کھولی مگر یہ چکر —— خدا کی پناہ —— مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میری رُوح تک چکر کھا رہی ہو" —— فرش پر پڑے ہوئے نے سنت بھرے

لہجے میں کہا۔

"تو پھر زبان کھولو ۔۔۔ میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے ۔۔۔ اور سنو! صرف سچ بولنا ورنہ" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"میرا نام راجو ہے ۔۔۔ میں پیشہ ور قاتل ہوں ۔۔۔ میری خدمات یہاں کے مشہور بدمعاش چیکو نے حاصل کی تھیں ۔ اس کا کوئی آدمی انٹیلی جنس کے شعبہ قتل کے چیف یوسف طاہر کا ساتھی ہے ۔۔۔ اس نے اسے اطلاع دی کہ یوسف طاہر نے ایوان صدر میں ہونے والی میٹنگ میں شرکت کرنی ہے ۔ جہاں سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو نے شرکت کرنی ہے ۔۔۔ اس نے چیکو کو ایک نقشہ بھی فراہم کیا کہ ایکسٹو کس راہداری سے گزر کر ہال میں جائے گا ۔ چنانچہ چیکو نے ایکسٹو کو قتل کرنے کے لئے اپنے آدمی ایوان صدر میں پہنچائے اور ان کی مدد سے میں نے اس راہداری میں بلب شیڈ کے پیچھے پستول فٹ کیا اور راہداری کے قالین کے نیچے اس کا سسٹم رکھ دیا۔ مگر نشانہ خطا ہوا اور ایکسٹو بچ گیا ۔۔۔ میں نے یوسف طاہر کے روپ میں میٹنگ میں شرکت کی۔ میرا خیال تھا کہ میٹنگ کے دوران ہی ایکسٹو کو ہلاک کر دوں گا ۔۔۔ مگر وہاں مجھے موقع نہ مل سکا ۔۔۔ چنانچہ میں باہر آگیا اور پھر ایکسٹو کا تعاقب کرتے ہوئے اس عمارت تک آیا اور اب یہاں قید ہو گیا ہوں" ۔ راجو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"چیکو کا اڈہ کونسا ہے ؟ اور تمہیں کتنا معاوضہ دیا گیا تھا اس کام کے لئے" ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"سونری بار اس کا اڈہ ہے ۔۔۔ وہ اکثر وہیں ملتا ہے ۔۔۔ مجھے ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی گئی تھی جس میں سے پچاس ہزار پیشگی اور پچاس ہزار بعد

میں طے ہوئے" ۔۔۔ راجو نے جواب دیا۔

"تمہیں ایکسٹو کے متعلق کیا بتایا گیا تھا" ۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"مجھے صرف یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سیاہ رنگ کے نقاب میں میٹنگ میں شرکت کرے گا" ۔۔۔ راجو نے جواب دیا۔

"کیا تم نے ایکسٹو کا تعاقب اپنی مرضی سے کیا تھا ۔۔۔ یا ۔۔۔ چیکو نے اس کی ہدایت کی تھی" ۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"چیکو نے مجھے صرف ایکسٹو کے قتل کا معاوضہ دیا تھا ۔۔۔ جب میرا حملہ ایوان صدر میں ناکام ہو گیا تو پھر میں خود ہی ایکسٹو کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آگیا تھا تاکہ اپنا مشن مکمل کر سکوں" ۔۔۔ راجو نے جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ اب تم آرام کرو ۔۔۔ اگر چیکو نے تمہاری بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کر دی تو تمہیں رہا کر دیا جائے گا ورنہ پھر موت تو تمہارے مقدر میں لکھ ہی دی گئی ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مائیک کا بٹن آف کر کے سکرین کو بھی آف کر دیا۔

بلیک زیرو سوچ رہا تھا کہ چیکو کو فوراً چیک کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ چیکو کے ذریعے کس نے ایکسٹو کو ختم کرنے کا پلان بنایا ہے۔ چیکو کے متعلق وہ جانتا تھا کہ وہ ایک معمولی سا غنڈہ ہے۔ اسے ایکسٹو سے براہ راست ٹکرانے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ بلیک زیرو نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ٹائیگر سپیکنگ سر ۔۔۔ عمران صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں" ۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہوٹل شیرا میں پرنس راسکل سے بات کر لو" ــــــ بلیک زیرو نے کرخت لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

پہلے بلیک زیرو کا خیال تھا کہ راجو کے متعلق عمران سے بات کرے مگر پھر اس نے سوچا کہ ہر معاملے میں عمران سے بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ خود اس کی بھی کچھ ذمہ داری ہے۔ اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود جا کر جیکو سے بات کرے گا اور پھر مکمل رپورٹ عمران کو دے گا۔

اور پھر وہ تیزی سے اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ راجو کے میک اپ میں باہر نکلا اور دانش منزل کے خودکار حفاظتی نظام کا بٹن آن کر کے وہ دانش منزل سے باہر آ گیا۔ اس کا رخ اس کار کی طرف تھا جو دانش منزل کی شمالی سمت میں موجود تھی اور جس پر راجو آیا تھا۔ اس نے راجو کے میک اپ میں ہی جیکو سے ملنے کا فیصلہ کیا تھا۔



عمران نے رسیور رکھا اور پھر اس نے میز پر پڑا ہوا انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن دبا دیا۔

"یس ــ جولیا سپیکنگ" ــــــ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"پرنس راسکل بول رہا ہوں ــــــ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ صفدر کو یہاں کا

چارج دے کر خود فیلڈ میں جاؤں ــــــ میں یہاں پابند ہو کر نہیں بیٹھ سکتا۔ تم صفدر کو میرے پاس بھیج دو ــــــ میں اسے پرنس راسکل بنا دوں گا" ــــــ عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور رسیور رکھ دیا۔

زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ بعد صفدر کمرے میں پہنچ گیا۔

"یس پرنس" ــــــ صفدر نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آج سے میری بجائے تم پرنس راسکل ہو گئے ــــــ تمہارا مشن صرف یہ ہے کہ شہر کے تمام بدمعاشی کے اڈوں پر وقتاً فوقتاً چھاپے مارو ــــــ خوب لوٹو ــــــ ان سب کو مجبور کر دو کہ وہ تمہیں ٹیکس دیں ــــــ اس طرح میں چاہتا ہوں کہ راسکلز کنگ ہماری طرف متوجہ ہو جائے ــــــ راسکلز کنگ جب بات کرے تو تم اکڑ جانا ــــــ اور جب تک وہ خود براہ راست ملاقات پر آمادہ نہ ہو جائے اس کی کوئی بات نہ ماننا ــــــ اگر ایسا ہو تو ٹرانسیٹر پہ مجھ سے بات کر لینا ــــــ پھر پروگرام بنا لیں گے" ــــــ عمران نے صفدر کو تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــــ آپ بے فکر رہیں ــــــ میں پورے شہر کے بدمعاشوں کو نگنی کا ناچ نچا دوں گا" ــــــ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا! ــــــ معلوم ہوتا ہے کہ تم سیکرٹ سروس میں آنے سے پہلے ڈانس ماسٹر تھے ــــــ خوب بہت خوب ــــــ اچھا میں چلتا ہوں ــــــ تم خود ہی پرنس راسکل کا میک اپ کر لینا" ــــــ عمران نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر عقبی دروازے سے نکلتا چلا گیا۔

ہوٹل کے خفیہ دروازے سے باہر آ کر وہ سب سے پہلے ایک نزدیکی پبلک ٹوائلٹ میں گھسا اور اس نے اپنا میک اپ صاف کر دیا۔ اب وہ اصل صورت میں تھا۔

کیفے سے باہر آ کر عمران ہوٹل کے سامنے کے رُخ سے ہوتا ہوا اس کی پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پارکنگ میں اس کی سیاہ رنگ کی مخصوص کار موجود تھی۔

چند لمحوں بعد ہی وہ کار میں بیٹھا ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے نکل کر مین روڈ پر آ گیا۔ اب اس کا رُخ مصنوعی جھیل کی طرف جانے والی سڑک پر تھا۔ ٹائیگر نے جیب سے پہاڑیوں میں موجود خفیہ اڈے کے متعلق بتایا تھا وہ خاصا بے چین تھا کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اس قسم کے اڈے انتہائی خطرناک تنظیمیں ہی بناتی ہیں ایسی تنظیمیں جنہیں اس ملک میں طویل عرصے تک کام کرنا ہو۔ جبکہ راسکلز گنگ کے متعلق اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اکیلا ہی کام کرتا ہے۔ اس کے لئے اس قدر خفیہ اڈے کا قیام کچھ سمجھ میں آنے والی بات نہ تھی اور اگر یہ اڈہ کسی اور تنظیم کا ہے تو پھر انہوں نے ٹائیگر کو اغوا کرنے کی کوشش کیوں کی؟

یہی سوچتا ہوا وہ تیزی سے مصنوعی جھیل کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اُدھر ایوانِ صدر میں بلیک زیرو پر کئے گئے منظم حملے نے بھی اُسے سوچ میں ڈال دیا تھا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق ایوانِ صدر میں اس قسم کا پلان بنانا کسی خاص بااثر تنظیم کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ ذہنی طور پر وہ خاصا الجھ گیا تھا۔ اس لئے اس نے اس اڈے کو خود چیک کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور پرنس راسکل کا میک اپ ختم کر کے فیلڈ میں آنے کا فیصلہ بھی اس نے اسی لئے کیا تھا کہ اُسے معاملات توقع سے کچھ زیادہ ہی گمبھیر معلوم ہو رہے تھے۔ اور وہ نہ چاہتا تھا کہ وہ صرف راسکلز گنگ کے ہی چکر میں رہ جائے اور کوئی اور خطرناک تنظیم ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار مصنوعی جھیل کے قریب واقع کیفے کے پاس پہنچ گئی۔ سڑک پر ہی اُسے ٹائیگر نظر آ گیا جو بڑے اطمینان سے ایک کھمبے کے ساتھ

ٹیک لگائے بڑے بادشاہانہ انداز میں آتی جاتی لڑکیوں کو گھور رہا تھا۔

عمران نے کار ٹائیگر کے قریب جا کر روک دی۔ ٹائیگر نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر عمران کے اشارے پر وہ دروازہ کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران نے کار کو ٹرن کیا اور واپس مین روڈ کی طرف چل پڑا۔

"وہ پہاڑی جھیل کے اس طرف ہے جناب" — ٹائیگر نے اُسے کار موڑتے دیکھ کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے — ہم چکر کاٹ کر پہاڑی کی پچھلی طرف سے آگے بڑھیں گے — ہو سکتا ہے کہ سامنے کے رخ پر انہوں نے چیکنگ کا کوئی نظام قائم کیا ہو" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔ جیسے بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو۔

"یہ جوتے تم نے کہاں سے خریدے ہیں" — اچانک عمران نے سوال کیا۔

"جوتے — اوہ! یہ اس نوجوان کے آدمی سے چھینے تھے — چونکہ ان کی ساخت مخصوص ہے اس لئے میں نے سوچا کہ کہیں جوتوں کی وجہ سے مجھے چیک نہ کر لیا جائے" — ٹائیگر نے جھک کر اپنے پیروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور عمران نے گاڑی ایک طرف کر کے روک لی۔

"جوتے اتار کر مجھے دو — اور تم ڈرائیونگ سیٹ پر آ جاؤ" — عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے جوتے اتار کر سیٹ پر رکھے اور پھر کھسک کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ ویسے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ کیونکہ جوتوں والی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ عام سے جوتے تھے۔ بس اس کے رنگ کچھ اس قسم کے تھے کہ وہ مخصوص نظر آ رہے تھے۔

عمران نے جوتے سیٹ سے اٹھا کر نیچے رکھے اور پھر سیٹ پر بیٹھ کر اس نے جوتے اٹھائے اور انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔

پھر جیسے ہی اس نے ایک جوتے کی ایڑی کو انگوٹھے سے دبایا تو اس کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔ اس نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا خنجر نکالا اور جوتے کی ایڑی کو اکھاڑنا شروع کر دیا۔

ٹائیگر کار چلاتے ہوئے کن انکھیوں سے اُسے دیکھتا جا رہا تھا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔ کیونکہ جیسے ہی ایڑی علیحدہ ہوئی اس میں موجود جدید ترین ویژن ٹرانسمیٹر صاف نظر آنے لگ گیا تھا۔

"ہوں تو یہ بات ہے ــــ اس جوتے کی وجہ سے تمہیں چیک کر لیا گیا ہے"۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کی ایک باریک سی تار کو خنجر سے کاٹنے کے بعد کہا۔

پھر عمران نے مزید تاریں کاٹیں اور ٹرانسمیٹر کو جوتے سے باہر نکال لیا۔ اور پھر جوتے کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے جوتے کی ایڑی کو بھی اکھاڑا۔ مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ اس نے اُسے بھی باہر پھینک دیا اور پھر ٹرانسمیٹر پر مزید غور کرنا شروع کر دیا۔

عمران کو یہ ٹرانسمیٹر بے حد پسند آیا تھا اور وہ اسے اپنے ساتھیوں کے جوتوں میں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ کافی دیر تک اس کی تکنیک اور بناوٹ کو دیکھنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کو جیب میں ڈال لیا۔

"مجھے تو تصور تک نہ تھا کہ اس جوتے میں ٹرانسمیٹر ہو سکتا ہے" ــــ ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں! ــــ عام طور پر یہ خیال نہیں آتا ــــ ویسے یہ جدید ترین ٹرانسمیٹر ہے۔

تمہاری نہ صرف تمام گفتگو انہوں نے سنی ہو گی بلکہ وہ تمہیں سکرین پر چیک بھی کرتے رہے ہوں گے" ــــ عمران نے کہا۔

"اوہ! ــــ تو اس کا مطلب ہے کہ انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں نے ایکسٹو اور آپ سے کیا باتیں کی ہیں" ــــ ٹائیگر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"سو فیصد معلوم ہو گیا ہو گا ــــ ویسے تمہارے اس کارنامے کی وجہ سے میرا پرنس راسکل والا ڈھونگ ختم ہو گیا ہے ــــ اور اب یہ طے شدہ بات ہے کہ یہ خفیہ اڈہ بھی راسکلز کنگ کا ہے" ــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر بھلا کیا جواب دیتا خاموش ہو رہا۔

"کار واپس موڑو اور مجھے دانش منزل اتار دو ــــ تم ہوٹل میں اپنی رہائش بدل لو اور میک اپ بھی" ـ ـ ـ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اور ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کار واپس موڑ دی۔

عمران کے چہرے پر گہری سوچ بچار کی لکیریں پوری طرح ابھری ہوئی تھیں وہ سوچ رہا تھا کہ راسکلز کنگ کی جڑیں اس کی توقع سے کہیں زیادہ ہی گہری معلوم ہو رہی ہیں اور اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ راسکلز کنگ کا مشن اس ملک میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ اب پرنس راسکل والے ڈھونگ کو یکسر ختم کر کے کسی نئی لائن پر کام کرنا چاہتا تھا تاکہ جلد از جلد راسکلز کنگ پر ہاتھ ڈال سکے۔

دانش منزل سے تھوڑی دور پہلے ہی عمران نے کار رکوائی اور پھر خود نیچے اتر گیا۔

"آج سے یہ کار تمہاری ہے۔ اس کے مکمل سسٹم کے متعلق کتابچہ ڈیش بورڈ میں موجود ہے ــــ مجھے یقین ہے کہ تمہاری پہلی کار سے یہ کار تمہیں زیادہ

پسند آئے گی" ——— عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب" ——— ٹائیگر کے چہرے پر مسکراہٹ کا آبشار بہنے لگا۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس قدر قیمتی اور اچھی کار اُسے مل جائے گی۔

"کوئی بات نہیں ——— اس کا بل میں تمہارے کھاتے میں ڈال دوں گا۔ جب قیمت پوری ہو جائے گی تب تنخواہ دوں گا ——— کیا سمجھے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔ اس کار کا بل اتارنے لگتا تو شاید ساری عمر ہی تنخواہ نہ ملتی۔

عمران تیزی سے دانش منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر جب وہ دروازے کے قریب پہنچا تو چونک پڑا۔ کیونکہ دروازے پر موجود ایک کیل اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ یہ اس بات کی مخصوص نشانی تھی کہ اس وقت دانش منزل کا خود کار حفاظتی نظام کام کر رہا ہے۔

عمران نے سر ہلایا اور پھر دروازے کی دہلیز میں لگے ہوئے ایک مخصوص بٹن کو پیر سے دبایا اور اس کے ساتھ ہی دروازے کی ذیلی کھڑکی خود بخود کھل گئی اور عمران اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان موجود خاصی بڑی میز کے پیچھے وہی نوجوان بیٹھا ہوا تھا جو ٹائیگر کو اغوا کر کے لے گیا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ میز کے اوپر ایک چھوٹا سا ڈبہ پڑا ہوا تھا جس کا سامنے کا رُخ نوجوان کی طرف تھا اور نوجوان کی طرف کا حصہ کسی سکرین کی طرح روشن تھا۔ نوجوان کی نظریں اس سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

سکرین پر ایک کار دکھائی دے رہی تھی جو خاصی تیز رفتاری سے سامنے کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی اور کار میں موجود تین افراد صاف نظر آ رہے تھے۔ جن میں سے ایک ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا اور باقی دو بیہوش پڑے ہوئے تھے جبکہ سکرین کے ایک کونے میں ایک اور منظر نظر آ رہا تھا۔ یہ کار کا پچھلا حصہ تھا اور ڈگی میں موجود ٹائیگر دکھائی دے رہا تھا۔

نوجوان غور سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا مگر اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ جیسے یہ سچویشن اس کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔ پھر اُسے کار پہاڑی کے سامنے رکتی نظر آئی اور ڈرائیونگ سیٹ پر موجود نوجوان کار سے اتر کر بھاگتا ہوا پہاڑی کی طرف بڑھا۔

دوسرے منظر میں نوجوان نے ٹائیگر کو کار سے نکال کر ایک چٹان کی اوٹ میں

چھپتے دیکھا اور پھر کار آگے بڑھ کر پہاڑی میں داخل ہوئی اور اس کے ساتھ ہی وہ سکرین پر سے غائب ہو گئی۔

کار کے پہاڑی میں داخل ہوتے ہی اس نے ٹائیگر کو چٹان کی آڑ سے نکل کر واپس جھیل کی طرف جاتے دیکھا۔ پھر جب وہ کیفے کے فون بوتھ میں داخل ہوا تو اس نے تیزی سے ڈبے کے کونے پر موجود ایک بٹن آن کر دیا۔ اب ڈبے میں سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی کو فون کرنے کے لئے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ نوجوان سکرین پر غور سے ان نمبروں کو دیکھتا رہا۔ پھر جب اس نے ٹائیگر کی گفتگو سنی تو وہ بری طرح چونک پڑا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔

ٹائیگر ٹیلیفون کر کے بوتھ سے باہر نکلا اور پھر سڑک پر آ گیا۔ اب وہ ایک کھمبے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

نوجوان کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے قریب پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا دیا۔

"یس سر — نمبر ٹو سپیکنگ" — دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"جمی اور اس کے ساتھی پہنچ گئے ہیں" — ؟ نوجوان نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"یس سر — وہ پہنچ گئے ہیں — صرف جمی ہوش میں ہے۔ باقی دونوں بیہوش ہیں — ان کا مشن ناکام رہا ہے" — نمبر ٹو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے — یہ تینوں ناکارہ آدمی ہیں — انہیں برقی بھٹی میں ڈلوا دو — میں ایسے آدمیوں کا وجود ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں

کر سکتا" — نوجوان نے انتہائی کرخت لہجے میں ان تینوں کی موت کا حکم صادر کرتے ہوئے کہا۔

"بب — بہتر جناب" — نمبر ٹو نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ شاید اس قدر ظالمانہ اقدام کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ زندہ افراد کو برقی بھٹی میں ڈال دیا جائے۔ مگر مجبور تھا۔

"اور سنو! — اڈے کو فوری طور پر کیموفلاج کر دو — یہ لوگ اس آدمی کو کار کی ڈگی میں ساتھ لے آئے ہیں — اور وہ جھیل پر موجود ہے" — نوجوان نے کہا۔

"اوہ! — تو پھر سر" — نمبر ٹو اور زیادہ بوکھلا گیا۔

"بوکھلانے کی ضرورت نہیں — میں چاہوں تو اس نوجوان کو جھیل پر ہی ختم کر سکتا ہوں — مگر اسے ایک آدمی کا انتظار ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ آدمی پہنچ جائے تو دونوں کو اکٹھا ہی ختم کر دوں — تم صرف اڈے کو کیموفلاج کر دو تاکہ وہ کسی طور پر بھی اڈے کو تلاش نہ کر سکیں" — نوجوان نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب" — نمبر ٹو نے جواب دیا۔

نوجوان نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ اس کی نظریں دوبارہ سکرین پر جم گئیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک کار کو ٹائیگر کے قریب رکتے دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر مسرت کی لہر ابھر آئی۔ وہ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود عمران کو پہچان گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران اب اڈے میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اس لئے وہ خاموشی سے بیٹھا سکرین پر دیکھتا رہا۔

ٹائیگر اور عمران کی گفتگو اس ڈبے سے صاف سنائی دے رہی تھی اور نوجوان

نے عمران کا ارادہ سن کر کہ وہ پہاڑی کی پچھلی طرف سے آنا چاہتا ہے سر ہلایا اور پھر تیزی سے اٹھ کر پچھلی دیوار پر موجود ایک الماری کے پٹ کھولے اور اس الماری کے نچلے خانے کو کھول کر اندر ہاتھ ڈال کر ایک خفیہ بٹن آن کر دیا اور پھر الماری بند کر کے وہ واپس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پہاڑی کے پچھلے حصے کی طرف ایک مخصوص سرنگ کا دہانہ کھول دیا تھا تاکہ وہ دونوں آسانی سے اس میں داخل ہو کر اس کے تابو چڑھ سکیں۔

مگر کرسی پر بیٹھتے ہی جیسے ہی نوجوان کی نظریں سکرین پر پڑیں وہ یوں کرسی پر سے اچھلا جیسے کرسی کے گدے میں اچانک سپرنگ نکل آئے ہوں۔ سکرین پر عمران کے ہاتھ میں ٹائیگر کا جوتا نظر آ رہا تھا اور عمران خنجر کی مدد سے ایڑی کو کھول رہا تھا۔

"اوہ! — یہ کم بخت کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہوشیار ہے — کاش میں عمران کے آنے سے پہلے ہی ٹائیگر کو ختم کر دیتا" — نوجوان نے انتہائی پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اسی لمحے ایک جھماکے سے سکرین تاریک ہو گئی اور نوجوان نے بے اختیار کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ اب ان دونوں کا ہاتھ آنا ناممکن ہو چکا تھا اور یہ خفیہ اڈہ بھی ان کی نظروں میں آ چکا تھا۔

نوجوان نے تیزی سے میز کی ایک دراز کھینچی اور اس میں سے ایک مخصوص وائرلیس ٹیلیفون سیٹ نکال کر میز پر رکھا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو سپیکنگ" — دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"ریڈ باس سپیکنگ" — نوجوان نے لہجے کو دانستہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

"یس باس" — دوسری طرف سے چیکو کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو مشن کا کیا ہوا چیکو" — ؟ نوجوان نے پوچھا۔

"جناب راجو مشن پر کام کر رہا ہے — ایوان صدر میں ایکسٹو پر حملہ ناکام ہو گیا تھا — اب راجو اس کے تعاقب میں ہے۔ وہ اس ملک کا سب سے خطرناک آدمی ہے جناب — وہ جب تک مشن مکمل نہ کر لے گا سانس نہیں لے گا اس لئے آپ بے فکر رہیں۔ کام ہو جائے گا" — چیکو نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا — جیسے ہی اس کی طرف سے رپورٹ ملے — مجھے کال کر دینا۔ اور سنو — مجھے ناکامی کی خبر نہیں چاہیئے — سمجھے" — نوجوان نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! — راجو آج تک کسی بھی کام میں ناکام نہیں ہوا" — چیکو نے جواب دیا۔

"اوکے — میں تمہاری کال کا انتظار کر رہا ہوں" — نوجوان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس کے اوپر والے خانے میں موجود ایک چھوٹا سا مگر جدید ترین ٹرانسمیٹر اٹھا کر میز پر رکھا اور اس پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ریڈ باس سپیکنگ — ریڈ باس سپیکنگ" — نوجوان نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یس کنگ سپیکنگ۔ اوور" — دوسری طرف سے ایک انتہائی کرخت آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے۔ اوور" ـــــــ ؟ نوجوان کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ کرخت ہوگیا۔

"باس! ـــ کام تیزی سے ہو رہا ہے ـــ ایٹمک ریسرچ لیبارٹری کا اندرونی تفصیلی نقشہ ہمیں موصول ہوگیا ہے اور میرا آدمی سائنسدان بھاجا سے تعلقات پیدا کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اوور" ـــــــ کنگ نے جواب دیا۔

"اوکے! ـــ تم ٹرمینس کے ذریعے وہ نقشہ مجھے بھجوا دو ـــ اس کے بعد میں تمہیں مزید ہدایات دونگا۔ اوور" ـــــــ نوجوان نے قدرے مطمئن لہجے میں کہا

"بہتر سر! ـــ مگر ایک اور بات سامنے آئی ہے ـــ ہوٹل شوبرا میں کوئی پرنس ڈاسکل نام کا بدمعاش قابض ہوگیا ہے ـــ انہوں نے ہمارے اڈوں پر بڑا اودھم مچا رکھا ہے ـــ کئی اڈوں کی طرف سے شکایات آئی ہیں ـــ اگر آپ اجازت دیں تو اسے سیٹ کیا جائے۔ اوور" ـــ کنگ نے کہا۔

"نہیں! ـــ اس سے کوئی رابطہ قائم نہ کیا جائے ـــ وہ پرنس ڈاسکل دراصل طراں ہے اور اس نے یہ سارا ڈھونگ تمہیں ٹریس کرنے کے لئے رچایا ہے تم اسے بالکل نظر انداز کر دو ـــ وہ جلد ہی تنگ آکر ہٹ جائے گا البتہ مخصوص لوگوں کے ذریعے ان کی مکمل نگرانی کراؤ تاکہ ان کی حرکات ہماری نظروں میں رہیں اوور" ـــــــ ریڈ باس نے کہا۔

"اوہ! ـ تو یہ بات ہے ـــ اسی لئے وہ ضرورت سے زیادہ فعال ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میں ان کی نگرانی شروع کرا دیتا ہوں۔ اوور" ـــــــ کنگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اوکے ـــ نقشہ مجھے فوراً بھجواؤ تاکہ اصل مشن پہ کام شروع ہو سکے۔ مجھے کچھ حالات بگڑتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ اوور" ـــ ریڈ باس نے کہا۔

"وہ کیسے جناب! اوور" ـــ ؟ کنگ نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ابھی تفصیل نہیں بتا سکتا ـــ بہرحال میں سب ٹھیک کر دونگا۔ تم اپنا کام کرو۔ اوور" ـــ ریڈ باس نے کرخت لہجے میں کہا

"اوکے سر! اوور" ـــ کنگ نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــ نوجوان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

پھر ٹرانسمیٹر اس نے دائیں طرف کی سمت میں موجود الماری میں رکھا اور پھر اسی الماری سے ایک سرخ رنگ کا نقاب نکال کر چہرے پہ چڑھا لیا اور تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



ملیک زیرو راجہ کے ریک اپ میں اس کی کار چلاتا ہوا تیزی سے سوزی بار کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔ جیکو کے متعلق اس نے فائل کو اچھی طرح دیکھ لیا تھا اس لئے وہ مطمئن تھا کہ جیکو سے بآسانی نپٹ لے گا۔

سوزی بار شہر کی شمالی سمت والی سڑک پہ تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو

سوزن بار کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کار بار کے سامنے روکی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے آیا۔

جیسے ہی بلیک زیرو نیچے اترا۔ ایک طرف سے ایک غنڈہ نما شخص تیر کی طرح اس کی طرف بڑھا۔

"راجو تم آ گئے ——— باس ابھی تمہارے متعلق پوچھ رہا تھا" ——— آنے والے نے قدرے تیز لہجے میں کہا۔

"کیوں پوچھ رہا تھا" ——— بلیک زیرو نے چونک پڑنے کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے پوچھے کیوں نا ——— وہ ریڈ باس کی کال آئی تھی ——— باس کو اسے رپورٹ دینی تھی ——— تم سناؤ" ——— آنے والے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں باس کو ہی سناؤں گا ——— آؤ میرے ساتھ ——— وہیں سن لینا" ——— بلیک زیرو نے بات گول کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں آؤ ——— باس تمہاری طرف سے بڑا بے چین ہے" ——— آنے والے نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر بجائے بار کے اندر داخل ہونے کے اس کے بائیں سمت جانے والی راہداری کی طرف مڑ گیا۔ بلیک زیرو خاموشی سے اس کے پیچھے چلتا گیا۔

کیفے کی سائیڈ سے ہوتے ہوئے وہ پچھلی سمت آئے تو آگے چلنے والے غنڈے نے ایک جگہ رک کر دیوار کے ایک مخصوص حصے کو تھپتھپایا۔ دوسرے لمحے وہاں دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ غنڈے نے دروازے پر تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔ بلیک زیرو حیرت بھرے انداز میں یہ سسٹم دیکھ رہا تھا۔ اور اس

کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ مقامی غنڈے بھی اب خاصے جدید ہو گئے ہیں۔

تیسری بار دستک مکمل ہوتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اب نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ تقریباً بیس سیڑھیوں کے بعد اسی قسم کا ایک دروازہ اور آیا اور یہاں بھی اسی طرح دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں داخل ہوئے۔ یہاں مشین گنوں سے مسلح دو آدمی کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

راہداری کے آخر میں لوہے کا ایک دروازہ تھا جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ وہ دونوں تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے کے قریب رک کر غنڈے نے پیر سے دہلیز کے کونے کو دبایا اور ساتھ ہی منہ اٹھا کر کہنے لگا۔

"باس ——— راجو آ گیا ہے ——— یہ جیسے ہی کار سے اترا میں اسے ہمراہ لے آیا ہوں"۔

"ٹھیک ہے ——— میں اس کا انتظار کر رہا ہوں" ——— دروازے کے اوپر لگی ہوئی جالی سے بھرائی ہوئی مگر کرخت آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا جلتا ہوا بلب بجھ گیا۔ اور پھر دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

"آؤ راجو" ——— غنڈے نے کہا اور پھر اس نے کمرے میں داخل ہونے کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ بلیک زیرو نے بھی اس کی پیروی کی۔ اور پھر ان کے اندر پہنچتے ہی ان کے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

کمرہ بالکل تاریک تھا حتیٰ کہ کسی کا ہیولا تک نظر نہ آ رہا تھا۔ دروازہ بند

ہوتے ہی ہلکی سی چٹ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں ملگجی سی دھندلی روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی اتنی نہ تھی کہ کوئی چیز واضح طور پر نظر آسکے۔ بس اتنا ضرور ہو گیا تھا کہ مکمل تاریکی کی بجائے وہاں موجود چیزیں ہیولوں کی صورت میں نظر آنے لگ گئی تھیں۔

کمرے کے درمیان میں ایک بڑی سی میز موجود تھی جس کے پیچھے کسی بھاری اور قدآور انسان کا ہیولا کرسی پر بیٹھا نظر آرہا تھا۔ میز کے سامنے دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میز پر رکھے ہوئے فون کے دو سیٹ بھی نظر آرہے تھے۔

"آؤ بیٹھو راجو ۔۔۔ اور تم بھی بیٹھو ٹیڈ" ۔۔۔ وہی بھرائی ہوئی مگر کرخت آواز دوبارہ سنائی دی۔ اور بلیک زیرو کرسی کی طرف بڑھتے ہوئے قدرے حیران رہ گیا۔ کیونکہ پہلی بار اس نے آواز پر غور کیا تھا۔ یہ جیکو کی آواز معلوم نہ ہو رہی تھی۔ جیکو سے وہ کئی بار ملا تھا۔ گو ہیولے کا قد و قامت جیکو جیسا تھا مگر آواز ۔۔۔ اور پھر اس نے سوچا کہ شاید جیکو آواز بدل کر بات کر رہا ہو۔

"سناؤ کیا رپورٹ ہے راجو ۔۔۔؟" جیکو نے قدرے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پرجوش لہجے میں پوچھا۔

"کامیابی ۔۔۔ میں نے نہ صرف ایکسٹو کو قتل کر دیا ہے بلکہ وہاں سے ایک ایسی فائل بھی لے آیا ہوں جو شاید اس ملک کے لئے سب سے اہم ہو" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔؟ کیا واقعی تم نے ایکسٹو کو ختم کر دیا ہے" ۔۔۔؟ جیکو کے لہجے میں اب جوش کے ساتھ ساتھ بے چینی اور حیرت کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔

"ہاں ۔۔۔ میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس عمارت میں پہنچ گیا جہاں وہ داخل ہوا تھا ۔۔۔ یہ ایک بہت بڑی اور عظیم الشان عمارت تھی۔ مگر ساری عمارت میں وہ اکیلا ہی تھا۔ چنانچہ میں دبے پاؤں اندر داخل ہوا اور جب وہ منہ سے نقاب اتار کر الماری میں رکھ رہا تھا تو میں نے اس کی کمر پر فائر کر دیا۔ میرا نشانہ ٹھیک لگا اور گولی اس کی پشت سے ہوتی ہوئی اس کے دل میں داخل ہو گئی۔ اور وہ منہ سے اُف تک نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ اس کی موت کے بعد میں نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوری عمارت کی تلاشی لی اور پھر ایک خفیہ الماری کا انکشاف ہوا۔ اس الماری کو جب میں نے کھولا تو اس میں سے ایک فائل ملی۔ جب میں نے اس فائل کو پڑھا تو میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا یہ انتہائی قیمتی فائل ہے۔ اس میں ایک ایسی لیبارٹری کے متعلق تفصیلی معلومات موجود ہیں۔ جس میں ایک جدید ترین مگر انتہائی خفیہ ایٹمی ہتھیار تیار کیا جا رہا ہے اور اس فائل میں اس ہتھیار کا فارمولا بھی موجود ہے۔ چنانچہ میں نے وہ فائل اٹھائی اور پھر اطمینان سے اس عمارت سے باہر آگیا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑے اطمینان بھرے انداز میں سب کچھ بتاتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے آواز اور لہجہ تو راجو کا ہی ہوگا۔

"تو کیا وہ فائل اب تمہارے پاس ہے" ۔۔۔؟ جیکو نے انتہائی پرجوش لہجے میں آگے کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے راجو کو احمق سمجھ رکھا ہے کہ میں اس قدر قیمتی فائل لے کر یہاں تمہارے پاس آجاتا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے تلخ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ تم فائل فروخت کرو گے" ۔۔۔ جیکو کے لہجے میں سختی آگئی۔

"تو اور کیا کروں گا ——؟ اسے شہد لگا کر چاٹوں گا" —— بلیک زیرو نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن جب تک فائل نہ دیکھی جائے اس کی قیمت کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے" —— چیکو نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے —— اور نہ ہی تم اس قابل ہو کہ اتنی قیمتی فائل خرید سکو۔ اس لئے اس موضوع کو چھوڑو اور باقی معاوضہ مجھے ادا کرو" —— بلیک زیرو نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"مگر اس بات کا یقین کیسے آئے گا کہ واقعی تم نے انکھٹو کو قتل کر دیا ہے"۔ چیکو نے کہا۔

"سنو چیکو! —— راجو سے گڑبڑ نہیں چل سکے گی اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ راجو کبھی غلط بات نہیں کہتا" —— بلیک زیرو نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور اسی لمحے چیکو نے اپنے ہاتھ کو اندھیرے میں ہلکی سی حرکت دی اور پھر کسی بٹن کے دبنے کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی اور روشنی ہوتے ہی بلیک زیرو حیرت کے مارے چونک پڑا کیونکہ میز کے پیچھے چیکو نہ تھا بلکہ چیکو کی قد و قامت کا ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا جس کی چھوٹی سنگ کیدنتوڑ نظریں بلیک زیرو پر جمی ہوئی تھیں۔

بلیک زیرو نے تیزی سے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ اس کا جسم کرسی سے چپک گیا تھا۔ کرسی کے ہتھوں پر موجود دونوں ہاتھ اب حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔

"ہوں تو تم راجو نہیں ہو —— بولو کون ہو تم" —— ؟ میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے

گوریلے نما آدمی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ ساتھ والی کرسی پر بیٹھا ہوا غنڈہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کے ہاتھ میں اب ایک ریوالور چمک رہا تھا۔

"یہ کیا بدمعاشی ہے —— ؟ چیکو کہاں ہے" —— ؟ بلیک زیرو نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"یہی تو سارا چکر ہے تمہیں چیک کرنے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا گیا تھا تاکہ کوئی غلط آدمی راجو بن کر ہمارے پاس نہ پہنچ جائے —— اگر تم اصلی راجو ہوتے تو میری آواز سنتے ہی پہچان جاتے کہ میں چیکو نہیں ہوں" —— گوریلے نے کرخت لہجے میں کہا۔

"میں سمجھا تھا کہ تم آواز بدل کر بات کر رہے ہو" —— بلیک زیرو نے بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بہرحال تم اتنے ہوشیار ہو کہ جیسے ہی تمہیں شبہ ہوتا —— تم تفصیل بتلانے سے پہلے اپنا شبہ دور کرتے۔ اس لئے یہ بات تو طے ہے کہ تم راجو نہیں ہو۔ اس لئے اب سیدھے طریقے سے بتا دو کہ تم کون ہو —— ؟ اور راجو کہاں ہے" ؟ گوریلے نے کرسی سے اٹھ کر میز کی سائیڈ سے گھوم کر بلیک زیرو کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"بتا تو دیا کہ میں راجو ہوں —— اور سنو! اگر تم میرا معاوضہ بچانے کے لئے یہ چکر کھیل رہے ہو تو کان کھول کر سن لو کہ راجو تم لوگوں کو پاتال تک نہ چھوڑے گا" —— بلیک زیرو نے بھی اس بار کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

مگر اسی لمحے لیڈر کا ہاتھ فضا میں لہرایا اور کمرے میں چٹاخ کی آواز گونجی۔

اور بلیک زیرو کا منہ پھر گیا۔ ٹیڈ کا تھپڑ پوری قوت سے اس کے گال پر پڑا تھا۔

"میں تمہاری کھال اتار دوں گا ـــ بتاؤ راجو کہاں ہے ـــ ؟ اور تم کون ہو" ـــ ؟ ٹیڈ نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو ٹیڈ! ـــ باس کو بلا لیں پھر اس کے سامنے ہی سب باتیں ہو جائیں تو بہتر ہے" ـــ گوریلے نے ٹیڈ کو روکتے ہوئے کہا جو دوسرا تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا رہا تھا اور پھر ٹیڈ نے ایک جھٹکے سے ہاتھ نیچے کر لیا۔

گوریلے نے میز پر پڑا ہوا ایک فون کا رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"بیکو جیکسن سپیکنگ" ـــ "باس! ایک شخص راجو بن کر یہاں آیا ہے اور اس وقت وہ میگنٹ کرسی سے بندھا ہوا ہے" ـــ رابطہ قائم ہوتے ہی گوریلے نے کہا۔ پھر وہ چند لمحے دوسری طرف سے آنے والی آواز سنتا رہا۔

"او کے باس" ـــ اس نے جواب دیا اور ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

"تم غلطی کر رہے ہو جیکسن! ـــ میں راجو ہوں ـــ اور یاد رکھو ٹیڈ! انہیں یہ تھپڑ انتہائی مہنگا پڑے گا" ـــ بلیک زیرو نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ! ـــ میں کوئی غلطی نہیں کر رہا ـــ باس آنے دو، پھر دیکھنا کہ تم کس طرح ریکارڈ کی طرح بج اٹھو گے۔ ـــ میں پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کر دینے کے لئے پورے ملک میں مشہور ہوں" ـــ جیکسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر کمرے میں ناگوار سی خاموشی پھیل گئی۔ ٹیڈ اور جیکسن اس کے

دائیں بائیں کھڑے ہوتے تھے۔ ان کی تیز نظریں بلیک زیرو پر جمی ہوئی تھیں۔

پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور بلیک زیرو کے سامنے والی دیوار کے کونے میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس میں سے جیکو برآمد ہوا۔ وہ قد و قامت میں جیکسن سے ملتا جلتا تھا۔ مگر چہرے میں بڑا فرق تھا۔

"ہوں! ـــ تو ہماری ترکیب کامیاب رہی ورنہ ہم اسے راجو ہی سمجھتے رہتے"۔ جیکو نے تیز نظروں سے بلیک زیرو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب بکواس ہے جیکو! ـــ میں راجو ہی ہوں ـــ مجھے شبہ تو ہوا تھا مگر میں سمجھا کہ تم کسی وجہ سے آواز بدل کر بات کر رہے ہو" ـــ بلیک زیرو نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے کام کا کتنا معاوضہ طے ہوا تھا" ـــ ؟ جیکو نے بلیک زیرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ایک لاکھ روپیہ! ـــ جس میں سے تم نے پچاس ہزار روپے پیشگی ادا کئے تھے اور پچاس ہزار بعد میں دینے تھے" ـــ بلیک زیرو نے بغیر کسی جھجک کے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں! ـــ اور یہ پچاس ہزار روپے تمہیں کہاں ادا کئے گئے تھے" ـــ ؟ جیکو کا لہجہ اس بار قدرے الجھا ہوا تھا۔

"یہیں ـــ اسی کمرے میں" ـــ بلیک زیرو نے انداز سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب! ـــ اور اب بھی تم یہی کہو گے کہ تم راجو ہو ـــ سنو مسٹر! راجو نے آج تک یہ کمرہ نہیں دیکھا۔ اس لئے اب سیدھی طرح بتا دو کہ تم کون

ہو" ——— ؟ جیکو نے مذاق اڑانے والے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں! ——— میں راجو ہوں ——— مجھے چکر دینے کی کوشش مت کرو۔ مجھے باقی معاوضہ دو ——— میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ بھلا دوں گا" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ٹیڈ! ——— میک اپ صاف کرنے والا محلول لے کر آؤ ——— میں چیک کرنا چاہتا ہوں" ——— جیکو نے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا اور ٹیڈ تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جدھر سے جیکو اندر داخل ہوا تھا۔

بلیک زیرو سمجھ گیا کہ اس نے جیکو کو چکر دے دیا ہے۔ مگر اب وہ پریشان تھا کہ میک اپ صاف ہوتے ہی اس کی پوزیشن خراب ہو جائے گی اس نے جلدی میں بس عارضی میک اپ کیا تھا۔ اب اسے کیا معلوم تھا کہ یہاں ایسے حالات پیش آئیں گے ورنہ وہ ایسا میک اپ کرتا جو ایمونیا سے صاف نہ ہو سکتا۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ٹیڈ اچھل کر اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

جیکو اور جیکسن نے چونک کر دیکھا مگر دوسرے لمحے وہ حیرت سے بت بن گئے جب انہوں نے کمرے میں چار افراد کو ہاتھوں میں ریوالور پکڑے داخل ہوتے دیکھا۔ وہ چاروں اپنے لباس، چہرے اور چال سے چھٹے ہوئے غنڈے معلوم ہو رہے تھے۔

"کون ہو تم" ——— ؟ جیکو نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے کمرے میں ایک زوردار دھماکہ ہوا اور آگے آنے والے غنڈے

کے ریوالور کی نال پر شعلہ سا لپکا اور گولی جیکو کے کان کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔

"ہاتھ جیب سے دور رکھو جیکو! ——— ورنہ دوسری بار گولی ٹھیک تمہارے دل پر لگے گی ——— میرا نام پرنس راسکل ہے ——— میں نے تمہیں پیغام بھیجا تھا۔ مگر تم نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اس لئے مجھے خود آنا پڑا" ——— اس غنڈے نے بگڑے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ مگر بلیک زیرو پہچان گیا کہ وہ صفدر تھا۔ اور اب وہ ٹیم کے باقی ممبران کو بھی پہچان گیا تھا۔

"ہوں! ——— پرنس راسکل! ——— تم نے جیکو کو کوئی چھوٹی مچھلی سمجھ رکھا ہے کہ یوں دندناتے ہوئے آگئے ہو" ——— جیکو نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا تو یہ دم خم ہیں" ——— صفدر نے استہزائیہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیزی سے جیکو کی طرف قدم بڑھانے شروع کر دیئے۔

مگر جیسے ہی صفدر آگے بڑھا۔ اس کے قریب موجود جیکسن نے تیزی سے اس کے پیروں میں ٹانگ اڑا دی اور صفدر کے لڑکھڑاتے ہی وہ تیزی سے اچھلا اور اس نے صفدر کو اس کے ساتھیوں کی طرف اچھال دیا۔

اسی لمحے ٹیڈ نے بھی اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور وہ صدیقی اور چوہان پر جا پڑا جب کہ جیکو نے بھی جمپ لگایا اور اس نے تنویر کو زوردار دھکا دے کر نیچے گرا دیا۔ ادھر جیکسن نے صفدر کو اچھال کر کیپٹن شکیل پر پھینک دیا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑے تھے۔

بلیک زیرو کرسی پر جکڑا ہوا بیٹھا تھا جب کہ کمرے میں ٹیڈ، جیکسن، جیکو اور ٹیم کے پانچ ممبروں کے درمیان خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔

اچانک دھکا لگنے سے ریوالور ٹیم کے ممبروں کے ہاتھوں سے نکل چکے تھے

اس لئے اب دست بدست جنگ جاری تھی۔ چیکو۔ جیکسن اور ٹیڈ بڑے ماہرانہ انداز میں لڑ رہے تھے۔

جیکسن اور صفدر آپس میں بھڑے ہوئے تھے۔ صفدر نے اچانک جیکسن کو اٹھا کر پوری قوت سے میز پر پھینکا اور پھر خود بھی اس پر چھلانگ لگا دی اور وہ دونوں میز کی دوسری جانب جا گرے۔

ٹیڈ صدیقی اور چوہان سے بیک وقت لڑ رہا تھا جب کہ چیکو اور کیپٹن شکیل کے درمیان زوردار جنگ جاری تھی۔

پھر اچانک کیپٹن شکیل کا داؤ چل گیا اور چیکو ہوا میں اڑتا ہوا پوری قوت سے کمرے کی دیوار سے ٹکرایا اور پھر سے فرش پر آ گرا۔ اور وہ بری طرح تڑپنے لگا۔ اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا تھا اس لئے شاید اس کے ہوش و حواس اس کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔

اسی لمحے میز کی دوسری طرف سے ہڈی چٹخنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی جیکسن کے حلق سے نکلی ہوئی تیز چیخ سنائی دی اور دوسرے لمحے صفدر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

چند لمحوں بعد ٹیڈ کا بھی فیصلہ ہو گیا۔ صدیقی اور چوہان نے سنبھلتے ہی اسے گیند کی طرح اچھالنا شروع کر دیا تھا اور پھر وہ بھی کراہتا ہوا فرش پر گرا اور پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔

کمرے میں ایک بار پھر ناگواری خاموشی چھا گئی۔ صفدر میز کے پیچھے سے نکل کر بلیک زیرو کی طرف بڑھا جو اس ساری جنگ کے دوران کرسی سے چپکا ہوا بیٹھا رہا تھا۔ صفدر بڑی عجیب سی نظروں سے بلیک زیرو کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کون ہو" ؟ صفدر نے بگڑے ہوئے لہجے میں بلیک زیرو سے سوال

کیا۔ اب بھلا اسے کیا معلوم تھا کہ وہ اس ایکسٹو سے بات کر رہا ہے جس سے بات کرتے وقت ان کی زبانیں لڑکھڑا جاتی تھیں۔

"میرا نام راجو ہے ——— چیکو نے مجھے اس کرسی سے چپکا رکھا ہے"

بلیک زیرو نے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ صفدر کوئی اور سوال کرتا۔ چیکو کے جسم میں حرکت ہوئی اور پھر وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تمہارے دونوں ساتھی ختم ہو چکے ہیں چیکو! ——— اب بولو ییسٹر کے پیغام کے جواب میں کیا کہتے ہو" ——— ؟ صفدر نے آگے بڑھ کر چیکو کا گریبان پکڑ کر اسے جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"ہم ——— مجھے منظور ہے ——— رقم پہنچ جائے گی" ——— چیکو نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔

"ویری گڈ! ——— اب آئے ہو نا سیدھی راہ پر ——— رقم رات تک شوبرا ہوٹل پہنچ جانی چاہیئے ورنہ یاد رکھنا، دوسری بار تمہاری گردن توڑنے میں دیر نہیں لگے گی" ——— صفدر نے اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"آؤ ساتھیو چلیں! ——— کوشش کرنا چیکو کہ ہمیں دوبارہ نہ آنا پڑے" ——— صفدر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو ——— رقم پہنچ جائے گی" ——— چیکو نے جواب دیا اور صفدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"سنو پلیز! ——— میری بات سنو" ——— اچانک بلیک زیرو نے کہا اور صفدر ایک جھٹکے سے رک گیا۔

"کیا بات ہے" ——؟ صفدر نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں جواب دیتے
وتے کہا۔
"مجھے چیکو کی گرفت سے رہائی دلاؤ —— یہ خواہ مخواہ مجھ پر ظلم کر رہا ہے" ——
یک زیرو نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا۔
"یں کسی کے کاروباری معاملات میں دخل نہیں دیا کرتا —— تم جانو اور چیکو
نے" —— صفدر نے بگڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور واپس دروازے
طرف مڑ گیا۔
"سنو! —— میں نے ایکسٹو کو قتل کر دیا ہے" —— اچانک بلیک زیرو نے
ا۔
اور صفدر یوں تیزی سے مڑا جیسے اس کے جسم کو بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ یہی حال
ٹیم کے ممبروں کا بھی ہوا۔
"کیا کہہ رہے ہو" ——؟ صفدر نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔
"میں سچ کہہ رہا ہوں" —— بلیک زیرو نے جواب دیا۔ وہ دل ہی دل میں
چویشن پر ہنس دیا۔
"کون ایکسٹو" ——؟ صفدر نے سنبھلتے ہوئے کہا۔
"سنو پرنس! —— یہ تمہارا کام نہیں ہے کہ تم ہمارے کاموں میں مداخلت کرو
لئے تم جا سکتے ہو —— تمہاری رقم تمہیں پہنچ جائے گی" —— چیکو نے
ت کرتے ہوئے کہا۔
"ٹھہرو! —— مجھے یہ معاملہ پُراسرار لگتا ہے —— تم اپنی زبان بند رکھو" ——
رنے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔
"یکسٹو یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف ہے —— چیکو نے مجھے اس کے

قتل کا مشن سونپا تھا —— میں نے اسے قتل کر دیا۔ مگر اب یہ چیکو بے ایمانی پر اُتر
آیا ہے اور اس نے دھوکہ دے کر مجھے میگنٹ کرسی سے باندھ رکھا ہے" ——
بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"تم ایکسٹو کو جانتے ہو" ——؟ صفدر نے پُرجوش لہجے میں پوچھا۔
"آج ایوانِ صدر میں میٹنگ تھی —— ایکسٹو نقاب لگا کے اس میں شریک
ہوا۔ وہاں سے میں نے اس کی کار کا تعاقب کیا —— وہ ایک بڑی عمارت میں
داخل ہوا —— وہاں میں نے اُسے مار ڈالا اور عمارت کی تلاشی کے دوران مجھے
ایک اہم فائل مل گئی" —— بلیک زیرو نے اپنے ہی قتل کی روداد سناتے
ہوئے کہا۔
"وہ فائل کہاں ہے" ——؟ صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"میں نے ایک محفوظ جگہ پر رکھی ہوئی ہے —— میں کسی پارٹی سے سودا کرنا
چاہتا ہوں —— اگر تم سودا کرا دو تو تمہیں کمیشن دوں گا" —— بلیک زیرو نے
صفدر سے کہا۔
صفدر کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ اسے راجو کی بات کا یقین تو نہ آ رہا تھا مگر
اس دنیا میں سب کچھ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور
دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ریوالور چمکنے لگا۔
"اگر یہ بات ہے تو تم سے سودا ہو سکتا ہے" —— صفدر نے ریوالور کا رخ
بلیک زیرو کی طرف کرتے ہوئے کہا۔
بلیک زیرو کی نظروں میں الجھن کے تاثرات ابھرے مگر دوسرے لمحے وہ
چونک پڑا کیونکہ اس نے صفدر کے ریوالور کا رخ چیکو کی طرف گھومتے دیکھا
اور دوسرے لمحے ایک دھماکہ ہوا اور چیکو کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ

اچھل کر پیچھے دیوار سے جا لگا۔ گولی ٹھیک اس کے دل پر لگی تھی۔ چیکو ایک ہی گولی میں ختم ہو چکا تھا۔

"تم نے اسے کیوں ختم کر دیا" ۔۔۔ اچانک کیپٹن شکیل نے صفدر سے پوچھا۔

"میں راجو کی بات کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں اور میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ چیکو میری بات سُنے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے میز پر پڑے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

بلیک زیرو خاموش بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے اب وہ کچھ کہہ بھی نہ سکتا تھا۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی اور بلیک زیرو نے صفدر کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھرتے صاف دیکھے۔

"میں پرنس راسکل بول رہا ہوں ۔۔۔ اس وقت میں چیکو کے اڈے سونری بار میں موجود ہوں ۔۔۔ یہاں ایک مقامی غنڈہ راجو بیٹھا ہوا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ اس نے ایکسٹو کو قتل کر دیا ہے اور وہاں سے ایک فائل بھی اُڑا لی ہے ۔۔۔ میں نے سوچا کہ تصدیق کر لوں" ۔۔۔ صفدر نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ ایسا کرو کہ تم اسے دانش منزل پہنچا دو ۔۔۔ میں خود اس سے نمٹ لونگا" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی صفدر نے رسیور رکھ دیا۔

بلیک زیرو مطمئن ہو گیا کہ اب صفدر اُسے کرسی سے آزاد کر کے ساتھ لے

جائیگا۔ مگر دوسرا لمحہ بلیک زیرو پر بھاری ثابت ہوا۔ کیونکہ صفدر نے اچانک اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس کا مکہ پوری قوت سے بلیک زیرو کی کنپٹی پر پڑا اور بلیک زیرو کے منہ سے اوہ کی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کے دماغ پر اندھیرا چھاتا چلا گیا۔

اب بلیک زیرو کو کیا معلوم تھا کہ صفدر اُسے بیہوش کر کے دانش منزل پہنچانا چاہتا تھا اور اُسے ایسا کرنا بھی چاہیئے تھا۔ ظاہر ہے صفدر کو کیا معلوم کہ وہ راجو کے روپ میں خود ایکسٹو کے ساتھ یہ حرکت کر رہا ہے۔



ریڈ باس سرخ رنگ کا نقاب پہنے اپنے کمرے سے باہر نکلا اور پھر ایک راہداری سے گزر کر وہ ایک کافی بڑے ہال میں آگیا۔ اس ہال میں چاروں طرف بڑی بڑی مشینیں نصب تھیں جن کے سامنے زرد رنگ کے نقاب اور زرد رنگ کی یونیفارم پہنے ہوئے مکینک بڑی مستعدی اور چابکدستی سے ان مشینوں کو ہینڈل کرنے میں مصروف تھے۔

ہال کے شمالی کونے میں ایک بڑی میز کے پیچھے ایک سفید نقاب پہنے ہوئے نوجوان بیٹھا تھا۔

جیسے ہی ریڈ باس ہال میں داخل ہوا۔ سفید نقاب والا تیزی سے اٹھ کر

کھڑا ہوگیا۔

"کیا رپورٹ ہے وائٹ مین" ——— ؟ ریڈ باس نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"سب کچھ اوکے ہے جناب! ——— کام تسلی بخش طور پر ہو رہا ہے"۔ وائٹ مین نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! ——— آؤ میرے ساتھ" ——— ریڈ باس نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر مشرق کی طرف موجود دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وائٹ مین اس کے پیچھے تھا۔ یہ دروازہ سٹیل کا بنا ہوا تھا اور اس پر بجلی کی لہریں دائیں بائیں مسلسل چمک رہی تھیں۔

ریڈ باس نے دروازے کے قریب جا کر اپنا دایاں ہاتھ اوپر اٹھایا، ہتھیلی کھول کر انگلیوں کو مخصوص انداز میں دروازے کی طرف ذرا سا جھکایا اور پھر انگوٹھے کو گھڑی کے پنڈولم کی طرح دائیں بائیں مسلسل حرکت دینی شروع کر دی۔ تقریباً دس بار مسلسل حرکت دینے کے بعد اس نے انگوٹھے کو گول دائرے کی صورت میں تین بار گھمایا اور اس کے ساتھ ہی دروازے پر چمکنے والی لہریں یکدم کوند کر غائب ہوگئیں۔ اب وہ عام سا دروازہ معلوم ہو رہا تھا۔

ریڈ باس نے دروازے کی دہلیز پر پیر رکھ کر اُسے مخصوص انداز میں دوبارہ دبایا تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ دروازے کی دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ریڈ باس نے دروازے کو عبور کیا اور وائٹ مین بھی دروازے میں داخل ہوگیا۔

اب ریڈ باس اور وائٹ مین اس چھوٹے کمرے میں کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے داخل ہوتے ہی سٹیل والا دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ ریڈ باس نے دروازہ بند ہوتے ہی ایک دیوار پر لگے ہوئے بہت سے بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا تو کمرہ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔

تقریباً دو منٹ تک نیچے اترنے کے بعد کمرہ رک گیا اور اس کے ساتھ ہی شمالی سمت میں ایک دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ وہ دونوں اس دروازے سے گزر کر ایک راہداری میں آئے۔ اس مختصر سی راہداری کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا۔ اس دروازے پر بھی اسی طرح بجلی کی لہریں چمک رہی تھیں۔ ریڈ باس نے وہی پہلے والا عمل دوبارہ دوہرایا تو یہ دروازہ کھلتا چلا گیا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس کے عین درمیان میں ایک دیوہیکل مشین موجود تھی۔ اس مشین کے ساتھ ایک کافی بڑا شیشے جیسا کمرہ منسلک تھا۔ اس کمرے کے اندر ہلکے نیلے رنگ کا ستون آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ مشین کے گرد بارہ سے زیادہ افراد موجود تھے اور مشین بڑی تیزی سے کام کر رہی تھی۔

ریڈ باس اور وائٹ مین کو دیکھتے ہی ایک آدمی تیزی سے ان کی طرف بڑھا اس کے سر کے بال بالکل سفید تھے، مگر چہرہ جوانوں جیسا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے پروفیسر" ——— ؟ ریڈ باس نے پوچھا۔

"توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے باس! ——— ہم نے کافی مقدار میں ایکو اکٹھا کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب اس پہاڑی میں مزید ایکو موجود نہیں ہے"۔ پروفیسر نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے خیال میں اس پہاڑی کے ارد گرد کی زمین میں ایکو موجود ہو سکتا ہے" ——— ؟ ریڈ باس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے تجزیہ کیا ہے جناب! ——— مگر کہیں ایسے آثار نہیں ملے" ——— پروفیسر نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے" ——— ؟ ریڈ باس نے پوچھا

"جیسے آپ حکم کریں ——— ویسے اتنا ایکو ہمارے ملک کے لیے سینکڑوں سال

کے لئے کافی ہے" ـــــ پروفیسر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر ہمیں فوری طور پر سائنسدان ہباجا کا تیار کردہ وہ فارمولا چاہیئے جس کو کام میں لاکر ہم اس ایکو کو اس ملک سے نکال لے جائیں" ـــــ ریڈ باس نے کہا۔

"اس فارمولے کے ساتھ ساتھ یہاں کی ایٹمک ریسرچ لیبارٹری میں موجود زیرو ایکس مقراطی کو بھی تباہ کرنا ہوگا۔ اس کی موجودگی میں ایکو ملک سے باہر نہیں جا سکتا" ـــــ پروفیسر نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے ـــــ اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب پوری لیبارٹری ہی اڑا دی جائے" ـــــ ریڈ باس نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے" ـــــ پروفیسر نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"او کے ! ـــــ آپ ایکو کو باہر لے جانے کے لئے فائنل تیاریاں شروع کر دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے اندر ہباجا کا فارمولا بھی آپ کے پاس پہنچ جائے گا ـــــ اور لیبارٹری بھی تباہ ہو جائے گی" ـــــ ریڈ باس نے کہا۔

"صرف ایک ہفتے میں" ـــــ پروفیسر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں پروفیسر ! ـــــ ریڈ باس اسی طرح کام کرتا ہے ـــــ میں اب تک صرف اس لئے ڈھیل دیتا رہا ہوں کہ شاید یہاں سے اور ایکو مل جائے ـــــ مگر اب جب کہ اور ایکو یہاں موجود نہیں ہے تو ہمیں فوری طور پر مشن کا آخری حصہ مکمل کر لینا چاہیئے" ـــــ ریڈ باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ میں ایک ہفتے میں تیاریاں مکمل کر لونگا ـــــ بس فارمولا ملتے ہی میں ایکو کی پیکنگ شروع کر دونگا" ـــــ پروفیسر نے جواب دیا۔

"او کے" ـــــ ریڈ باس نے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس ہال میں پہنچ گئے جہاں سے وائٹ مین روانہ ہوا تھا۔

جیسے ہی وہ ہال میں پہنچے۔ ایک مشین کے پیچھے بیٹھے ہوئے آپریٹر نے ہاتھ اٹھا کر انہیں اشارہ کیا اور وہ دونوں تیزی سے اس کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"سر ! ـــــ ٹرین کے ذریعے یہ نقشہ موصول ہوا ہے" ـــــ آپریٹر نے مشین کے ایک خانے سے فلم کا ایک چھوٹا سا رول نکالتے ہوئے کہا۔

ریڈ باس نے وہ فلم آپریٹر سے لی اور سر ہلاتا ہوا تیزی سے ہال سے باہر آ گیا۔ وہاں سے وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ پھر تیزی سے دیوار کے ساتھ نصب ایک جدید ترین پروجیکٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے فلم کو پروجیکٹر پر فٹ کیا اور پھر پروجیکٹر آن کر دیا۔

پروجیکٹر آن ہوتے ہی کمرہ تاریک ہو گیا اور سامنے دیوار پر چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ چند لمحوں تک سکرین پر ٹیڑھی میڑھی لکیریں بنتی اور مٹتی رہیں پھر سکرین پر ایک نقشہ ابھر آیا۔ پروجیکٹر کے قریب موجود ریڈ باس نے پھرتی سے پروجیکٹر کا ایک بٹن دبا دیا اور پھر غور سے نقشے کو دیکھنے لگا۔

یہ نقشہ ایٹمک لیبارٹری کا تھا اور پوری تفصیل سے بنایا گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ اس نقشے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک اور بٹن دبایا تو نقشہ سکرین سے غائب ہو گیا اب وہاں ایک اور نقشہ ابھر آیا جو پہلے سے کافی مختلف تھا۔ ریڈ باس نے بٹن دبا کر اس نقشے کو روکا اور پھر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

کافی دیر تک نقشہ دیکھنے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لی اور پروجیکٹر آف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ روشن ہو گیا۔ پروجیکٹر سے فلم نکال کر ریڈ باس نے اپنی جیب میں ڈالی اور الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے الماری کھولی اور ٹرانسمیٹر نکال

کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو! ریڈ باس سپیکنگ ——— ریڈ باس سپیکنگ اوور" ——— ریڈ باس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یس کنگ سپیکنگ اوور" ——— دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"راسکلز کنگ! ——— آپریشن کا وقت آن پہنچا ہے ——— نقشہ مجھے مل گیا ہم نے ایک ہفتے کے اندر تمام کام نپٹانا ہے ——— سپلائی گینگ کو تیار کر لو۔ سائنسدان بھابھا کو فوری طور پر اغوا کر کے اس سے فارمولا حاصل کرنا ہے ——— اٹمک ریسرچ لیبارٹری کو تباہ کرنا ہے اوور" ——— ریڈ باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب! ——— آپ تفصیلی ہدایات دیدیں ——— میں کام شروع کر دیتا ہوں۔ اوور" ——— راسکلز کنگ نے پرجوش لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

"تم سپلائی گینگ کے ساتھ ساتھ جس قدر جلد ممکن ہو سکے سائنسدان بھابھا کو اغوا کر کے زیرو پوائنٹ پر بھجوا دو ——— میں اس سے فارمولا حاصل کرنے کے بعد لیبارٹری کی تباہی کا پروگرام بناؤں گا۔ اوور؟" ——— ریڈ باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب! ——— سائنسدان بھابھا اغوا ہو کر زیرو پوائنٹ پہنچ جائے گا اور سپلائی گینگ کے لئے میں تمام ممبرز کو الرٹ کر دیتا ہوں کہ وہ اپنے آدمی تیار کر لیں۔ اوور" ——— راسکلز کنگ نے جواب دیا۔

"اوکے! ——— میں سائنسدان بھابھا کا انتظار کروں گا ——— مگر سنو! اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے ورنہ تمام مشن فیل ہو جائے گا۔ اوور" ——— ریڈ باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ——— راسکلز کنگ کچے کام نہیں کرتا۔ اوور" ——— راسکلز کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ——— ریڈ باس نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس کا بٹن دبا دیا۔

"یس ——— نمبر ٹو سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"نمبر ٹو! ——— کنگ ایک آدمی کو جب بھی یہاں بھیجے۔ اسے وصول کر کے فوری بریَن روم میں بھجوا کر مجھے اطلاع دینا" ——— ریڈ باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر باس" ——— دوسری طرف سے نمبر ٹو نے جواب دیا۔

اور پھر ریڈ باس نے بٹن آف کر کے ایک اور بٹن دبا دیا۔

"یس وائٹ مین سپیکنگ" ——— فوراً ہی دوسری طرف سے وائٹ مین کی آواز سنائی دی۔

"وائٹ مین! ——— نمبر ٹو پروفیسر بھابھا کو وصول کر کے بریَن روم میں بھجوا دے گا اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے بریَن چیکنگ مشین چیک کر لو ——— اسے بالکل درست حالت میں ہونا چاہیئے" ——— ریڈ باس نے کہا۔

"بہتر جناب" ——— وائٹ مین نے جواب دیا۔

"اور جیسے ہی پروفیسر بھابھا بریَن روم میں پہنچے تم پروفیسر شنکام کو بھی بریَن روم بلا لینا ——— میں اس کی موجودگی میں پروفیسر بھابھا سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ اگر کوئی مزید بات پوچھنی ہو تو وہ اسی وقت پوچھ لے" ——— ریڈ باس نے کہا۔

"بہتر ہے" ——— وائٹ مین نے جواب دیا اور ریڈ باس نے انٹرکام کا رسیور رکھ کر مطمئن انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

عمران دانش منزل میں داخل ہوتے ہی سیدھا مخصوص کمرے میں آیا او
لمحے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ دیوار پر لگے ہوئے مختلف رنگوں کے بلبوں میں سے ایک
بلب مسلسل جل بجھ رہا تھا۔ یہ بلب اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ چکروار تہہ خا
میں کوئی شخص موجود ہے۔

عمران نے تیزی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبایا تو سامنے دیوار پر نص
چھوٹی سی سکرین روشن ہوگئی۔ اور سکرین پر کمرے کا منظر ابھر آیا۔ جس میں راجو
سے پشت لگائے خاموش بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ عمران غور سے
دیکھتا رہا۔ پھر وہ تیزی سے اٹھا اور تقریباً بھاگتا ہوا ملحقہ لائبریری میں گھس گیا۔
نے ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک ضخیم فائل اٹھائی اور اسے لیکر واپس
کمرے میں آگیا۔ فائل میز پر رکھ کر اسے کھولا اور تیزی سے اس کے ورق الٹنے
تھوڑی دیر بعد اس کی نظریں ایک صفحے پر جم گئیں۔ اس صفحے پر ایک فوٹو چسپاں
فوٹو راجو کا تھا۔

عمران فوٹو کے نیچے لکھی ہوئی تفصیل کو پڑھنے لگا۔ اور پھر اس نے ایک طویل

لیتے ہوئے فائل بند کر دی۔

اب اس کی نظریں ایک بار پھر سکرین پر جم گئیں۔ اسی لمحے راجو نے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا سگریٹ لائٹر نکال لیا۔ اس نے سگریٹ لائٹر کی پشت پر انگوٹھا رکھ کر زور سے دبایا۔ اسی لمحے عمران نے میز کے کنارے پر ایک اور بٹن دبا دیا۔ اب راجو کے سانس لینے کی آواز کمرے میں سنائی دینے لگی۔

راجو کا سگریٹ لائٹر اب درمیان میں سے دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ پھر راجو نے لائٹر کے کھلے حصے سے منہ لگایا اور اس کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

"ہیلو شارک سپیکنگ اوور" ___ راجو بار بار یہی فقرہ دہرا رہا تھا۔

"یس وائٹ سپیکنگ۔ اوور" ___ دوسری طرف سے ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے۔ اوور" ___؟ راجو نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"باس!___ اب معاملات فائنل ہونے کے قریب ہیں ___ ایٹمک لیبارٹری کا نقشہ یہاں پہنچ چکا ہے ___ ریڈ باس نے پروفیسر بھابھا کے اغوا کا حکم دے دیا ہے اور پروفیسر بھابھا جیسے ہی یہاں پہنچے گا ریڈ باس برین چیکنگ مشین کے ذریعے اس سے فارمولا حاصل کر کے پروفیسر شنکر کو دے دیگا اور پروفیسر شنکر اس فارمولے کی مدد سے ایکو کر چھوٹے ڈبوں میں پیک کر دے گا ___ ایکو کو باہر سمگل کرنے کے لیے راسکلز کنگ تمام اڈوں کے آدمیوں کو تیار کر چکا ہوگا ___ مال زیرو پوائنٹ سے ان اڈوں پر پہنچ جائے گا اور پھر وہاں سے ریڈ باس کے ملک سمگل ہو جائے گا۔ اس دوران ریڈ باس ایٹمک ریسرچ لیبارٹری کو تباہ کر دے گا جس میں زیرو الیکس تھرٹی مشین موجود ہے جو ایکو کی نشاندہی کر سکتی ہے ___ اس طرح ریڈ باس کا مشن مکمل ہو جائے گا جس پر وہ گزشتہ چار سال سے کام کر رہا ہے ___ آخری ڈرامے کے لئے

ریڈ باس نے ایک ہفتے کا وقت مقرر کیا ہے۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ! ـــ اس کا مطلب ہے کہ اختتامی کھیل کے لئے سٹیج تیار ہو چکا ہے اوور" ـــ راجو نے پرجوش لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا سنو وائٹ! ـــ جب مال سپلائی کے لئے تیار ہو جائے تو تم مجھے اطلاع کر دینا ـــ میں اسے راسکلز گنگ کے اڈوں پر پہنچنے سے پہلے ہی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اوور" ـــــ راجو نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ـــ میں اطلاع کر دونگا ـــ مگر یہ مال ہم رکھیں گے کہاں؟ کیونکہ اس کی سپلائی یکدم تو نہیں ہو سکتی۔ اوور" ـــ وائٹ نے جواب دیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو ـــ میں نے اس کے لئے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی ہے جہاں سالوں اسے اطمینان سے رکھا جا سکتا ہے۔ اوور" ـــ راجو نے جواب دیا۔

"او۔کے باس! ـــ مگر جگہ بھی مجھے معلوم تو ہو کیونکہ اس موقع پر ہماری ذرا سی غفلت سے سارا کھیل بگڑ سکتا ہے ـــ اگر یہاں کی حکومت کو ایکو کے متعلق بھنک بھی مل گئی تو ایک طوفان آ جائے گا۔ اوور" ـــــ وائٹ نے جھجکتے ہوئے پوچھا

"اوہو! ـــ تمہارا وہم دور نہیں ہوگا ـــ سنو وائٹ! ـــ میں نے یہاں کی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کو گودام کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس وقت میں وہیں سے بول رہا ہوں ـــ اس ملک میں ہر جگہ کی چیکنگ ہو سکتی ہے مگر سوائے اس جگہ کے۔ اوور" ـــــ راجو نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــ مگر سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر تو ـــــ اوور" ـــ وائٹ بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔

"میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو ـــ اس کا بندوبست کر دیا ہے۔ مجھے معلومات

مل گئی ہیں کہ عمارت میں سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو اکیلا رہتا ہے۔ چنانچہ میں ایک مقامی قاتل کے روپ میں اندر داخل ہوا۔ چیف نے اپنی طرف سے مجھے قید کر کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا ہے مگر میں نے اسے چیکو اور اس کے اڈے کے متعلق بتا دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چیف میری باتوں کو چیک کرنے کے لئے چیکو کے اڈے پر جائے گا اور وہاں چیکو اسے گرفتار کر لے گا ـــــ میں نے اس بات کا بندوبست کر دیا ہے کہ اگر سیٹ اپ میں کوئی وہاں پہنچے تو پہلے اسے چیک کیا جائے۔ چنانچہ چیف وہاں پہنچے گا تو چیکو اسے گرفتار کر کے تمہارے ریڈ باس کے پاس بھیج دے گا اور میں اس عمارت پر قبضہ کر کے چیف بن جاؤں گا۔ اس طرح سیکرٹ سروس میرے قبضے میں آ جائے گی اور پھر میں ایکو کو اس عمارت میں رکھ کر سیکرٹ سروس کے ذریعے ہی اپنے ملک سمگل کر دونگا ـــ ظاہر ہے اب یہاں کی سیکرٹ سروس کے آدمیوں کو تو یہاں کی حکومت چیک نہیں کر سکتی۔ اوور" ـــــ راجو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ چیف چیکو کے پاس خود جانے کی بجائے سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کو بھیجے۔ اوور" ـــــ وائٹ نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ سیکرٹ سروس کے باقی ممبر بدمعاشوں کے روپ میں شوبرا ہوٹل میں مقیم ہیں۔ وہ راسکلز گنگ کو ٹریس کرنے کے چکر میں الجھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے تو میں نے یہ سارا ڈرامہ سٹیج کیا ہے کہ اس وقت چیف عمارت میں اکیلا ہوگا اور ممبروں کے الجھے ہونے کی وجہ سے وہ خود جا کر چیکو کو چیک کرے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ اب جا چکا ہوگا کیونکہ کافی دیر سے اس نے رابطہ قائم نہیں کیا ـــــ میں نے سوچا کہ حرکت میں آنے سے پہلے میں تم سے بات کر لوں۔ اوور" ـــ راجو نے کہا۔

"بہت اچھا پلان ہے ـــ اگر یہ کامیاب ہو جائے تو یقین کریں کہ ایکو بڑی

آسانی سے ہمارے ملک پہنچ جائے گا۔ اوور“ ——— وائٹ نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

”او۔ کے! ——— تم ہوشیار رہو اور مجھے ٹرانسمیٹر پر مطلع کر دینا۔ اوور اینڈ آل“۔ راجو۔ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لائٹر کو دوبارہ برابر کر کے جیب میں ڈال لیا۔

عمران نے سر ہلا دیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ وہ خاموش بیٹھا سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

راجو لائٹر جیب میں ڈالتے ہی تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں گھمایا۔ دوسرے لمحے گھڑی کا ونڈ بٹن کسی ایریل کی طرح باہر نکلتا چلا آیا۔ ایریل کے باہر نکلتے ہی ایریل کے سرے پر موجود ونڈ بٹن سے سرخ رنگ کی ایک تیز شعاع نکلی اور سیدھی کمرے کی دیوار پر پڑی۔ ایک جھماکا سا ہوا اور کمرے کی دیوار کا درمیانی حصہ یوں غائب ہو گیا جیسے وہ سرے سے بنایا ہی نہ گیا ہو۔ اب وہاں خلا سا موجود تھا۔ راجو بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس خلا کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران جو سکرین پر بڑے غور سے راجو کی حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ دیوار کو درمیان سے غائب ہوتے دیکھ کر چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے اٹھا۔ اس نے سکرین بند کی اور انتہائی پھرتی سے ایک الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا پستول باہر نکال لیا اور پھر خود کمرے کے ایک کونے میں رکھی ہوئی شیشے کی بڑی سی الماری کے پیچھے چھپ گیا۔ اس کی نظریں کمرے کی شمالی دیوار پر لگی ہوئی تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ راجو جس راہداری میں داخل ہوا ہے اس کا اختتام اس کمرے کی شمالی دیوار پر ہوتا ہے جہاں ایک خفیہ دروازہ ہے گو خفیہ دروازے کا علم تو راجو کو نہ ہو سکے گا مگر عمران جانتا تھا کہ جس طرح راجو نے

چکردار تہہ خانے کی دیوار توڑ دی ہے اسی طرح وہ اس دیوار کو بھی توڑ سکتا ہے۔ اور سرخ رنگ کی شعاع کو بھی وہ پہچان گیا تھا۔ یہ لیزر شعاع تھی جو سخت سے سخت چیز کو اس طرح جلا دیتی تھی جیسے آگ کاغذ کو جلا دیتی ہے اور کلائی گھڑی میں اس کا استعمال عمران کو خاصا پسند آیا تھا۔

عمران اب پستول ہاتھ میں پکڑے راجو کی اس کمرے میں آمد کا منتظر تھا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے شمالی دیوار کو یکدم تیزی سے سرخ ہوتے اور دوسرے لمحے راکھ کی طرح زمین پر ڈھیر ہوتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی راجو اچھل کر اس کمرے میں آ گیا۔ وہ حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

عمران نے بڑی پھرتی سے الماری کی آڑ میں سے پستول کا رُخ راجو کی طرف کیا اور اس کے ساتھ ہی ٹریگر دبا دیا۔ پستول میں سے بے رنگ گیس کی دھار نکلی اور ایک سیکنڈ بعد عمران نے راجو کو فرش پر مُردہ چھپکلی کی طرح ڈھیر ہوتے دیکھا۔ گیس اتنی زوردار تھی کہ راجو ایک لمحے کے لئے بھی نہ سنبھل سکا۔

عمران نے تیزی سے پستول جیب میں ڈالا اور پھر الماری کی آڑ سے نکل کر راجو کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے سب سے پہلے اس کی کلائی سے گھڑی اتاری۔ اسے چند لمحے غور سے دیکھنے کے بعد وہ اس کا سسٹم سمجھ گیا۔ گھڑی کی ایک سائیڈ پر ایک چھوٹا سا بٹن موجود تھا۔

عمران نے پہلے تو زمین پر مُردہ پڑے ہوئے راجو کی مکمل تلاشی لی۔ اس کی جیب سے لائٹر کے ساتھ ساتھ چند دوسری عجیب و غریب چیزیں ملیں۔ عمران نے وہ تمام چیزیں میز پر رکھیں اور پھر گھڑی کے ایریل کا رُخ راجو کے جسم کی طرف کر کے مخالف سمت میں موجود بٹن دبا دیا۔ ایریل سے سُرخ رنگ کی شعاع نکل کر راجو کے جسم پر پڑی اور ایک لمحے کے لئے راجو کا جسم گہرے سُرخ رنگ میں تبدیل ہوا اور دوسرے لمحے

وہ ہلکی سرخ رنگ کی راکھ میں تبدیل ہو گیا۔

عمران نے پیر سے وہ راکھ چھیڑی تو وہ اکٹھی ہوتی چلی گئی اور جہاں چند لمحے پہلے ایک انسانی جسم موجود تھا۔ اب وہاں ایک مٹھی بھر راکھ پڑی ہوئی تھی۔ لیزر شعاعوں نے ہر چیز کو پلک جھپکنے میں راکھ میں تبدیل کر دیا تھا۔

عمران نے ونڈ بٹن کو مخالف سمت میں گھمایا تو وہ تیزی سے اندر گھس گیا اب وہ گھڑی کا عام ونڈ بٹن ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"بہت خوب۔ اچھی ایجاد ہے۔ کام آئے گی" ——— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور گھڑی کو جیب میں ڈال لیا۔

اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ عمران نے پھرتی سے رسیور اٹھایا۔

"ایکسٹو" ——— عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں پرنس راسکل بول رہا ہوں ——— اس وقت میں جیکو کے اڈے سوزی بار میں موجود ہوں ——— وہاں ایک مقامی غنڈہ راجو بیٹھا ہوا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ اس نے ایکسٹو کو قتل کر دیا ہے اور وہاں سے ایک فائل اٹھالی ہے۔ میں نے سوچا کہ تصدیق کر لوں" ——— دوسری طرف سے صفدر کی آواز آ رہی تھی اور عمران سمجھ گیا کہ راجو کے بھیس میں بلیک زیرو وہاں موجود ہو گا۔

"اوہ! ——— ایسا کرو کہ تم اسے دانش منزل پہنچا دو ——— میں خود اس سے نمٹ لونگا" ——— عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بلیک زیرو وہاں پھنس گیا ہو گا اور اب یہ اتفاق تھا کہ صفدر اپنے ساتھیوں سمیت جگا ٹیکس وصول کرنے بھی اسی وقت وہاں جا پہنچا۔ اس طرح بلیک زیرو ریڈ بار کے

اڈے میں پہنچنے سے بچ گیا۔

عمران نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"اٹامک ریسرچ لیبارٹری" ——— دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

"پروفیسر صاحب موجود ہیں" ——— عمران نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں سر ——— وہ تھوڑی دیر پہلے اپنی کوٹھی پر گئے ہیں" ——— دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

اور عمران نے پھرتی سے کریڈل دبا کر دوبارہ نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"صاحب سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک باوقار آواز سنائی دی۔

"پروفیسر صاحب! ——— میں علی عمران بول رہا ہوں" ——— عمران نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

پروفیسر صاحب عمران سے اچھی طرح واقف تھا اس لئے عمران نے جان بوجھ کر ایسا کہا تھا۔

"اوہ عمران بیٹے! ——— بڑے دنوں بعد یاد کیا ہے ——— کیا کوئی الجھن پیش آ گئی ہے" ——— پروفیسر صاحب نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور ان کا ایسا کہنا اپنی جگہ بجا تھا کیونکہ عمران ان سے بات اس وقت کرتا تھا جب کسی سائنسی مسئلے پر اسے کوئی الجھن پیش آتی تھی۔

"ہاں پروفیسر! ——— ایک بہت بڑی الجھن ہے ——— لیکن فی الحال تفصیل کا وقت نہیں ——— میرا ایک آدمی آپ کے پاس پہنچے گا ——— اس کا نام ٹائیگر ہے۔ آپ اس کے ساتھ بلا توقف چل پڑیں ——— وہ آپ کو مجھ تک پہنچا دیگا۔ باقی باتیں ملاقات

بہ — خداحافظ" —— عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر پروفیسر کا جواب سُنے بغیر ہی رسیور رکھ دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ وقت بہت تھوڑا ہے اور پروفیسر تفصیل سُنے بغیر نہ رہے گا۔ اور پھر اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور فریکوئنسی سیٹ کر کے بٹن دبا دیا چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر سپیکنگ اوور"

"عمران بول رہا ہوں —— تم فوراً کارلیکہ آفیسرز کالونی کی کوٹھی نمبر ۱۴۳ پر پہنچو۔ یہ پروفیسر بھابھا کی رہائش گاہ ہے —— وہاں پروفیسر سے مل کر اُسے اپنا نام ٹائیگر بتاؤ —— وہ تمہارے ساتھ چل پڑے گا —— میں نے اُسے فون کر دیا ہے۔ اُسے اپنے ہمراہ لیکر فوراً وانشس منزل پہنچو۔ اور سنو! اگر راستے میں کوئی پروفیسر کو اغوا کرنا چاہے تو تم نے ہر قیمت پر انہیں ناکام بنانا ہے اور جب وانش منزل کے قریب پہنچو تو خیال رکھنا کہ کسی قیمت پر تمہارا تعاقب نہ ہو رہا ہو۔ اوور اینڈ آل" —— عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

اب عمران ذہنی طور پر مطمئن ہو گیا تھا۔ کیونکہ راجو کی کال سننے کے بعد اس نے ایک منصوبہ بنا لیا تھا۔

"راسکلز کنگ نے ابھی تک ہمارے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔ حالانکہ ہم نے اس کے ہر اڈے پر اودھم مچایا ہے" —— صفدر نے قدرے پریشان لہجے میں سامنے بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! —— میں بھی اسی لائن پر سوچ رہا ہوں —— پلان کے مطابق تو راسکلز کنگ کو ہم سے بات کر لینی چاہیئے تھی —— آخر ہم کب تک یوں غنڈہ گردی کرتے رہیں گے" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے اس بار ایکسٹو کی پلاننگ بالکل غلط رہی ہے۔ اس کی بجائے کہ ہم یوں اس کے اڈوں پر اودھم مچا کر اس انتظار میں رہیں کہ وہ ہم سے رابطہ قائم کرے، ہمیں براہ راست اُسے تلاش کرنا چاہیئے تھا" —— تنویر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

وہ سب اس وقت ہوٹل شورا کے مخصوص تہہ خانے میں آرام کرسیوں پر بڑے اطمینان سے درازہ گپیں مارنے میں مصروف تھے۔

"مگر ہم اُسے تلاش کریں کہاں —— ؟ اُسے تو کوئی بدمعاش جانتا بھی نہیں۔ بس اس کا فون آجاتا ہے" —— جولیا نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا اس سے پہلے مجرم ہمیں اپنے پتے اور ٹیلیفون نمبروں سے آگاہ کر دیتے تھے تب ہم انہیں پکڑتے تھے" ـــــ تنویر نے جھلا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے مس جولیا! ـــ ہمیں یوں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے نہ رہنا چاہیئے ـــ بلکہ اپنے طور پر راسکلز کنگ کی تلاش بھی کرنی چاہیئے" ـ صفدر نے تنویر کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل صفدر بھائی! ـــ میں یہی کہہ رہا تھا" ـــ تنویر نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اُسے یقیناً صفدر کی حمایت پر خوشی ہوئی تھی۔

"تو پھر تنویر کی صلاحیتوں کو ہی کیوں نہ آزمایا جائے ـــ اس کے ذمہ راسکلز کنگ کی تلاش لگا دیتے ہیں" ـــ جولیا نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ارے تم حکم تو کرو ـــ راسکلز کنگ تو ایک طرف رہا ـــ میں عزرائیل کو کان سے پکڑ کر تمہارے سامنے لا کھڑا کروں" ـــ تنویر نے پُرجوش لہجے میں ٹینی مُرغے کی طرح چھاتی پُھلاتے ہوئے جواب دیا اور اس کی بات پر سوائے جولیا کے سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"چلو ٹھیک ہے ـــ آج سے تم گینگ سے فارغ ـــ تمہارا کام راسکلز کنگ کی تلاش کرنا ہے۔ میں اس کے لئے تمہیں زیادہ سے زیادہ دو دن دے سکتی ہوں" ـ جولیا نے اس بار قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"کاش! ـــ تم نے یہ کہا ہوتا کہ اس کے لئے میں تمہیں دو راتیں دے سکتی ہوں" ـــ تنویر نے بے اختیار ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"یُو شٹ اَپ" ـــ اچانک جولیا نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہینڈ بیگ کو گھما کر پوری قوت سے تنویر کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــ تم تو کسی کھنکھنی بلی کی طرح جھپٹ پڑتی ہو ـــ خیر ـ میں تمہارے چیلنج پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا ـــ بائی بائی" ـــ تنویر نے ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اسے کچھ کہتا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا تہہ خانے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔

اس وقت تنویر کے دماغ میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر کسی طرح وہ راسکلز کنگ کا پتہ چلا لے تو نہ صرف جولیا ہمیشہ کے لئے اس سے مرعوب ہو جائے گی بلکہ باقی ممبران اور ایکسٹو کی نظروں میں بھی اس کی وقعت بڑھ جائے گی۔ یہی سوچتا ہوا وہ تہہ خانے سے نکل کر ہوٹل میں ریزرو اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے ڈریسنگ روم کی الماری کھول کر بڑی تیزی سے اپنا میک اپ تبدیل کیا۔ لباس البتہ وہی رہنے دیا۔ میک اپ اس نے اس انداز میں کیا تھا کہ وہ شکل و صورت سے ہی ایک بھیانک غنڈہ لگ رہا تھا۔

جیب میں ریوالور اور راؤنڈز رکھنے کے بعد وہ ڈریسنگ روم سے باہر نکل آیا۔ اس نے میک اپ تو تبدیل کر لیا تھا مگر اس کے ذہن میں راسکلز کنگ کو تلاش کرنے کے لئے کوئی لائن آف ایکشن نہیں آ رہی تھی۔ اس لئے وہ کرسی پر دراز ہو گیا اور جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے لاشعوری انداز میں ایک سگریٹ منہ میں پکڑا اور ماچس کی تیلی جلا کر اُسے سلگایا۔ جیسے ہی ماچس کی تیلی سے شعلہ بلند ہوا ویسے ہی تنویر کے دماغ میں بھی بجلی سی کوند گئی۔

"ارے اس بارے میں تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا" ـــ تنویر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اُسے بجلی کی طرح یہ خیال آیا تھا کہ وہ کسی اڈے کے سربراہ کو پکڑ کر اُسے اس بُری طرح سے پیٹے کہ وہ مر جائے۔ اور پھر وہ دوسرے اڈے پر جائے اور پھر وہاں بھی یہی حرکت کرے۔ یقیناً اپنے خاص آدمیوں کے

مرنے کی خبر راسکلز گنگ تک پہنچ جائے گا اور اس کے آدمی اُسے کسی اڈے پر گھیرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ ان میں سے کسی بھی آدمی کو پکڑ کر اس سے راسکلز گنگ کے متعلق معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بار اُسے راسکلز گنگ کے متعلق کلیو مل جاتے پھر وہ اُسے آسانی سے پکڑ لے گا۔

یہ منصوبہ چونکہ تنویر کی فطرت کے عین مطابق تھا اور پھر اس بار اُسے کھلی چھٹی تھی کہ وہ جس طرح چاہے کام کرے۔ اس لئے اس کے تشدد پسند ذہن میں اس قسم کا منصوبہ آنا بعید از امکان نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اسی منصوبے پر کام کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور ہال میں سے ہوتا ہوا سیدھا ہوٹل کے باہر پارکنگ میں موجود کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کار کا دروازہ کھول کر اس نے سٹیرنگ سنبھالا اور پھر گاڑی چلا کر تیزی سے ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر آگیا۔ مین روڈ پر آتے ہی اس نے کار کا رخ ہوٹل المنیر کی طرف کر دیا۔

اس ہوٹل کا مالک تھامسن تھا۔ اپنے علاقے کا مشہور بدمعاش اور غنڈہ تھا۔ گزشتہ دنوں ہی صفدر اور اس کے ساتھیوں سے وہاں دھما چوکڑی مچائی تھی۔ اس وقت تھامسن وہاں موجود نہ تھا۔ اس لئے وہ وہاں کے غنڈوں کو مار پیٹ کر واپس چلے آئے تھے۔ اب تنویر نے اپنے کام کا آغاز تھامسن سے کرنے کا فیصلہ کیا تھا

تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل المنیر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ اس نے کار کو پارکنگ میں روکا اور پھر نیچے اتر کر اس نے دروازہ لاک کئے بغیر بند کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سیدھا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہوٹل کے گیٹ پر موجود باوردی دربان تنویر کے خوفناک چہرے کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"تھامسن کہاں ہے" ——— ؟ تنویر نے دربان کے قریب رک کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

" وہ اپنے کمرے میں ہے ——— دائیں طرف والی گیلری کا آخری کمرہ" ——— دربان نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دینے کے ساتھ ساتھ کمرے کا محل وقوع بھی بتا دیا۔

" ہوں" ——— تنویر نے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

وہ کاؤنٹر کی طرف جانے کی بجائے سیدھا دائیں طرف جانے والی گیلری کی طرف بڑھا۔ مگر اچانک ایک طرف سے ایک پہلوان نما غنڈہ نکل کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

" اے مسٹر ——— ادھر کہاں اونٹ کی طرح منہ اٹھائے جا رہے ہو ——— ؟" پہلوان نما غنڈے نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

مگر دوسرا لمحہ اس پہلوان کے لئے بہت بھاری ثابت ہوا۔ تنویر کا دایاں ہاتھ ایک لمحے کے لئے فضا میں لہرایا اور دوسرے لمحے اس کی کھڑی ہتھیلی کا وار پوری قوت سے اس غنڈے کی کنپٹی پر پڑا اور غنڈہ اچھل کر سائیڈ میں بنے ہوئے ویٹنگ فان بوتھز کے درمیان خالی جگہ میں جا گرا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُسے کسی طاقتور مقناطیس نے اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔

تنویر کو اپنی مخصوص ضرب کا اچھی طرح اندازہ تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ غنڈہ اب کم از کم دو گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہ آسکے گا۔ اور جس جگہ وہ گرا تھا وہ جگہ ایسی تھی جہاں اُسے آسانی سے چیک نہ کیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ تنویر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا گیلری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

گیلری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ تنویر نے دروازے پر دستک دینے کی بجائے پوری قوت سے لات ماری اور ایک دھماکے سے دروازہ کھل گیا۔ تنویر اچھل کر کمرے کے اندر پہنچ گیا۔ دروازہ چونکہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا اس لئے اس کے پٹ دیواروں سے ٹکرا کر دوبارہ ملے اور آٹومیٹک لاک کی وجہ سے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

کمرے کے درمیان ایک چھوٹی سی میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی پر لحیم شحیم تھامسن بہترین تراش خراش کے سوٹ میں ملبوس بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلنے کا دھماکا سن کر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا۔ تنویر اس کے سر پر جا پہنچا اور دوسرے لمحے تنویر کا مکہ پوری قوت سے تھامسن کے جبڑے پر پڑا اور تھامسن اچھل کر فرش پر جا گرا۔ اس کے منہ سے دانت ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح یکے بعد دیگرے گرتے چلے گئے۔ تنویر کے ایک ہی بھرپور مکے نے اس کے پانچ دانت نکال دیئے تھے۔

تھامسن نے فرش پر گرتے ہی بڑے پیشہ ورانہ انداز میں تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر تنویر کی لات پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر پڑی اور وہ کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا دوبارہ فرش پر گر گیا۔ اور پھر تو تنویر نے اُسے سر سے اٹھنے ہی نہیں دیا۔ اس کی ٹانگیں بڑے مشینی انداز میں چل رہی تھیں اور تھامسن کتے کے پلے کی طرح چیختا ہوا بُری طرح مار کھا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد جب تھامسن بیہوش ہو گیا تو تنویر نے بھی ٹانگیں چلانا بند کیں۔ تنویر چند لمحے خاموش کھڑا اپنا سانس درست کرتا رہا۔ اور پھر اس نے جھک کر بیہوش پڑے تھامسن کا گریبان پکڑا اور اٹھا کر سامنے پڑی کرسی میں پھینکنا چاہا مگر دوسرے لمحے تھامسن کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس کا مکہ پوری قوت سے

تنویر کے جبڑے پر پڑا اور تنویر جو تھامسن کو بیہوش سمجھتے ہوئے مطمئن تھا، اچھل کر دو فٹ دور فرش پر جا گرا۔

اور اب تھامسن کی باری آگئی۔ تنویر نے اس کے حملوں سے بچنے اور اپنی جیب سے ریوالور نکال کر اس پر فائر کرنے کی بے حد کوشش کی مگر تھامسن نے اُسے ایک لمحے کی بھی مہلت نہ دی اور تنویر کی پسلیوں پر اتنی تیزی سے بوٹ مارنے شروع کئے کہ تنویر کا چند لمحوں میں حلیہ ہی بگڑ گیا۔ اور پھر تھامسن کی ایک بھرپور ضرب تنویر کی ناف کے نیچے اتنی قوت سے لگی کہ تنویر حقیقتاً ہی بیہوش ہو گیا۔

تھامسن نے بڑی پھرتی سے فرش پر پڑے ہوئے تنویر کی ٹانگ پکڑی اور پھر گھسیٹتا ہوا کمرے کے ایک کونے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کمرے کے کونے میں جا کر اس نے دیوار کی جڑ میں مخصوص انداز میں پیر مارا تو دیوار درمیان سے کھلتی چلی گئی۔ اب وہاں ایک دروازہ سا بن گیا۔ تھامسن نے پوری قوت سے کھینچ کر تنویر کو خلا کی دوسری طرف پھینک دیا اور دیوار کی جڑ میں دوبارہ پیر مار کر دیوار برابر کر دی۔

دیوار کے برابر ہوتے ہی وہ لنگڑاتا ہوا اور منہ سے نکلنے والی خون کی دھار اپنی آستین سے پونچھتا ہوا دوبارہ ریوالونگ چیئر پر گر گیا۔ تنویر نے اس کی ایک ایک ہڈی ہلا دی تھی۔ اس لئے چند لمحے تو وہ کرسی کی پشت پر سر رکھے اپنا سانس برابر کرتا رہا۔ پھر اس نے دو تین بار سر کو جھٹکا اور میز کی ایک دراز باہر کھینچ لی میز کے خانے میں ایک چھوٹا سا بکس پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہ بکس باہر نکالا اور اس کی سائیڈ میں لگے ہوئے بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی بکس کی اوپر والی چمکیلی سطح کسی سکرین کی طرح روشن ہو گئی۔ تھامسن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اسی

بٹن کو دوبارہ دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکرین پر ایک چھوٹے سے کمرے کا عکس ابھر آیا۔ کمرے کے فرش پر تنویر بے ہوش پڑا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔

تھامسن چند لمحے زہریلی نظروں سے تنویر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے میز کی دراز سے ایک مخصوص ساخت کا بال پوائنٹ پن نکالا اور اس کے پچھلے حصے کو دباتے ہی دوسرے سرے پر سوئی جیسی نوک باہر نکل آئی۔ تھامسن نے سوئی جیسی نوک کو اس بکس کے کونے پر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے خانے میں ڈالا اور پھر دانت بھینچتے ہوئے بال پوائنٹ کے پچھلے سرے کو انگوٹھے سے دبا دیا۔ اس کی نظریں بکس کے روشن حصے پر جمی ہوئی تھیں

جیسے ہی اس نے بال پوائنٹ کے سرے کو دبایا۔ کمرے کے فرش پر بیہوش پڑا ہوا تنویر اس بری طرح فضا میں اچھلا جیسے فرش پر اچانک سپرنگ نکل آئے ہوں۔

فضا میں اچھل کر جیسے ہی تنویر نیچے گرا۔ تھامسن نے ایک بار پھر بال پوائنٹ کے کیپ کو دبا دیا اور تنویر کا جسم پہلے سے بھی زیادہ فضا میں اچھلا اور اس کے ساتھ ہی تنویر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ چیخ کی آواز کمرے میں اس طرح گونجی جیسے تنویر اسی کمرے میں موجود ہو۔

تھامسن دانت بھینچے بار بار بال پوائنٹ کی کیپ کو دباتا چلا گیا اور تنویر کا جسم یوں فضا میں اچھل اچھل کر رقص کرنے لگا جیسے فٹ بال کے میچ میں کھلاڑیوں کی زوردار ککوں سے فٹ بال اچھلتی ہے۔

اب تنویر کے منہ سے چیخوں کے ساتھ ساتھ گالیوں کا ایک سیلاب سا نکل رہا تھا۔ تنویر کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اس کا جسم جیسے ہی کمرے کے فرش سے ٹکراتا اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل جاتی۔ دراصل تھامسن نے وہ کمرہ خصوصی

انداز میں بنایا تھا۔ اس کمرے کے فرش میں بجلی کی تاریں موجود تھیں اور اس کا کنٹرول اسی بکس میں تھا۔ جیسے ہی تھامسن بال پوائنٹ کی کیپ دباتا۔ کمرے کے فرش میں بجلی کی تیز رو دوڑ جاتی اور تنویر بجلی کا زوردار جھٹکا کھا کر اوپر کو اچھل جاتا۔

تقریباً پانچ منٹ تک تھامسن بڑے مطمئن انداز میں تنویر کو کسی فٹ بال کی طرح اچھالتا رہا۔ پھر اس نے بال پوائنٹ کی کیپ سے اپنا انگوٹھا اٹھا لیا اور تنویر کا جسم دھپ سے فرش پر گر گیا۔ اس کے حلق سے اب کراہیں نکل رہی تھیں۔

"تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دے رہا ہوں —— اپنا شجرہ نسب اور حدود اربعہ تفصیل سے بتا دو —— ورنہ یاد رکھو اسی طرح باقی تمام عمر جھٹکے کھاتے رہو گے —— یہاں تک کہ تمہاری روح جسم سے نہ نکل جائے" —— تھامسن نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے تنویر کے حلق سے ایک بار پھر گالیوں کا سیلاب امنڈ پڑا۔ تنویر کے دماغ پر جھٹکے کھا کھا کر جھلاہٹ سوار ہو گئی تھی۔

اور تھامسن نے بھی جھلا کر ایک بار پھر بال پوائنٹ کی کیپ جلدی جلدی دبانی شروع کر دی۔ اور تنویر کا جسم پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے اچھلنا شروع ہو گیا۔

"اب اس وقت تک ختم نہیں کروں گا جب تک یا تو تم ختم ہو جاؤ یا اسی طرح اچھلتے ہوئے سب کچھ بتا دو" —— تھامسن نے بڑے زہریلے لہجے میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ تنویر اچانک فضا میں تیزی سے اچھلا اور دوسرے لمحے وہ پوری قوت سے اڑتا ہوا عین اس جگہ ٹکرایا جہاں

دیوار میں وہ خفیہ دروازہ موجود تھا۔ اور پھر تنویر نے بھی حرکت شروع کر دی۔ وہ فرش پر گرتے ہی تیزی سے اچھلتا اور اس کا جسم پوری قوت سے عین اس جگہ آ کر ٹکراتا جہاں دروازہ موجود تھا۔

دروازہ چونکہ لکڑی کا بنا ہوا تھا اس لئے دوسرے ہی زوردار دھکے سے ایک زبردست دھماکا ہوا اور تنویر اس بار اچھل کر دروازہ توڑتا ہوا تھامسن کے کمرے میں آ گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ فرش سے اٹھتا۔ تھامسن نے پھرتی سے بال پوائنٹ بکس میں سے کھینچا اور سوئی کی نوک تنویر کی طرف کر کے بال پوائنٹ کی کیپ کو مخصوص انداز میں دبا دیا۔ سوئی کی نوک سے بجلی کی رو کی طرح ایک لہر نکلی اور جیسے ہی وہ لہر اٹھتے ہوئے تنویر کے جسم سے ٹکرائی۔ تنویر چیخ مار کر فرش پر گرا اور بری طرح تڑپنے لگا۔ وہ فرش پر پڑا یوں تڑپ رہا تھا جیسے پانی سے باہر مچھلی تڑپتی ہے۔

تھامسن نے پھرتی سے بال پوائنٹ بین جیب میں ڈالا اور پھر جیب سے ریوالور نکال لیا۔ مگر دوسرا لمحہ اس پر کافی بھاری پڑا۔ کیونکہ فرش پر تڑپتا ہوا تنویر کسی گیند کی طرح اچھلا اور پوری قوت سے تھامسن سے آ ٹکرایا۔ اور پھر تھامسن کو ساتھ لئے فرش پر جا گرا۔

نیچے گرتے ہی تنویر نے پوری قوت سے سر کی ٹکر اس کی ناک پر ماری اور تھامسن ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور ناک میں سے خون کی دھار فوارے کی طرح اچھلنے لگی تھی۔

تنویر چند لمحے بیہوش تھامسن کے جسم پر پڑا رہا۔ اس کا سانس انتہائی تیز رفتاری سے چل رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دس بارہ میل کی دوڑ لگا کر آیا ہو۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھا۔ اس کا چہرہ تھامسن کے لہو سے لتھڑ گیا تھا۔ اس نے آستین سے چہرے پر موجود لہو پونچھا اور پھر وہ تھامسن والی کرسی پر جا بیٹھ گیا۔ اور اس نے میز کی

درازیں کھولنا شروع کر دیں۔ درازیں کسی بھوکے کے پیٹ کی طرح خالی تھیں۔ تنویر خالی درازوں کو دیکھ کر مشکوک ہو گیا اور اس نے تمام درازیں نکال کر باہر پھینکنی شروع کر دیں۔

جیسے ہی تنویر نے آخری دراز کھولی۔ اُسے اندر ایک خفیہ خانہ نظر آ گیا۔ اس نے خانے میں ہاتھ ڈالا تو وہاں ایک سرخ رنگ کی فائل نظر آ گئی۔ اس نے تیزی سے وہ فائل باہر نکالی اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس نے پھرتی سے فائل بند کر کے اسے موڑ کر جیب میں ڈالا اور پھر فرش پر پڑے ہوئے تھامسن کا ریوالور اٹھا کر اس نے اس کی نال تھامسن کی کنپٹی سے لگا کر بڑے اطمینان سے ٹریگر دبا دیا۔ ایک مخصوص سی آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی تھامسن کی کھوپڑی پرزوں میں تبدیل ہو کر کمرے میں بکھر گئی۔

تنویر نے میز پوش کھینچ کر اس سے ریوالور کے دستے پر موجود انگلیوں کے نشان مٹائے اور پھر ریوالور کا دستہ مردہ تھامسن کے ہاتھ میں جما دیا۔ تنویر نے دوسرے لمحے اپنا کوٹ اتار کر اُسے الٹایا اور پھر پہن لیا۔ یہ ڈبل کوٹ تھا جس کی دوسری طرف دوسرا ڈیزائن تھا۔ اس طرح آستین پر لگا ہوا خون چھپ گیا۔ میز پوش سے ہی اس نے اپنا چہرہ اچھی طرح صاف کیا اور پھر باقی کپڑے جھاڑے اور ہاتھوں سے ہی الجھے ہوئے بالوں کو سنوارتا وہ اطمینان سے دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

اب تنویر پھر راہداری میں آ گیا تھا۔ ابھی تک تھامسن کے کمرے میں کوئی نہ آیا تھا شاید یہ تھامسن کی ہی ہدایت تھی کہ بغیر بلائے اس کے پاس کوئی نہ آئے اس لئے تنویر کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا راہداری سے گزرتا ہوا ہال میں آ گیا۔ ٹیلیفون بوتھ کے درمیان پہلوان نما غنڈہ ابھی تک بیہوش پڑا ہوا

تھا اس لئے تنویر کو کوئی مشکل پیش نہ آئی اور وہ ہال کے کونے سے گزر کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

اب اس کا رخ سیدھا اپنی کار کی طرف تھا اور چند لمحوں بعد اس کی کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور خاصی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی مین روڈ پر آگئی۔

تنویر نے کار کا رخ دانش منزل کی طرف کیا اور خاصی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ تھامسن کے خفیہ خانے سے نکلنے والی فائل کو جلد از جلد ایکسٹو تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا کیونکہ فائل پر ایک نظر ڈالتے ہی اسے فائل کی اہمیت کا احساس ہو گیا تھا اور ملک کے خلاف ہونے والی ایک بھیانک سازش معہ ثبوت کے اس کے سامنے آگئی تھی۔ مگر شاید تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کیونکہ جیسے ہی تنویر نے پوری تیز رفتاری سے وکٹری روڈ کا موڑ کاٹا ایک بھاری ٹرک اچانک سامنے آگیا۔ تنویر نے پوری قوت سے بریک لگانے کے ساتھ ساتھ سٹیئرنگ کو پھرتی سے ایک طرف موڑا تاکہ حادثے سے بچا جا سکے۔ مگر اسی لمحے بدقسمتی سے ٹرک ڈرائیور نے بھی حادثے سے بچنے کے لئے ٹرک کو اسی طرف ہی موڑ دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ کار ایک زوردار دھماکے سے سیدھی ٹرک سے جا ٹکرائی اور اتنی لمبی چوڑی کار کسی کھلونے کی طرح ہوا میں اڑتی ہوئی سڑک سے دور ایک کھائی میں جا گری۔ اور دوسرے لمحے اس کی ٹینکی میں زبردست آگ بھڑک اٹھی۔

پروفیسر بھابھا نے رسیور کریڈل پر رکھا اور مسکراتے ہوئے اپنی مخصوص آرام کرسی کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں بیٹھ کر وہ پیچیدہ سائنسی مسائل کے بارے میں سوچ بچار کرتے تھے۔

وہ عمران کو اچھی طرح جانتے تھے اور ہمیشہ اس سے مل کر خوش ہوتے تھے اس لئے تھکے ہونے کے باوجود وہ اس کے پاس جانے سے انکار نہ کر سکے۔ اور اب وہ اس کے آدمی کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اچانک کال بیل بج اٹھی۔ اور پروفیسر بھابھا خود ہی اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھے۔ وہ جس قدر جلد ہو سکے عمران کے کام سے فارغ ہونا چاہتے تھے تاکہ بعد میں اطمینان سے آرام کر سکیں۔ جیسے ہی پروفیسر بھابھا نے دروازہ کھولا۔ ایک لمبے تڑنگے نوجوان نے ایک جھٹکے سے انہیں اندر کی طرف دھکیل دیا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک خوفناک سا پستول تھا۔

"خبردار ——— اگر کوئی آواز نکالی تو" ——— نوجوان نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

"ارے یہ کیا بدمعاشی ہے ——— یہ ٹھیک ہے کہ عمران جاسوسی کرتا ہے مگر میں تو خود چلنے کے لئے تیار بیٹھا ہوں ——— پھر اس قسم کی حرکت کرنے کی کیا

ضرورت ہے" ___ پروفیسر مجاجا نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

آنے والے نوجوان نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"معاف کیجئے پروفیسر ___ بس عادت ہی ایسی پڑ گئی ہے" ___ نوجوان کا لہجہ بھی اب خوشگوار ہو گیا تھا

"ہر جگہ ایک ہی عادت نہیں چلتی ___ تمہارا نام ٹائیگر ہے نا ___ عمران نے مجھے فون کیا تھا" ___ پروفیسر نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ___ میرا نام ٹائیگر ہے ___ آپ چلنے کے لئے تیار ہیں"...؟ نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں بھئی ___ میں تو فون ملتے ہی تیار ہو گیا تھا۔ چلو" ___ پروفیسر نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ نوجوان کے ساتھ چلتے ہوئے کوٹھی کے پورچ میں آگئے۔

"میری کار گیٹ سے باہر موجود ہے ___ آئیے" ___ نوجوان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے قدرے بے چین لہجے میں کہا۔

"چلو بھئی ___ مگر کار باہر کھڑی کرنے کی کیا ضرورت تھی" ___ پروفیسر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس ویسے ہی" ___ نوجوان نے مبہم سا جواب دیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے کوٹھی کے گیٹ کی طرف چل پڑے۔

گیٹ پر کھڑے ہوئے چوکیدار نے بڑے حیرت بھرے انداز میں نوجوان کو دیکھا مگر پھر دوڑ کر پھاٹک کھول دیا۔ اور وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کوٹھی سے باہر آگئے۔

"کوٹھی کی پشت پر میں نے کار پارک کی ہے ___ ادھر آئیے" ___ نوجوان نے

بے چین انداز میں کہا۔

"کوٹھی کی پشت پر ___ مگر وہ کیوں"۔۔؟ پروفیسر نے ٹھٹھک کر رکتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں شکوک کے سائے تیرنے لگے تھے۔

"عمران صاحب نے ایسا ہی حکم دیا تھا" ___ نوجوان نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا ___ وہ واقعی ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتیں کرتا رہتا ہے ___ آؤ" ___ پروفیسر نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا اور نوجوان ان کو ساتھ لئے سائیڈ والی گلی سے ہوتا ہوا کوٹھی کے عقب میں آگیا۔

یہاں ایک سرخ رنگ کی بڑی سی کار موجود تھی۔ نوجوان نے بڑے مؤدبانہ انداز میں دروازہ کھولا اور پروفیسر کو بٹھا کر خود تیزی سے مڑ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا دوسرے لمحے کار نے ایک جھٹکا کھایا اور پھر جنگلی بلی کی طرح غراتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

نوجوان نے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بٹن دبا دیا اور پھر مطمئن ہو کر کار چلانے لگا۔ سائیڈ روڈ سے نکل کر وہ دوبارہ کوٹھی کے سامنے والی سڑک پر آگئے۔ نوجوان نے پھرتی سے کار موڑی اور کوٹھی کے گیٹ کے سامنے سے گزرتا چلا گیا۔

اسی لمحے کوٹھی کے گیٹ پر سیاہ رنگ کی ایک کار آکر رکی اور اس نے ہارن دینا شروع کر دیا۔

"اس سیاہ کار میں نجانے کون آیا ہے" ___ پروفیسر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کوئی ہوگا" ___ نوجوان نے مختصر سا جواب دیا اور کار کی رفتار اور زیادہ بڑھا دی۔

"عمران کہاں ملے گا ——؟" پروفیسر نے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"مصنوعی جھیل کے پاس ویران پہاڑی میں انہوں نے ایک خفیہ اڈہ بنایا ہوا ہے —— آپ کو انہوں نے وہاں بلایا ہے" —— نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا —— حیرت ہے —— مجھے تو اس نے آج تک اس قسم کے اڈے کے متعلق کبھی نہیں بتایا" —— پروفیسر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

نوجوان خاموشی سے کار چلاتا چلا گیا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ مصنوعی جھیل کے پاس پہنچ گئے۔ مصنوعی جھیل کے پاس سے نوجوان نے کار کا رخ شمال کی طرف کیا اور جھیل کو دائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ کچا سا راستہ تھا جس میں جگہ جگہ گڑھے تھے مگر کار اتنی عمدہ تھی کہ ذرا سا بھی دھچکا نہ لگ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد کار پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر رک گئی۔ نوجوان نے ڈیش بورڈ کے قریب ایک بٹن دبایا تو ایک خانہ کھل گیا۔ اور اس میں سے ایک چھوٹا سا مائیک باہر آ گیا۔ جس کے ساتھ لچھے کی طرح تار منسلک تھی۔ نوجوان نے مائیک کھینچ کر منہ سے لگا لیا۔

"ہیلو —— ہیلو —— نمبر ٹو کنگ سپیکنگ اوور" —— نوجوان نے بڑے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"یس نمبر ٹو سپیکنگ اوور" —— چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک کرخت آواز ابھری۔

"میں پروفیسر مجا مجا کو لے آیا ہوں —— اندر آنے کے لئے کاشن دیں، اوور" نوجوان نے کہا۔

"اوہ اچھا —— آجاؤ اور انہیں سیدھے برین روم میں پہنچا دو۔ اوور" —— دوسری

طرف سے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" —— نوجوان نے کہا اور مائیک دوبارہ خانے میں ڈال دیا۔

"یہ کیا چکر ہے —— ؟" پروفیسر نے حیران ہو کر کہا۔

"اس اڈے کے لئے عمران صاحب نے مخصوص کوڈ بنائے ہوئے ہیں" —— نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر یہ برین روم —— ؟" پروفیسر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب نے ایک خاص کمرہ بنایا ہے —— جہاں بیٹھ کر وہ سائنسی مسائل پر سوچ بچار کرتے ہیں —— اس کمرے کو وہ برین روم کہتے ہیں" —— نوجوان نے پہلے سے زیادہ خوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ سمجھا —— اچھا نام ہے —— برین روم یعنی دماغی کام کا کمرہ —— ایسا نام عمران ہی سوچ سکتا ہے" —— پروفیسر نے بھی اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسی لمحے پروفیسر ایک بار پھر چونک پڑا۔ کیونکہ سامنے پہاڑی کی ایک بڑی سی چٹان کسی ڈھکن کی طرح اٹھتی چلی گئی۔ نوجوان نے کار آگے بڑھائی اور ڈھکن کے اندر جلتے ہوئے راستے پر کار بڑھا دی۔

جیسے ہی کار اس راستے میں داخل ہوئی چٹان دوبارہ برابر ہو گئی۔ راستہ کافی بڑا —— روشن —— اور ہوا دار تھا۔ نوجوان کار آگے بڑھاتے چلا گیا اور پھر راہداری آگے جا کر بند ہو گئی۔ نوجوان نے کار روک دی اور ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا بٹن آف کر دیا جو اس نے پروفیسر کے کار میں بیٹھنے کے بعد آن کیا تھا۔ اس بٹن کے آن ہوتے ہی کار کے دروازے جام ہو جاتے تھے اور کار کے شیشوں پر ایک مخصوص بے رنگ کیمیکل کی تہہ چڑھ جاتی تھی جس کی وجہ سے باہر سے اندر

کچھ نظر نہ آتا تھا جب کہ اندر بیٹھے ہوئے کو باہر سب کچھ صاف اور واضح دکھائی دیتا تھا۔

"آیئے پروفیسر!" ۔۔۔ نوجوان نے اتر کر چکر کاٹ کر پروفیسر کی سائیڈ والا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور پروفیسر بھاجا نیچے اتر آئے۔

"خوب اڈا بنایا ہے بھئی" ۔۔۔ پروفیسر نے تحسین آمیز نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

نوجوان نے آگے بڑھ کر دیوار کے ایک اُبھرے ہوئے پتھر کو دبایا تو سامنے کی بند دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ اب وہاں ایک چھوٹی سی راہداری تھی۔ وہ دونوں اس راہداری میں داخل ہوئے۔ راہداری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جس کے اوپر پلاسٹک کی ایک چھوٹی سی تختی نصب تھی جس پر "ریڈ روم" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

نوجوان نے ریڈ روم کا دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"آپ اندر چلیئے پروفیسر! ۔۔۔ میں عمران صاحب کو لے کر ابھی آتا ہوں" ۔ نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او اچھا! ۔۔۔ اُسے کہنا کہ ذرا جلدی آئے ۔۔۔ میں جلد از جلد فارغ ہو کر واپس جانا چاہتا ہوں" ۔۔۔ پروفیسر نے دروازے کے اندر قدم بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

"جی اچھا" ۔۔۔ نوجوان نے کہا۔

اور پھر جیسے ہی پروفیسر کمرے میں داخل ہوا۔ نوجوان نے دہلیز کے ساتھ لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا اور دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اور نوجوان نے بے اختیار ایک قہقہہ لگایا اور واپس مڑ گیا۔ وہ ریڈ باس کو تمام تفصیل بتانا چاہتا تھا کہ کس

طرح پروفیسر بھاجا غلط فہمی کی بنا پر خود بخود چل کر اڈے میں آ گئے ہیں۔



ٹائیگر نے عمران کی کال ملتے ہی تیزی سے سیاہ رنگ کی مخصوص کار نکالی اور پروفیسر بھاجا کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ اس دوران وہ کار کے متعلق کتابچے کا اچھی طرح مطالعہ کر چکا تھا اور اُسے حیرت ہو رہی تھی کہ عمران نے بظاہر اس عام سی کار میں کیا کیا چکر ڈال رکھے ہیں۔ ایسے کہ ان کا تصور کرنا بھی مشکل تھا۔ اور ٹائیگر کو خوشی تھی کہ اب یہ ونڈر فل کار اس کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ آفیسرز کالونی میں پروفیسر بھاجا کی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے گیٹ پر کار روکی اور پھر ہارن بجانا شروع کر دیا۔ اسی لمحے اس کی نظر سڑک پر پڑی اور اس نے ایک سُرخ رنگ کی لمبی سی کار کو تیزی سے گزرتے دیکھا۔ کار کے شیشے سیاہی مائل تھے اور ان میں سے اندر کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ یہی سسٹم اس کی کار میں بھی موجود تھا۔ اس لئے ٹائیگر چونکا تھا کہ دوسری کاروں میں بھی ایسا سسٹم موجود ہے۔

اسی لمحے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور چوکیدار باہر نکل آیا۔

"پروفیسر صاحب سے کہو کہ ٹائیگر آیا ہے" ۔۔۔ ٹائیگر نے تحکمانہ لہجے میں چوکیدار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پروفیسر صاحب تو چند لمحے ہوئے چلے گئے ہیں" ـــــ چوکیدار نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلے گئے! ــــ مگر کہاں" ــــ ؟ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات اُبھر آئے تھے۔

"معلوم نہیں جناب! ــــ وہ ایک لمبے تڑنگے نوجوان کے ساتھ اندر سے نکلے اور پھر یکدم ہی باہر چلے گئے" ــــ چوکیدار نے کہا۔

"لمبے تڑنگے نوجوان کے ساتھ ــــ پیدل ہی" ــــ ؟ ٹائیگر نے مزید الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں جناب! ــــ پہلی بار ایسا ہوا ہے ــــ پھر مجھے یہ بھی حیرت ہے کہ وہ نوجوان آیا کہاں سے ــــ کیونکہ میں نے اُسے اندر جاتے نہ دیکھا تھا۔ بہرحال صاحب ساتھ تھے اس لئے میں کچھ نہ کہہ سکا" ــــ چوکیدار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنی دیر ہوئی ہے" ــــ ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ تین چار منٹ ہوتے ہوں گے ــــ جب وہ پیدل باہر نکلے تو میں نے حیرت سے باہر جھانکا مگر باہر بھی کار موجود نہ تھی۔ وہ دونوں ساتھ والی گلی میں مڑ گئے تھے" ــــ چوکیدار نے قریبی گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! ـ کیا وہ اپنی مرضی سے جا رہے تھے یا انہیں زبردستی لے جایا جا رہا تھا" ــــ ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ــــ وہ اپنی مرضی سے جا رہے تھے ــــ اگر زبردستی ہوتی تو ظاہر ہے مجھے احساس ہو جاتا ــــ پھاٹک سے باہر نکلتے وقت وہ نوجوان

پہلے گیا تھا اور پروفیسر بعد میں ــــ اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ہی جا رہے تھے" ــــ چوکیدار نے جواب دیا۔

"ہوں! ـ ٹھیک ہے" ــــ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے تیزی سے کار آگے بڑھا کر اس کا رُخ اس قریبی گلی کی طرف موڑ دیا۔

گلی سے ہوتا ہوا وہ کوٹھی کے عقب میں آ گیا۔ یہاں اس نے جیسے ہی کار روکی، ایک بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی سامنے والی کوٹھی کے گیٹ سے تیر کی طرح اڑتا ہوا ٹائیگر کے قریب آیا۔

"یہ کوئی پارکنگ نہیں ہے کہ جو آتا ہے یہیں کار روک دیتا ہے ــــ ابھی سرخ رنگ کی کار گئی ہے اور اب تم آ کر رک گئے ہو" ــــ مونچھوں والے نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سُرخ رنگ کی کار ــــ کیا اس میں پروفیسر صاحب بھی موجود تھے" ــــ ؟ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں! ــــ وہ بھی آ کر بیٹھے تھے ـ ـ بھلا اپنی کوٹھی چھوڑ کر ہماری کوٹھی کے سامنے آ کر کار روکتے ہیں ــــ ہمارا صاحب ناراض ہوتا ہے ــــ آپ مہربانی کر کے آگے چلے جائیں" ــــ مونچھوں والے نے کہا۔

اور ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ وہ اب سب پوزیشن سمجھ گیا تھا۔ جو سُرخ رنگ کی کار اس نے دیکھی تھی یہ وہی کار تھی جس میں پروفیسر کو اغوا کر کے لے جایا گیا تھا۔ مگر وہ حیران تھا کہ پروفیسر صاحب کو مجرموں نے کیا چکر دیا کہ وہ خود ہی ان کے ساتھ چلے گئے۔

سرخ رنگ کی کار کو گئے ہوئے اب کافی دیر گزر گئی تھی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اب اس کے تعاقب میں جانا تو فضول تھا اس لئے اس نے فوری طور پر دانش منزل

میں عمران کو اس کی اطلاع پہنچانے کی ٹھانی ۔ اور پھر وہ تیزی سے کار چلاتا ہوا مین روڈ پر آیا اور اعظم روڈ سے ہوتا ہوا وکٹری روڈ کی طرف بڑھا کیونکہ ادھر سے شارٹ کٹ پڑتا تھا ۔

مگر جیسے ہی وہ وکٹری روڈ کی طرف گھوما ۔ اس نے چونک کر پوری قوت سے بریک لگا دیئے ۔ کیونکہ سڑک کے دائیں طرف ایک کار پڑی ہوئی بڑی تیزی سے جل رہی تھی ۔ یوں لگتا تھا کہ چند لمحے پہلے ہی حادثہ ہوا ہو ۔ اس نے ایک ٹرک کو سیدھا بڑی تیز رفتاری سے جاتے دیکھا تھا ۔ وہ سمجھ گیا کہ کار کو اسی ٹرک نے ٹکر ماری ہو گی ۔

کار روک کر ٹائیگر تیزی سے اترا اور پھر جلتی ہوئی کار کی طرف بھاگتا چلا گیا ۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑا ۔ کیونکہ جلتی ہوئی کار کے قریب ہی تنویر رسی کے گچھے کی طرح ٹیڑھا میڑھا ہو کر پڑا ہوا تھا ۔ اور ایک فائل اس کے ہاتھ میں تھمی ہوئی تھی اور فائل والا ہاتھ کار کی مخالف سمت کو پھیلا ہوا تھا ۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے تنویر نے آخری لمحے میں یہی کوشش کی ہو کہ اس فائل کو آگ سے بچا سکے ۔ آگ اب تنویر کے جسم کے قریب پہنچ چکی تھی اور کسی بھی لمحے وہ آگ کی لپیٹ میں آ سکتا تھا ۔

ٹائیگر نے جھپٹ کر تنویر کو آگ سے دور کھینچا ۔ تنویر بیہوش تھا اور خاصا زخمی تھا ۔ ٹائیگر نے محسوس کیا کہ اگر تنویر کو فوری طور پر طبی امداد نہ ملی تو شاید تنویر جانبر نہ ہو سکے ۔ اس لئے اس نے فائل اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر جیب میں ٹھونسی اور پھر تنویر کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور تیزی سے اپنی کار کی طرف بھاگتا چلا آیا ۔ اس نے تنویر کو پچھلی نشست پر ڈالا اور پھر سٹیئرنگ پر بیٹھ کر اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار کا رخ سپیشل ملٹری ہسپتال کی طرف موڑ دیا ۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہسپتال پہنچ گیا ۔

تنویر کو فوری طور پر آپریشن ہال میں لے جایا گیا ۔ اور اس کی جان بچانے کی کوششیں شروع ہو گئیں ۔

ٹائیگر بے چینی کے عالم میں ایمرجنسی کے باہر ٹہل رہا تھا کہ اچانک اسے عمران کا خیال آیا اور وہ تیزی سے ریسپشن کی طرف بھاگا ۔ جہاں فون موجود تھا اس نے وہاں موجود لڑکی سے فون کرنے کی رسمی اجازت مانگی جو اس نے سر ہلا کر دے دی اور ٹائیگر نے پھرتی سے عمران کے مخصوص نمبر گھمانے شروع کر دیئے جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا ۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں جناب ۔ سپیشل ملٹری ہسپتال سے" ـــــ ٹائیگر نے دوسری طرف سے عمران کی آواز سنتے ہی کہا ۔

"ہسپتال سے ــــ مگر کیوں" ــــ عمران نے چونک کر پوچھا ۔

"پروفیسر بھاجاکو ۔ ــــ" ! ٹائیگر نے تفصیل بتانی چاہی ۔

"کہاں سے فون کر رہے ہو" ــــ عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا ۔

"ہسپتال کے ریسپشن سے" ــــ ٹائیگر نے جواب دیا ۔

"گدھے ہو تم ــــ کار میں جا کر وائرلیس فون پر بات کرو" ــــ دوسری طرف سے عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور رابطہ ختم کر دیا ۔

ٹائیگر نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر تیزی سے پارکنگ کی طرف بھاگتا چلا گیا ۔ اسے اپنی حماقت پر واقعی غصہ آ رہا تھا کہ وہ اتنی اہم بات چیت عام فون پر کرنے جا رہا تھا جب کہ کار میں وائرلیس فون سسٹم موجود تھا ۔ اس نے کار کے قریب پہنچ کر پھرتی سے اس کا دروازہ کھولا اور

پھر سٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کردیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی کار مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہوگئی تھی۔ اب اندر کی آواز باہر سے نہ سنی جاسکتی تھی۔ ٹائیگر نے وائرلیس فون ڈیش بورڈ کے خفیہ خانے سے نکالا اور پھر عمران کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس ——— عمران بول رہا ہوں" ——— دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر سپیکنگ ——— میں اپنی حماقت پر نادم ہوں جناب!" ——— ٹائیگر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"فضولیات چھوڑو ——— تفصیل بتاؤ ——— پروفیسر بھابھا کہاں ہیں ——— اور تم ہسپتال کیسے پہنچ گئے" ——— ؟ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیگر نے پروفیسر کی کوٹھی پر پہنچنے سے لیکر اب تک کے تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

"اوہ! ——— اس کا مطلب ہے کہ وہ فائل بہت زیادہ اہم ہوگی۔ اسی لئے تنویر نے اتنے شدید زخمی ہونے کے باوجود اسے آگ سے بچانے کی کوشش کی" ——— عمران نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یس سر" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم ایسا کرو کہ فائل کو فوراً دانش منزل پہنچا دو اور خود اپنے ہوٹل چلے جاؤ اور وہاں الرٹ رہنا ——— کسی بھی وقت تمہیں کال کیا جاسکتا ہے" ——— عمران نے کہا

"بہتر جناب" ——— ٹائیگر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابطہ ختم

کیا اور وائرلیس فون واپس خانے میں ڈال کر اس نے کار اسٹارٹ کی اور ہسپتال کے گیٹ سے باہر نکل آیا۔

اب وہ انتہائی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔



عمران نے فائل پڑھ کر ایک جھٹکے سے اسے بند کیا۔ اس کے چہرے پر جوش کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

"حالات اب آخری موڑ پر آ پہنچے ہیں بلیک زیرو! ——— اب تمام کام انتہائی محتاط انداز میں ہونا چاہئے ——— پروفیسر بھابھا کے اغوا ہو جانے سے میرا پہلے والا منصوبہ تو ختم ہوگیا ہے" ——— عمران نے فائل سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زیرو کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"کونسا منصوبہ عمران صاحب!" ——— ؟ بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے منصوبہ بنایا تھا کہ پروفیسر بھابھا کو یہاں دانش منزل میں روک کر خود اس کے میک اپ میں مجرموں کے پاس پہنچ جاتا اور اس طرح ان کو تباہ کر دیا جاتا ——— مگر ظاہر ہے اب یہ منصوبہ ختم ہوگیا ہے ——— مجرم ہم سے زیادہ تیز نکلے اور وہ پروفیسر کو لے اڑے ——— مگر اب میں نے ایک اور پروگرام بنایا ہے تم ایسا کرو کہ تمام ممبرز کو شوبرا ہوٹل سے واپس بلوالو اور انہیں فائل میں دیئے گئے

پوائنٹس کی نگرانی سونپ دو ۔۔۔ اپنی مدد کے لیے تم ملٹری انٹیلی جنس کو بھی کال کر لینا ۔۔۔ میں ان پوائنٹس کی مکمل اور بھرپور نگرانی چاہتا ہوں تاکہ اگر میرا مشن فیل ہو جائے تو یہ لوگ ایکو ملک سے نہ نکال لے جا سکیں ۔۔۔ اور سنو! ۔۔۔ ملٹری انٹیلی جنس کے سائنسی شعبہ کے سربراہ کرنل حمیدی کو کہو کہ وہ اٹیک ریسرچ لیبارٹری کی نگرانی کرے ۔۔۔ مجرم اُسے تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس لڑکی کو جس کے ذریعے انہوں نے نقشہ حاصل کیا ہے، استعمال کریں گے ۔۔۔ یہاں تو اتنی جلد اس لڑکی کا پتہ نہیں چل سکتا۔ مگر میں اڈے میں پہنچ گیا تو کوشش کروں گا کہ اس لڑکی کا پتہ چلا کر تمہیں مطلع کر دوں" ۔۔۔ عمران نے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ یہ سب کچھ ہو جائے گا ۔۔۔ مگر آپ مجرموں کے اڈے میں کیسے جائیں گے" ۔۔۔؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"دیکھو کیسے جاتا ہوں ۔۔۔ خود چل کر ۔۔۔ یا ۔۔۔ اغوا ہو کر" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر راجو کا لائٹر نکال لیا اور پھر اس کی پشت پر انگوٹھا رکھ کر اُسے زور سے دبایا۔ سگریٹ لائٹر درمیان میں سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ عمران نے لائٹر کے کھلے حصے سے منہ لگایا اور دوسرے لمحے اس کے منہ سے ہو بہو راجو کی آواز نکلی۔

"ہیلو شارک سپیکنگ اوور" ۔۔۔ وہ بار بار یہی فقرہ دوہرا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد لائٹر کے دوسرے حصے سے ایک مدھم سی آواز نکلی۔

"یس وائٹ سپیکنگ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ بے حد محتاط تھا۔

"تازہ ترین رپورٹ کیا ہے۔ اوور" ۔۔۔؟ عمران نے راجو کی آواز میں پوچھا۔

"ریڈ باس کو خاصی کامیابی ہوئی ہے ۔۔۔ راسکلز گنگ پروفیسر بھابھا کو اغوا

کر کے لے آیا ہے ۔۔۔ وہ کسی عمران کے بلاتے جانے کی غلط فہمی میں خود ہی چلا آیا ہے ۔۔۔ ریڈ باس نے برین چیکنگ مشین کے ذریعے پروفیسر سے ایکو کو پیک کرنے کا مخصوص فارمولا حاصل کر لیا ہے اور اب پروفیسر شنکام اس فارمولے کی مدد سے ایکو کی چھوٹی پیکنگ میں مصروف ہے اوور" ۔۔۔ وائٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"پروفیسر بھابھا کہاں ہے اوور" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"ابھی وہ زندہ ہے۔ ریڈ باس نے اسے قید کر لیا ہے تاکہ اگر پیکنگ کے دوران کوئی الجھن درپیش ہو تو پروفیسر کی مدد سے وہ الجھن دور کی جا سکے۔ اوور" ۔ وائٹ نے جواب دیا۔

"اٹیک ریسرچ لیبارٹری کے متعلق ریڈ باس کا کیا پروگرام ہے۔ اوور" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"پیکنگ مکمل ہونے کے بعد وہ اس لیبارٹری کو اڑا دے گا ۔۔۔ اس کے لئے اس نے پلان بنایا ہے کہ اس لڑکی کو جس سے نقشہ حاصل کیا گیا ہے ایک مخصوص لاکٹ بھجوایا جائے گا ۔۔۔ اس لاکٹ کے اندر انتہائی خفیہ طور پر ایک طاقتور مگر انتہائی چھوٹی وائرلیس بم فٹ کیا گیا ہے ۔۔۔ ایسا بم جسے آلات کی مدد سے چیک نہ کیا جا سکے ۔۔۔ وہ لڑکی لاکٹ پہن کر لیبارٹری جائے گی اور ریڈ باس جس وقت چاہے گا یہیں سے بٹن دبا کر اس بم کو پھاڑ دے گا اور اس طرح پوری لیبارٹری تباہ ہو جائے گی۔ اوور" ۔ وائٹ نے جواب دیا۔

"اس لڑکی کے متعلق تفصیلات بتا سکتے ہو۔ اوور" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں! ۔۔۔ اتفاقاً ہی مجھے گنگ سے پتہ چل گیا تھا ۔۔۔ یہ مقامی لڑکی ہے اس کا نام شاہین ہے اور یہاں کی لیبارٹری کے عین شعبے میں سیکرٹری ہے اوور"

وائٹ مین نے بتایا۔

اور عمران کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ وائٹ مین نے انتہائی اہم مسئلہ حل کر دیا تھا۔

"اچھا وائٹ اب سنو! ــــ میں نے یہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف کو ختم کر دیا ہے اور اب ہیڈ کوارٹر پر بطور چیف قابض ہوں ــــ تمام ممبرز کو میں نے ہینڈل کر لیا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایکریمیا کو خود اپنی نظروں سے دیکھ لوں تاکہ بعد میں کوئی غلط فہمی نہ ہو جائے ــــ تم ایسا کرو کہ اڈے سے نکل کر یہاں میرے پاس پہنچ جاؤ۔۔ میں تمہارے میک اپ میں ایک گھنٹہ اڈے میں گزارنا چاہتا ہوں۔ اوور"۔ عمران نے اصل مسئلے کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"یہ ناممکن ہے باس! ــــ ریڈ باس کسی قیمت پر ایسے موقع پر کسی کو اڈے سے نہ ہی باہر نکلنے دیتا ہے اور نہ ہی اندر آنے دیتا ہے ــــ صرف ایک شخص راسکلز کنگ ایسا ہے جو آسانی سے اندر آ جاتا ہے۔ اوور"۔ ــــ وائٹ نے جواب دیا۔

"راسکلز کنگ! ــــ مگر وہ کہاں ملے گا۔ اوور" ــــ؟ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

"راسکلز کنگ کا پتہ ایک خصوصی فائل میں موجود ہے ــــ میں ابھی آپ کو بتاتا ہوں۔ اوور" ــــ وائٹ نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں تک خاموشی چھا گئی۔

عمران کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ راجو بن کر اس نے وائٹ سے بے حد اہم معلومات حاصل کر لی تھیں جو شاید عام حالات میں حاصل ہونی ناممکن تھیں۔

"ہیلو شارک! ــــ راسکلز کنگ کا پتہ نوٹ کر لیں۔ اوور" ــــ چند لمحوں کے توقف کے بعد وائٹ کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"نوٹ کراؤ۔ اوور" ــــ عمران نے کہا۔

"کوٹھی نمبر ۲۵ شالیمار کالونی ــــ وہ وہاں ڈاکٹر یاسپیر کے نام سے رہ رہا ہے اوور"۔ وائٹ نے جواب دیا۔

"او۔ کے! ــــ بس ٹھیک ہے ــــ اوور اینڈ آل" ــــ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

"لو پیارے کالے زیرو! ــــ مسئلہ ہی حل ہو گیا ــــ تم راسکلز کنگ کے اڈوں کی نگرانی کراؤ اور اب ملٹری انٹیلی جنس کے کرنل حمید کو بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے تم اس لڑکی شاہین کو اغوا کر کے جولیا کو اس کے میک اپ میں وہاں بھیج دو ــــ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا ــــ ورنہ میں خود راسکلز کنگ سے دو دو ہاتھ کر لوں" ــــ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکا لیا۔

"اور ہاں تنویر کا بھی پتہ کراؤ کہ اب اس کا کیا حال ہے ــــ اس کی حالت تو خطرے سے باہر نکل آئی تھی مگر پھر بھی ــــ اس بار تنویر نے یہ فائل حاصل کر کے بڑا اہم کام سرانجام دیا ہے ــــ ہو سکتا ہے کہ میں انعام کے طور پر اس کی جولیا سے شادی کرا دوں ــــ اچھا بائی بائی" ــــ عمران نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ٹرانسمیٹر کی ٹوں ٹوں جیسے ہی کمرے میں گونجی۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے چونک کر ایک فائل پر جھکا ہوا سر اٹھایا اور پھر میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا دوسرے لمحے میز کا ایک کونہ درمیان سے کسی خانہ کی طرح کھل گیا اور وہاں سے خود بخود ایک جدید قسم کا ٹرانسمیٹر ابھر آیا۔ ٹوں ٹوں کی آوازیں اسی میں سے ابھر رہی تھیں۔ نوجوان نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا دیا۔

بٹن دبتے ہی ایک مردانہ آواز برآمد ہوئی۔

"پلانٹ نمبر تھری سے رالف بول رہا ہوں جناب اوور"۔

"یس راسکلز کنگ سپیکنگ! ——— اس وقت کال کرنے کی کیا ضرورت آپڑی ہے اوور" ——— راسکلز کنگ نے انتہائی تلخ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس! ——— تھامسن کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا گیا ہے اور ریڈ فائل بھی گم ہے۔ اوور" ——— دوسری طرف سے پریشان لہجے میں کہا گیا۔

"تھامسن کو قتل کر دیا گیا ——— اور ریڈ فائل گم ہے ——— کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم ہوش میں ہو۔ اوور" ——— راسکلز کنگ نے غصے کے مارے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"یس باس! ——— میں درست کہہ رہا ہوں ——— تھامسن آجکل اسی فائل پر کام کر رہا تھا۔ اس لئے اس کا حکم تھا کہ اسے کسی قیمت پر ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قتل کا فوری پتہ نہ چلایا جا سکا ——— اسے مرے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے ہیں اور فائل بھی اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے اوور" ——— رالف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری بیڈ ——— وہ فائل تو انتہائی اہم تھی ——— کون لے گیا ہے ——— ؟ اسے ہر قیمت پر تلاش کرو اور مجھے رپورٹ دو۔ اوور" ——— راسکلز کنگ نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"بہتر باس! ——— میں مزید تلاش کرتا ہوں۔ اوور" ——— دوسری طرف سے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— راسکلز کنگ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ اس کا چہرہ غصے اور جھنجلاہٹ کی وجہ سے بگڑ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اتنے اہم موقع پر جب کہ آپریشن اپنے آخری مرحلے پر ہے۔ فائل کی گمشدگی کہیں سب کئے کرائے پر پانی نہ پھیر دے۔

"آخر فائل کہاں جا سکتی ہے" ——— ؟ راسکلز کنگ نے آنکھیں بند کر کے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں جناب! ——— میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کی فائل کہاں ہے" ——— اچانک کمرے میں عمران کی آواز گونجی اور راسکلز کنگ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

دوسرے لمحے میز کے سامنے عمران کو بڑے مؤدبانہ انداز میں کھڑے دیکھ کر وہ چند لمحے حیرت سے بت بنا بیٹھا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر یہ

شخص اچانک اس بند کمرے میں کیسے ٹپک پڑا۔

"کون ہو تم" ——— ؟ اچانک راسکلز کنگ نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے میز کے کنارے کی طرف بڑھا تھا۔

"ارے ارے ——— یہ ہاتھ مت ہلاؤ ——— صرف زبان ہلانے کی اجازت ہے ——— ورنہ" ——— عمران نے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی جس کا ونڈ بٹن ایریل کی طرح باہر کو نکلا ہوا تھا، کے بٹن کو دباتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے ایریل سے سرخ رنگ کی شعاع نکل کر راسکلز کنگ کے سامنے رکھی ہوئی میز پر پڑی اور میز یکدم پگھلے ہوئے لوہے کی طرح سرخ ہوتی چلی گئی اور پھر پلک جھپکنے میں وہ راکھ کا ڈھیر ہو کر فرش پر بکھر گئی۔

راسکلز کنگ کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کا تمام کنٹرول پینل اسی میز میں تھا اور ظاہر ہے کہ میز کے ساتھ ساتھ وہ تمام بھی ختم ہو گیا۔

"اب اپنے سوال کا جواب بھی سن لو ——— میرا نام علی عمران ہے ——— علی عمران ایم۔ایس۔سی۔ڈی۔ایس (آکسن)" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"م ——— مگر تم یہاں پہنچے کیسے" ——— ؟ راسکلز کنگ نے بے اختیار کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے پیچھے دیکھو! ——— تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا" ——— عمران نے جواب دیا۔

اور راسکلز کنگ نہ چاہنے کے باوجود بھی پیچھے کی طرف مڑ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ چوڑی ہو گئیں۔ کیونکہ دیوار کا درمیانی حصہ سرے سے غائب تھا اور بیرونی راہداری صاف نظر آ رہی تھی۔

"اب پتہ چلا کہ میں کیسے آیا ہوں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

راسکلز کنگ تیزی سے مڑا اور پھر دوسرے لمحے وہ اچانک اپنی جگہ سے یوں اچھلا جیسے اس کے پیروں میں سپرنگ نکل آئے ہوں اور وہ کسی گیند کی طرح سیدھا عمران کے جسم سے آ ٹکرایا۔

عمران کو خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ راسکلز کنگ اس طرح اچانک حملہ کر دیگا اس لئے وہ بڑے ڈھیلے انداز میں کھڑا تھا۔ راسکلز کنگ اسے اپنے ہمراہ لیتا ہوا فرش پر جا گرا۔

نیچے گرتے ہی راسکلز کنگ نے دونوں ہاتھ عمران کی گردن پر جما دیئے اور پھر پوری قوت سے اس کا گلا دبانے لگا۔ مگر اب عمران سنبھل گیا تھا۔ اس لئے اس نے دونوں ٹانگیں اٹھائیں اور دونوں پیر جوڑ کر پوری قوت سے راسکلز کنگ کے کولہوں پر بھرپور ضرب لگائی اور وہ الٹ کر دور دیوار کے قریب جا گرا۔ پھر دونوں بیک وقت ہی اٹھے۔

مگر اس سے پہلے کہ راسکلز کنگ اپنی جگہ سے حرکت کرتا۔ عمران نے اچانک اسے دائیں طرف جھکائی دی اور جیسے ہی راسکلز کنگ ردعمل کے طور پر بائیں طرف جھکا، عمران نے اچانک بائیں ہاتھ کو حرکت دی اور اس کا زوردار مکہ پوری قوت سے راسکلز کنگ کی دائیں کنپٹی پر پڑا اور راسکلز کنگ بائیں طرف الٹ کر جا گرا۔ دوسرے لمحے عمران نے بھرپور لات اس کی ناف کے نیچے ماری اور راسکلز کنگ ایک ہی ضرب کھا کر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ پیر ایک لمحے کے لئے اکڑے اور پھر ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے اس کے بیہوش ہوتے ہی تیزی سے اس کے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے اور پھر اس نے اپنے کپڑوں سے سارا سامان نکال لیا۔ اور اس کے کپڑے

خود پہن لئے اور اُسے اپنے کپڑے پہنا دیئے ۔ دوسرے لمحے اس نے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کے ایریل کا رخ بیہوش پڑے راسکلز کنگ کی طرف کیا اور گھڑی کا بٹن دبا دیا ۔ ایریل سے سرخ رنگ کی شعاع نکل کر راسکلز کنگ پر پڑی اور دوسرے لمحے وہاں کنگ کی بجائے اس کی راکھ پڑی ہوئی تھی ۔

عمران نے بڑی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چپٹا سا بکس نکالا اور اُسے کھول کر اس میں موجود مختلف شیشیوں کو باہر نکال لیا ۔ بکس کے اندر کی طرف ایک چھوٹا سا آئینہ لگا ہوا تھا ۔ اس نے آئینے کی مدد سے اپنے چہرے پر راسکلز کنگ کا میک اپ کرنا شروع کر دیا ۔ اس کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے اور تھوڑی دیر بعد وہ راسکلز کنگ کے میک اپ میں آ گیا ۔

راسکلز کنگ اور عمران ایک جیسے جسم کے مالک تھے اس لئے چہرے اور کپڑے بدلنے کے بعد اب اُسے کوئی نہ پہچان سکتا تھا کہ وہ راسکلز کنگ نہیں ہے ۔ پھر راسکلز کنگ کی آواز بھی اس نے سن لی تھی ۔ اس لئے اب وہ آسانی سے اس کی آواز اور لہجے کی نقل کر سکتا تھا ۔

پھر اطمینان سے عمران چلتا ہوا اُسی دیوار کے خالی حصے سے نکل کر راہداری میں آ گیا ۔ راسکلز کنگ اس کوٹھی میں ایک ملازم کے ساتھ اکیلا ہی رہتا تھا تاکہ زیادہ بھیڑ بھاڑ اس کی حیثیت کو مشکوک نہ کر دے ۔ سارا کنٹرول وہ اپنی مشینیں لگے ہوئے سسٹم سے کرتا تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ عمران نے دروازے کی بجائے دیوار میں ہاتھ کی گھڑی کی مدد سے سوراخ کر کے اندر آنے کو ترجیح دی تھی اور اب راسکلز کنگ کی بدقسمتی تھی کہ وہ دیوار اس کی پشت پر تھی اور فائل کی گمشدگی کے سلسلے میں ڈلف سے بات چیت کرتے ہوئے وہ ذہنی طور پر اتنا پریشان ہو رہا تھا کہ اُسے عمران کے اندر آنے کا احساس تک نہ ہوا تھا ۔ عمران کوٹھی کے اکلوتے ملازم کا خاتمہ پہلے ہی کر چکا تھا ۔ اس لئے وہ اطمینان سے چلتا ہوا کوٹھی کے پورچ میں آیا جہاں سرخ رنگ کی ایک بڑی سی کار موجود تھی ۔ راسکلز کنگ کے کپڑوں میں اُسے کار کی چابیاں مل گئی تھیں ۔ چنانچہ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر سٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا ۔ کار مخصوص انداز میں بنی ہوئی تھی مگر چونکہ عمران ایسی کاروں کا سسٹم اچھی طرح سمجھتا تھا اس لئے اُسے کوئی حیرت نہ ہوئی اور وہ کار سٹارٹ کر کے کوٹھی کے گیٹ سے باہر آ گیا ۔

اب عمران کا رُخ مصنوعی جھیل کی طرف تھا ۔ وہ جلد از جلد ریڈ باس کے اڈے میں داخل ہونا چاہتا تھا تاکہ ایک تو پروفیسر بھاجا کو بچا سکے اور دوسرا اس "انجکشن" کو حاصل کر سکے ۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار مصنوعی جھیل کے قریب سے گزرتی ہوئی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئی ۔ عمران نے کار جیسے ہی روکی ۔ اچانک ڈیش بورڈ سے ایک چھوٹا سا مائیک ابھر کر باہر آ گیا ۔ اور کار میں ایک کرخت آواز گونج اٹھی ۔

"ہیلو کنگ ! ۔۔۔ تم اچانک یہاں کیوں آئے ہو ۔ اوور" ؟

"باس ! ۔۔۔ میں ایک اہم بات کرنے کے لئے آیا ہوں ۔۔۔ اگر ہم نے فوری طور پر اس بات کا تدارک نہ کیا تو ہمارا تمام مشن فیل ہو جائے گا ۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے راسکلز کنگ کے لہجے اور آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا ۔

"ایسی کونسی بات ہو گئی ہے ۔ اوور" ۔۔۔ ؟ دوسری طرف سے پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں پوچھا گیا ۔

"باس ! ۔۔۔ دراصل جس پروفیسر بھاجا کو میں اپنے ساتھ لے آیا تھا وہ نقل ہے ۔۔۔ اصل پروفیسر یہاں کی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے ۔ اوور" ۔ عمران نے جواب دیا ۔ سرخ رنگ کی کار دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ اسی کار میں

پروفیسر بھابھا کو اغوا کیا گیا تھا۔ کیونکہ ٹائیگر نے اس کار کے متعلق تفصیلات بھی اپنی رپورٹ میں بتائی تھیں۔

"اوہ! ـــ یہ کیسے ہو سکتا ہے ـــ ؟ اس نے صحیح فارمولا بتایا ہے اوور"۔ دوسری طرف سے الجھے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"باس! ـــ ابھی تو چکر ہے ـــ یہ سب کچھ ہمارے مشن کو فیل کرنے کے لئے کیا گیا ہے ـــ اگر واقعی یہ پروفیسر میری رپورٹ کے مطابق نقلی ہے تو ہمیں فوراً اس کے بتائے ہوئے فارمولے پر عمل بند کرنا پڑے گا ـــ ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا ـــ اور میں نے ایک ایسی بات معلوم کر لی ہے جس سے پروفیسر کے اصلی یا نقلی ہونے کا ثبوت مل جائے گا ـــ یہی وجہ ہے کہ میں فوری طور پر یہاں آگیا ہوں۔ اوور" ـــ عمران نے اڈے کے اندر اپنی موجودگی کا جواز بناتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہاری رپورٹ شکی ہے ـــ بہرحال تم اندر آجاؤ ـــ اوور اینڈ آل" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی آواز آنی بند ہو گئی اور ڈیش بورڈ سے برآمد ہونے والا چھوٹا سا مائیک خود بخود واپس اندر ہوتا چلا گیا۔

اسی لمحے عمران نے سامنے پہاڑی کی ایک بڑی چٹان کو دروازے کی طرح کھلتے دیکھا۔ اس کے اندر ایک راستہ جا رہا تھا۔ عمران کار کو لئے تیزی سے اندر چلا گیا۔

کار کے اندر جاتے ہی پہاڑی کا ڈھکن دوبارہ بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد راستہ ایک دیوار کے سامنے جا کر ختم ہو گیا اور عمران نے کار روک دی۔

پھر جیسے ہی عمران کار سے باہر نکلا، اچانک سامنے کی دیوار میں ایک ہلکا سا

کھٹکا ہوا اور وہاں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ جس میں سے ایک قوی ہیکل نوجوان منہ پر سرخ نقاب اوڑھے بڑے بے چین انداز میں کھڑا تھا۔

"جلدی آؤ کنگ! ـــ تم نے مجھے بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے ـــ میں نے پروفیسر شتکام کو بھی بلا لیا ہے" ـــ نقاب پوش نے جو یقیناً ریڈ باس تھا سخت لہجے میں کہا۔

عمران سر ہلاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے میں ایک آدمی پہلے سے موجود تھا جس کے بال برف کی طرح سفید تھے مگر چہرہ جوانوں کی طرح تھا۔

"باس! ـــ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پروفیسر بھابھا نقلی ہو ـــ ؟ جب کہ اس کا بتایا ہوا فارمولا بالکل صحیح ہے ـــ ہم آدھا ایکو تھ پیک کر چکے ہیں" ـــ اس آدمی نے بے چین لہجے میں کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ـــ ریڈ باس نے کہا اور پھر اس نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر ایک بٹن دبا دیا۔ جیسے ہی ٹرانسمیٹر کا بلب سبز ہوا اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"واسک مین! ـــ ریڈ باس سپیکنگ اوور"۔

"یس باس، اوور" ـــ دوسری طرف سے وہی آواز ابھری جس سے عمران نے راجپوتن بن کر باتیں کی تھیں۔

"پروفیسر بھابھا کو لے کر فوراً روم نمبر الیون میں پہنچ جاؤ ـــ جلدی۔ اوور"۔ ریڈ باس نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر باس اوور" ـــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــ ریڈ باس نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر بند کر کے جیب

میں ڈال لیا۔

"ہاں! — اب بتاؤ کہ تمہیں کس نے رپورٹ دی ہے — اور کیا رپورٹ دی ہے" — ؟ ریڈ باس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ شارک کو جانتے ہیں" — ؟ عمران نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"شارک! — کیا تمہارا مطلب اس بین الاقوامی مجرم شارک سے تو نہیں جو سائنس چور کے نام سے بھی مشہور ہے" — ؟ ریڈ باس نے اچانک چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں! — میری مراد اسی شارک سے ہے — وہ نہ صرف اس ملک میں موجود ہے بلکہ اس نے ایکو چرانے کے لئے زبردست پلان بنا رکھا ہے — میں نے اتفاق سے اس کی ایک ٹرانسمیٹر کال سن لی تھی — اس نے یہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف کو قتل کر کے اس کا روپ دھار رکھا ہے — اس کا ایک ایجنٹ شروع سے ہی ہمارے اڈے میں موجود ہے — اس کا پروگرام یہ ہے کہ جب ایکو پیک ہو کر اڈے سے باہر پوائنٹس پر پہنچے تو وہ انہیں اڑا لے اور پھر یہ تمام ایکو سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں اکٹھا ہو جاتے اور وہاں سے سیکرٹ سروس کے ممبران کے ذریعے ملک سے باہر چلا جاتے — ظاہر ہے سیکرٹ سروس کے ممبران کی سامان کی تلاشی ہونی ناممکن ہے" — عمران نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — بڑا خطرناک مگر جامع پروگرام ہے — مگر اسے ہمارا کیسے پتہ چلا" — ؟ ریڈ باس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"بتا تو رہا ہوں کہ اس کا ایک ایجنٹ شروع سے ہی اس اڈے میں موجود

ہے۔ اس لئے اسے پل پل کی خبریں مل رہی تھیں — اور آپ جانتے ہیں کہ وہ ہر کام کتنے صبر و تحمل سے کرتا ہے — وہ پہلے تو صبر سے بیٹھا رہتا ہے۔ بس ایک آخری داؤ لگاتا ہے اور تمام بازی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے" — عمران نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ ریڈ باس کچھ کہتا، دروازہ کھلا اور ایک نوجوان منہ پر سفید نقاب لگائے اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ پروفیسر جابا تھے جو بے حد کمزور اور نڈھال معلوم ہو رہے تھے۔

"وہ ایجنٹ کون ہے — جلدی بتاؤ" — ؟ ریڈ باس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"وہ ایجنٹ یہ وائٹ مین ہے — اور شارک آپ کا یہ خادم" — عمران نے سفید نقاب پوش کی طرف اشارہ کرنے کے بعد خود جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

"تت — تم شارک ہو" — ؟ ریڈ باس نے بوکھلا کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف رینگا۔ مگر عمران نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کا فنڈ بٹن دبایا اور پھر جیسے ہی فنڈ بٹن ایریل میں تبدیل ہوا۔ اس نے گھڑی کی سائیڈ میں موجود دوسرا بٹن دبا دیا۔

اسی لمحے ریڈ باس اپنا ریوالور نکال چکا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اس کا رخ عمران کی طرف کرتا۔ عمران کی گھڑی کا ایریل کا رخ اس کی طرف ہو چکا تھا اور دوسرے لمحے ایریل سے سرخ رنگ کی شعاع نکلی اور پھر ریڈ باس کا جسم نقاب کی طرح ہی سرخ ہوتا چلا گیا۔ اور پلک جھپکنے میں وہ راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔

پروفیسر بجا بجا اور پروفیسر شتنکام دونوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔

"باس آپ" ـــــ وائٹ مین کے منہ سے بے اختیار نکلا

"ہاں! ـــ میں نے سوچا کہ کھیل ہی ختم کر دوں اور یہیں سے ایکو کو سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سپلائی کر دوں" ـــــ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر باس! ـــ وہ ایکٹ لیبارٹری تو ابھی تباہ ہوئی تھی ـــ اگر وہ تباہ نہ ہوتی تو اس میں موجود مشین زیرو ایکس تھرٹی ایکو کو اس اڈے سے باہر نکلنے ہی نہیں دیتی کر لے گی" ـــ وائٹ مین نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو ـــ اس کا بندوبست میں نے کر لیا ہے ـــ بس تم ایسا کرو کہ مجھے اس جگہ لے چلو جہاں ایکو موجود ہے" ـــ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ایکو! ـــ یہاں ایکو موجود ہے ـــ جو دنیا کی سب سے قیمتی اور نایاب دھات" ـــ پروفیسر بجا بجا نے پہلی بار بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں پروفیسر! ـــ یہاں ایکو موجود ہے ـــ اسی لئے تو تمہیں یہاں اغوا کر کے تم سے اس کی مخصوص پیکنگ کا فارمولا حاصل کیا گیا تھا" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــ کاش مجھے پہلے علم ہوتا ـــ اگر ایکو ہمارے ملک کو مل جاتا تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شکست نہ دے سکتی ـــ ایکو سے بننے والا جنگی ہتھیار ہمیں ناقابل تسخیر بنا دیتا ـــ دنیا کے بڑے سے بڑے اور ہائیڈروجن، کاربن، جراثیمی اور ایٹم بم اور دوسرا بارودی اسلحہ اس ہتھیار سے ایک لمحے میں بیکار کیا جا سکتا ہے"

پروفیسر بجا بجا نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"تم ایکو حاصل نہیں کر سکتے ـــ میں اسے تباہ کر دوں گا اور اس کے ساتھ یہ پورا شہر بھی تباہ ہو جائے گا" ـــ اچانک پروفیسر شتنکام نے بلند آواز سے کہا۔

"تمہاری اب ضرورت نہیں رہی پروفیسر! ـــ ہمارے پاس پروفیسر بجا بجا موجود ہیں ـــ تم سے بڑا سائنسدان۔ اس لئے تم چھٹی کرو" ـــ عمران نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ پروفیسر شتنکام کچھ سمجھتا، عمران نے بڑی تیزی سے جیب سے ریوالور نکالا اور دوسرے لمحے اس کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا اور پروفیسر شتنکام کی پیشانی پر خون کے پھول کھلتے چلے گئے۔ وہ الٹ کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔

"باس! ـــ آپ نے یہ کیا کیا ـــ پروفیسر شتنکام کے بغیر تو ہم بے دست و پا ہو جائیں گے" ـــ وائٹ مین نے پریشان لہجے میں کہا۔

"میں نے جو کچھ کیا ہے ـــ ٹھیک کیا ہے ـــ تم میرے ساتھ چلو اور پہلے مجھے اس سارے اڈے کا کنٹرول سمجھاؤ۔ پھر ہم ایکو لیبارٹری میں جائیں گے" عمران نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"چلو پروفیسر تم بھی! ـــ خبردار اگر کوئی حرکت کی تو تمہارا حشر بھی ان دونوں جیسا ہو گا" ـــ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں پروفیسر بجا بجا سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پروفیسر بجا بجا سہم کر سمٹ سا گیا۔ ریڈ باس اور پروفیسر شتنکام کا حشر وہ دیکھ چکا تھا اس لئے سوائے تعمیل کے اسے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے اڈے کا تمام کنٹرول سمجھ لیا اور پھر وہ تینوں پنکل لیبارٹری میں پہنچ گئے جہاں ایکو پیک کیا جا رہا تھا۔

اتنی مقدار میں ایکو دیکھ کر پروفیسر بھا بھا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہاں خودکار مشینوں کے ذریعے ایکو کی پیکنگ چھوٹے چھوٹے ڈبوں میں ہو رہی تھی۔

"یہاں اور کوئی آدمی کام نہیں کرتا" ——— ؟ عمران نے وائٹ مین سے پوچھا۔

"جب تک ایکو نکالا جا رہا تھا یہاں بارہ آدمی کام کرتے تھے ——— مگر پروفیسر بھا بھا سے فارمولا حاصل کرنے کے بعد پروفیسر شنکام نے آٹومیٹک مشین تیار کی اور سارا کام ان سے لینے لگا ——— کیونکہ کسی آدمی کی وجہ سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی اور ذرا سی غلطی تباہی کا باعث بن سکتی تھی" ——— وائٹ مین نے تفصیل سے جواب دیا۔

"اوہ ——— ویری گڈ ——— بڑا عقلمند آدمی تھا پروفیسر شنکام" ——— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے باس" ——— ؟ وائٹ مین نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

"فی الحال تو شادی کرنے کا پروگرام ہے ——— کیا کہیں سے مولوی مل جائے گا؟" اچانک عمران نے اپنے اصلی لہجے میں پوچھا اور وائٹ مین یوں دو قدم پیچھے ہٹ گیا جیسے اسے بجلی کا شاک لگا ہوا۔

"حیران کیوں ہو گئے مسٹر وائٹ مین ——— تمہارا باس تو کب کا ختم ہو چکا ہے ——— میرا نام علی عمران ہے" ——— عمران نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

اور وائٹ مین نے اچھل کر دروازے کی طرف بھاگنا چاہا۔ مگر عمران اسے کہاں جانے دیتا تھا۔ اس نے اچھل کر اسے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا اور پھر وائٹ مین

نے عمران کے بازوؤں سے نکل بھاگنے کے لئے جان توڑ جدوجہد کی مگر عمران کے بازو تو اس کے جسم کے گرد کسی آکٹوپس کی طرح جکڑے ہوئے تھے۔ اور پھر عمران نے اپنے بازوؤں کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور وائٹ مین کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور اس کا سفید لعاب ناک اور منہ کی جگہ سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ عمران نے اس کی پسلیاں توڑ دی تھیں۔

عمران اسے مزید دباتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد وائٹ مین کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ سانس رک جانے اور اندرونی ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے وہ ختم ہو چکا تھا۔ عمران نے جھٹکا دے کر اسے ایک طرف پھینک دیا۔

"کیا تم واقعی عمران ہو ——— ؟ خدا کی پناہ تمہارے بازوؤں میں کتنی طاقت ہے کہ ایک قوی ہیکل نوجوان کو تم نے بازوؤں میں جکڑ کر مار دیا ہے" ——— پروفیسر بھا بھا نے حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے کہا۔

"میرے بازوؤں میں ایکو بھرا ہوا ہے پروفیسر" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پروفیسر بھا بھا کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"اب آپ اس ایکو کو سنبھالیں۔ میں اس اڈے کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ شہر میں موجود ان کے تمام ایجنٹوں کی گرفتاری کا بندوبست کر لوں" ——— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر پروفیسر کو وہیں چھوڑ کر وہ دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا

"خدا کی پناہ اتنا ایکو ——— اب ہمارا ملک واقعی ناقابل تسخیر بن چکا ہے ——— ایک عظیم ملک" ——— پروفیسر بھا بھا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"پروفیسر ——— ملک دھاتوں اور اسلحے کی کثرت سے کبھی عظیم نہیں بنا کرتا۔ عظیم افراد ہی کسی ملک کو عظیم بناتے ہیں" ——— عمران نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

" تمہاری بات بھی درست ہے ـــــ جس ملک کو تم جیسے عظیم افراد میسر آ جائیں۔ اُسے بھلا اسلحے اور دھاتوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے" ـــــ پروفیسر نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

" آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے پروفیسر! ـــــ میرا نام عظیم نہیں بلکہ علی عمران ہے ـــــ بے چارہ علی عمران ـــــ جس کی پرواہ اس کا باورچی بھی نہیں کرتا" ـــــ عمران نے بڑی مسمسی سی صورت بنا کر جواب دیتے ہوئے کہا اور پروفیسر بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

ختم شُد

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی شاہکار کہانی

ڈیتھ کوئیک

مصنف .... مظہر کلیم ایم اے

ڈیتھ کوئیک

کافرستان کا ایک ایسا بھیانک سائنسی منصوبہ کہ جس کی تکمیل کے بعد پاکیشیا کے کروڑوں بے گناہ افراد ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔ لیکن پوری دنیا اسے قدرتی آفت ہی سمجھتی رہتی۔

ڈیتھ کوئیک

جس کا تجربہ پاکیشیا کے ایک پہاڑی علاقے میں کیا گیا اور ہزاروں افراد یکلخت لقمہ اجل بن گئے۔ مگر پاکیشیا اور پوری دنیا کے ماہرین نے اسے قدرتی آفت قرار دے دیا۔ کیوں ؟

ڈیتھ کوئیک

جس کے خلاف عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس جب میدان میں اتری تو کافرستان کی چاروں ایجنسیاں عمران کے مقابل آگئیں اور پھر ایک نہ رکنے والے خوفناک ہنگامے کا آغاز ہوگیا۔

ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو زبردست جدوجہد کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں ؟

وہ لمحہ

جب عمران اور سیکرٹ سروس کو باوجود سرتوڑ کوششوں کے ناکام پاکیشیا لوٹنا پڑا ؟

وہ لمحہ

جب شاگل نے کافرستان کی طرف سے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ کیوں ؟

کیا شاگل نے کافرستان سے غداری کر دی ـــ ـــ یا ـــ ـــ ؟

کیا واقعی اس مشن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقدر میں ناکامی لکھ دی گئی تھی ـــ ـــ یا ـــ ـــ ؟

کیا کافرستان اپنے اس بھیانک سائنسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوگیا ؟



یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان